

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اڑ جائے گا رنگ  
یہ نہ کہتے سُرخِ خونِ شہیدان کچھ نہیں !



# شاہِ محملِ محشر دہلوی

شہیدِ بالاکوٹ ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء



علیٰ کے عطا میں انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے ، وہو بحجاب وبہ  
یُفْتٰی وَعَلِیْہِ الرِّفْقُ وَہُوَ الْمَذْہَبُ وَعَلِیْہِ الرِّفْقُ وَہُوَ الْمَذْہَبُ  
وَالسَّوَادُ یَہِیْ جَوَابُ یَہِیْ فِتْنَةُ دِیَابَلِے گار اور اسی پر فتنے ہے اور یہی  
ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے

مولانا احمد رضا خاں دہلوی

تبریکات ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء

تألیف : پروفیسر علامہ خالد محمود لکھنؤی  
اپنی ایچ ڈی



شائع کردہ :- مکتبۃ دارالمعارف : اردو بازار لاہور

اشاعت اول	..... ۱۹۷۵
اشاعت دوم	..... ۱۹۷۸
اشاعت سوم	..... ۱۹۸۰
اشاعت چہارم	..... ۱۹۸۶
تعداد	..... ۱۰۰۰
مبلغ	..... دارالمعارف

اردو بازار لاہور

### ENGLAND

19-CHORLTON TERRACE UPPERBROOK

STREET MANCHESTER.13 ENGLAND

15 WOODSTOCK ROAD BIRMINGHAM.12

کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت کوئی شخص اس کتاب کو  
بغیر مصنف کی اجازت کے نہ تو شائع کر سکتا ہے نہ ہی  
ترجمہ کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کے کسی حصہ کو پیرا گراف  
کو بغیر اس کتاب کا حوالہ دیئے نقل کر سکتا ہے۔

ہندوستان میں اس کتاب کے مجوز حق اشاعت ادارہ مانع المعارف دیوبند دہلی  
کے نام سے ملے ہیں۔ بغیر اجازت کوئی صاحب قصہ طبع نہ فرمائیں۔ مولف

ناظم ادارہ المعارف  
محمد زاہد خان

# فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۴	اعلام الاعلام کا مکی قرؤ	۹	تعارف و اعتراف
۲۵	مجدد الف ثانی کی شان میں تعریض	۱۱	پیش لفظ
۲۶	مولانا حالی کی محدثین دہلی کی یاد	۱۱	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۲۷	محدثین دہلی کی صحیح یادگار	۱۲	ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ
۲۸	مولانا شہید کے لیے جتہ الاسلام کا لفظ	۱۳	مولانا اسماعیل شہید کا خاندانی تعارف
۲۸	نواب امیر خاں کے ہاں قیام	۱۴	مارہرہ کے گدی نشینوں کا تعارف
۲۹	علما پرشاد کے نام ایک خط	۱۶	مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر قبضہ
۳۰	مولانا شہید مشاہیر ہند کی نظر میں	۱۶	مولوی فضل رسول بدایونی
۳۰	صدر الصدور مولوی عبدالقادر رامپوری	۱۷	شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی مخالفت کا الزام
۳۰	صدر الصدور مفتی صدر الدین صاحب	۱۸	شاہ محمد یحییٰ کی کتاب مائتہ مسائل کا رد
۳۱	مفتی سعد اللہ صاحب رامپوری	۱۹	”عبادت کے لیے ثبت بنانا کفر نہیں“
۳۱	مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی	۱۹	مولوی احمد رضا خاں بریلوی
۳۳	عبدالحق خیر آبادی اور احمد رضا کی ملاقات	۱۹	خان صاحب کی سچاس سالہ محنت
۳۳	حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کی رائے	۲۰	تفریق بین المسلمین کے چھپے حیر ملکی ہاتھ
۳۴	مولانا شہید الدین کی مخالفت	۲۱	تفریق کے لیے حرام حرام کی گردان
۳۴	مولانا حیدر علی رامپوری	۲۲	پیر کرم شاہ کا فتویٰ کہ دونوں فرقہ ہائیت ہیں
۳۶	مولانا ولایت علی غلام آبادی	۲۳	ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ
۳۷	مولانا کریمت علی جوہری	۲۴	خان صاحب کا تشبہی سلسلے پر عتاب

۵۵	حضرت مولانا اسماعیل کی شہادت	۳۸	حضرت مولانا احمد الدین بگڑی بھیروی
۵۷	مجاہدین کی بستی پھر بھی قائم رہی	۴۰	تقویۃ الایمان میں الفاظ کفر ہوں یہ غلط ہے
۵۸	مولانا آل حسن اور مولانا رحمت اللہ	۴۰	حضرت شاہ اسماعیل شہید کی تحریک جہاد
۵۸	پادری فریج اپنارچ مٹان کی رپورٹ	۴۱	تحریک کا نصب العین
۵۹	علامہ سید سلیمان ندوی	۴۲	تحریک کی اصولی منزل
۶۰	آریوں کے دیانند سرستی سے مقابلہ	۴۲	شاہ صاحب کا خط شاہ بخارا کے نام
۶۱	سکھوں کو اہل خیر کہنے والے مسلمان	۴۲	شاہ صاحب کے خطوط میں انگریزوں کا ذکر
۶۲	مولانا اسماعیل شہید کی تصنیفات	۴۵	تحریک کا رخ انگریزوں کی طرف
۶۳	مولانا عبید اللہ سندھی کی رائے	۴۵	شیخ غلام علی آبادی کا بیان
	الکلام الفریدی عقائد الشہید	۴۶	شاہزادہ کامران کے نام ایک خط
۶۵	توحید باری تعالیٰ کے بیان میں	۴۶	انگریزوں پر غاصب ہونے کا فتنہ
۶۶	برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد	۴۷	میر شاہ علی کے نام ایک خط
۶۷	اکبری عہد میں بدعات کا شیوع	۴۷	برہانہ کے پریشکھل ایجنٹ کا بیان
۶۸	بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ	۴۸	ہنٹر کا تاریخی بیان
۶۸	عبدالعزیز ثانی کا ایک اور خط	۴۹	مجاہدین بالاکوٹ پر انگریزوں کی دہائے
۶۹	حضرت شاہ عبدالعزیز پیر پستی کے خلاف	۴۹	حضرت سیر احمد شہید کی خاندانی عظمت
۷۰	ہاتھ باندھ کر قبلہ رخ کھڑا ہونا	۵۰	مجاہدین بالاکوٹ کا نصب العین
۷۱	حضرت شاہ اسماعیل کی محنت	۵۰	شاہ نجیب کی شہادت
۷۱	اولاد دینا صوفیہ کے اختیار میں ہے	۵۰	حضرت خواجہ رفیع بخش کی دہائے
۷۲	تقویۃ الایمان کی مقبولیت عامہ	۵۱	مولانا محمد افضل مولانا نوری کے شاگرد
۷۳	عصا رحمت کی کتابوں کی مقبولیت	۵۲	مولانا محمد رفیع حضرت گنگوہی کے شاگرد
۷۴	کیا تقویۃ الایمان کا اسلوب بیان سخت ہے؟	۵۳	مولانا شہید پر بدعت کا الزام
		۵۴	انگریز اس الزام میں شریک

- ۹۷ غذا نہ ہونے میں سب مخلوق برابر ہے ۷۵  
 ۹۷ عبادت کے لائق نہ ہونے میں سب برابر ہیں ۷۷  
 ۹۸ قرآن کریم کی اس فہرست میں حضرت عیسیٰ کا ذکر ۷۹  
 ۹۸ توحید کے بیان میں اسلاف کا اسلوب و عطر ۸۰  
 ۹۸ حضرت ملا علی قاری کی شہادت ۸۰  
 ۹۹ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی شہادت ۸۱  
 ۱۰۱ حضرت شاہ عبدالعزیز کی شہادت ۸۱  
 ۱۰۱ مولوی احمد رضا خاں کے والد کی شہادت ۸۲  
 ۱۰۲ خدا کی سنی قدرت مننے کا شرکیہ عقیدہ ۸۲  
 ۱۰۲ بزرگوں کی صورت کا دھیان باندھنا ۸۳  
 ۱۰۳ انبیاء کو مردوں غیوب پر مطلع تھے ۸۳  
 ۱۰۳ عمار الہی کی اودھ میں شرکیہ عقائد ۸۵  
 ۱۰۳ اللہ نے جتنا دیا اس سے زیادہ معلوم کر لینا ۸۶  
 ۱۰۳ مخلوق کی طرف دھیان باندھنے کی شرکیہ صورت ۸۶  
 ۱۰۳ خیال آنے اور خیال باندھنے میں فرق ۸۷  
 ۱۰۴ تحریف ربانی میں واسطہ بننا ۸۸  
 ۱۰۴ مولف دلائل کی قطعی کا ازالہ ۸۹

### مقربان بارگاہ ایزدی کی شان

- ۱۰۵ کمالات راو جبر ۸۷  
 ۱۰۶ حضور کے آل و اصحاب کی تنظیم ۸۸  
 ۱۰۶ بزرگوں کی محبت ایمان کی علامت ۸۹  
 ۱۰۶ حضرت غوث پاک کے بارے میں ۹۱  
 ۱۰۸ اصحاب طریقت کا فیض ۹۲  
 ۱۰۸ رحمت ربانی کا اچھٹا ذراہ ۹۳  
 ۱۰۸ بزرگوں کے توسط سے طلب رحمت ۹۴  
 ۱۰۹ فنا فی اللہ اور اتصال علوی ۹۶  
 ۱۰۹ ارواح قدسید سے ملاقاتیں ۹۶
- ۹۲ پیغمبروں کی شان کے بارے میں
- ۹۳ توحید کے ساتھ رسالت کی ضرورت
- ۹۴ رسالت کے بارے میں صحیح عقائد کی طلب
- ۹۶ پیغمبروں کی بڑی شان ہے
- ۹۶ فیضانِ نبوت کی شان

## چند الزامات کی وضاحت

- ۱۲۳ ہر مخلوق اللہ کے آگے ذلیل (یعنی کمزور) ہے
- ۱۲۵ اس عہد میں پیغمبروں کو داخل نہ کرے۔
- ۱۲۶ ہر مخلوق کے فقط کو حضور پر لائے کی گستاخی
- ۱۲۶ مولانا شہید کی تائید میں :
- ۱۲۶ شیخ عبد القادر عیلائی کی شہادت
- ۱۲۶ شیخ شہاب الدین سہروردی کی شہادت
- ۱۲۶ خواجه قلام الدین اولیاء کی شہادت
- ۱۲۶ شیخ عبد اکبر محدث دہلوی کی شہادت
- ۱۲۸ چار مسلمان برقرار سے حقیر جاننا حرام ہے
- ۱۲۸ عربی لفظ ذلیل کے اردو معنی کمزور کے ہیں۔
- ۱۲۹ بندہ کبھی واجب الوجود کی صفت مستصفا نہیں ہوتا
- ۱۳۰ ”میں بھی ایک دن مٹی میں ملنے والا ہوں“
- ۱۳۱ شیخ عبد اکبر محدث دہلوی کا ترجمہ حدیث
- ۱۳۲ مولانا شہید کا عقیدہ فقط عبد اطہر
- ۱۳۲ ”میں اور ابوبکر و عمر ایک ہی مٹی سے بنے“
- ۱۳۳ قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہی کا بیان
- ۱۳۵ مولانا شہید اور مسطور مکان نظیر
- ۱۳۶ قدرت اور سکون مستقل موضوع ہیں
- ۱۳۷ لازم الوہیت کی انبیاء سے نفی بے ادبی نہیں
- ۱۳۸ مولانا شہید کے مخالفین کی اصولی غلطیاں
- ۱۴۰ علمائے محاطین انہیں کافر نہ کہیں
- ۱۴۲ مولانا ابوبکرات محمد احمد کا بیان

آسمانی فیصلوں پر اطلاع  
اولیاء کرام کی ابدی زندگی

- ۱۱۱ فقط علم حبیب غیب کی طرف منصف ہو
- ۱۱۱ حضور کے قلب پر اسرار غیب کا نزول
- ۱۱۳ اللہ والوں کے لیے خزانہ غیب کے قفل کھلنا
- ۱۱۳ وحی کی نزالی شان
- ۱۱۳ وحی میں کبھی غلطی نہیں پڑتی
- ۱۱۳ دین کے بارے میں کل علم
- ۱۱۴ حضور کا علم اتفاقی ہے
- ۱۱۴ ملائکہ و وحی کا اعتراف حق

## مولانا اسماعیل شہید کا فقہی موقف

- ۱۱۶ حضرت مولانا عبدالحی دہلوی کا بیان
- ۱۱۶ اعمال میں چار مذہبوں کی متابعت
- ۱۱۶ مجتہدین کی کوششوں کے ثمرات
- ۱۱۷ دورہ فقہاء ایک الہی تقدیر ہے
- ۱۲۰ حیر منصوص مسائل میں تعلیہ مجتہد
- ۱۲۰ قاری عبد الرحمن پانی پتی کی شہادت
- ۱۲۱ نواب صدیق حسن خاں کی شہادت

## ختم اور ایصال ثواب

- ۱۲۳ مولانا احمد رضا خاں کی وصیت
- ۱۲۴ فوت شدگان کو طعام سے فائدہ پہنچانا
- ۱۲۴ سورہ فاتحہ اور اخلاص کا ثواب

۱۵۷	نماز میں انسان سے خطاب	۱۳۳	اصلاح حال کی ایک مؤثر تجویز
۱۵۸	نماز مومنوں کی معراج	۱۳۳	فطرت کا صحیح فیصلہ آپ کے مسلح ہے
۱۵۹	نماز کی حفاظت	۱۳۳	صوتِ حال کا صحیح جائزہ
۱۵۹	نماز کا حکم	۱۳۳	اصلاح حال کی مختلف کوششیں
۱۶۰	قرآنی مضامین کی تلاوت	۱۳۵	مولانا عبد العظیم صدیقی کی فکری تبدیلی
۱۶۱	تہجد میں خطاب	۱۳۵	پیر کرم شاہ مولانا احمد رضا کی تجدید میں
۱۶۲	ایک صورتِ عمل	۱۳۶	بریلوی عذر کہ پیر کرم شاہ حجت نہیں
۱۶۳	دوسری صورتِ عمل	۱۳۶	پیر کرم شاہ کا اعتراف کہ غلط دیوبند ہفت ہیں
۱۶۴	تیسری صورتِ عمل	۱۳۶	بریلوی غلطی نے عبد الباقی کی تجویز ٹھکرا دی
۱۶۵	ہجرت کی اصطلاح	۱۳۷	مصنف اپنی بات کی تشریح کا نیا دہ حذر ہے
۱۶۶	شیخ الاسلام بہرہ وی	۱۳۸	حضرت شاہ اسماعیل شہید کی دو رکعت نماز
۱۶۷	امام ربانی مجدد الف ثانی	۱۳۹	شاہ سید احمد شہید کا مقام ولایت
۱۶۸	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۴۰	شاہ اسماعیل کی شان رسالت میں تصریحات
۱۶۰	غزل سے لے کر غزلِ لایط		
۱۶۰	تصور برقیعت		
۱۶۲	مولانا شہید کے ان شغلِ لایط	۱۵۱	نماز کی اہمیت
۱۶۴	مقصود سے توجہ ہٹانا	۱۵۲	نماز کے احادیث
۱۶۵	تصورِ برزخ کی غلط صورت	۱۵۵	نماز کے مقلات
۱۶۶	بت پرستی شرک نہیں؟	۱۵۵	نماز کے اثرات
۱۶۷	بتوں کا بنانا کفر نہیں؟	۱۵۶	مراقبہ و مشاہدہ
۱۶۸	عبادت میں گنہگار نہیں؟	۱۵۶	نظر پھیرنے کی محانت

### فہرست کا مقام توجیہ



- ۱۸۰ بڑی آفت سے نکال کر چھوٹے خطرہ میں ۱۹۹
- ۱۸۲ نماز میں بزرگوں کا تصور بزدلی منسوب ہے ۳۶
- ۱۸۳ حضرت سید احمد شہید کا ارشاد ۲۰۳
- ۱۸۵ ہمت کے معنی شاہ ولی اللہ کے الفاظ میں ۱۸۵
- ۱۸۵ حضرت کاناز میں تجہیز و تکوین کرتا ۳۰۰
- ۱۸۶ مولانا مصطفیٰ شاہ شہید کی حیثیت ۱۸۶
- ۱۸۶ سچو کے ۳۰۳
- ۱۸۸ مولانا احمد رضا خاں عظیمی شکر ۱۸۸
- ۱۸۹ عیسیٰ علیہ السلام ۳۰۳
- ۱۹۰ مولانا احمد رضا کے عبارت سے سمجھ لی ۱۹۰
- ۱۹۰ ایک لفظ ۳۰۳
- ۱۹۱ شاہ صاحب قلم میں خیال آستلی ۱۹۱
- ۱۹۳ خدمتِ شریعت کا سچ ۳۰۳
- ۱۹۳ نماز میں حضور کا خیال سے سچ ۲۰۵
- ۱۹۲ حاضر ہوتے اور حاضر کو سنت میں تفریق ۳۰۵
- ۱۹۵ نماز کے اوپر ایک اور لذت ۳۰۸
- ۱۹۶ جہاد کا آفاقی دہلی سے کھول کر کیا ۲۰۸
- ۱۹۷ تبلیغی سفروں کے ثمرات ۲۰۸
- ۱۹۸ آزاد و سلطنت اسلامی کا قیام ۳۰۸
- نماز میں آنے والے کی رعایت
- مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ
- امام کا کمزور کی رعایت کرنا
- نماز میں ستر کی طرف دھیان
- حضور کی اس باب میں ہدایت
- حضرت عمر کا فتوے
- حضرت عثمان کا فتوے
- حضرت علی کا فتوے
- امام شافعی کا فتوے
- قرآن آگے رکھ کر نماز پڑھنا
- نماز میں کسی سے حضور کا نام نہ لےنا
- نماز میں خیال آنسو اور لاشعور میں تفریق
- حضرت علامہ عثمانی کی تشریح
- خیال آنے اور توہم و جھلک کی حقیقت
- کسی محترم شخصیت کی طرف تعظیم جانا لایا ہے
- خیال آنا انعام الہی بھی ہو سکتا ہے
- خیال جانے میں شرک کی آلائش ہوگی
- شاہ اسماعیل شہید خیال بنامہ کے خلاف
- مشائخ طریقت کا طریق اصلاح



## نجدہ و نصلے علی رسولہ الکریم اما بعد

تعارف

و

اعتذر

پاک ہند کی تحریک آزادی کن تیرہ دہائیوں سے گزر کر منزل سے  
 جہانگاہ ہوئی اور علمائے اسلام کہاں کہاں دریائے خون میں تیرے ان واقعات  
 کی یاد سے ہماری قلمخ میں تسلسل پیدا ہوتا ہے اور مضعل دگوں میں تازہ خون  
 لگی لہر اٹھتی ہے ہم ذرا ماضی کی طرف پیش تو بہتر سے بہتر مستقبل کی تعمیر کر سکتے  
 ہیں۔ ان واقعات میں آیا ہر انداز کی محنت جھکتی ہے اور ان کی یاد سے  
 خدا کریمہ پایا ہر انداز کا ذوق ملتا ہے ضرورت تھی کہ تحریک اسلامی  
 کے قافلہ کا قافلہ دار عام تعارف ہو اور اس سے جدید فہم و واقف ہو سکے۔  
 اس تحریک کے سابقین اذہن موری طور پر حضرت امام شاہ ولی اللہ اور  
 حضرت شاہ عبدالعزیز اور عملی طور پر ان کے نقباء حضرت سید احمد شہید اور حضرت  
 مولانا اسماعیل شہید تھے ان شہیدوں نے سرزمین ہند میں قربانیوں کی لیتوں پر  
 ملت لیلیم کو پکڑے چیلے آئیل پر بھی لڑا ہے اور کھیلے آئیل کی قربانی پر بھی  
 تحریک آزادی نے آئندہ مختلف کردہیں ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار  
 نہیں کیا جاسکتا کہ تحریک آزادی کے خاکے میں پہلا رنگ شہیدانے بالاکوت  
 کے خون نے بچا تھا۔

یہ زونی دشمن عاتقین ہمیشہ سے ساری ہی ہر ملک مسلمانوں کو اپنے عظیم مقاصد  
 سے جدا کرنا چاہتے اور تفریق کی اندھونی سے شیرازہ تحت کو بار بار ہوتا آتا  
 کہنے لگتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق نے کس طرح منہاج نبوت سید  
 امت کی امامت فرمائی یہ ہماری تاریخ کا بہت روشن باب ہے لیکن کس

طرح ان بزرگوں کو یہود و مجوس کی سازشوں نے بدنام کیا یہ اپنی جگہ ایک تلخ حقیقت ہے  
حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کو بدنام کرنے میں بھی بیرونی سامراج نے کوئی کئی نہیں کی جدید  
نسلوں کو اپنے ماضی سے کاٹنے کے لیے ان حضرات کے خلاف تفرقہ کے سائے اس حیا تک  
انما نہیں پھیلانے گئے کہ ملت خواہ مخواہ دو حصوں میں بٹ گئی۔

یہ مختصر رسالہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے یہ اہل حق کا دفاع ہے اور حدیث دہلی سے تلخی دہلی  
کی ایک حسین یاد ہے اس وقت پاکستان میں اور یرون پاکستان فریب خوردہ و اغفلوں کی ایک لمبی  
قطار لگی ہے جو شب و روز مولانا اسماعیل شہیدؒ کے خلاف گستاخی و رسول کا لاوا لگنے میں اور اس  
ذوق تکفیر میں ان کے پینے پلانے کے جام چھلکے ہیں۔ تلخ گستاخ کرنے کے اس جاہلانہ شوق پر  
جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے کہ اس کے پیچھے بیرونی طاقتیں کھڑی ہیں۔

اپنے مفادات سے حلقہ کس سے ہیں جال کا      طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا  
اس معرکہ تفریق پر آئندہ ملکی سیاست کے خطوط کیچھے جا رہے ہیں یہ غلط انداز فکر قوم کو کہاں  
لے جائے گا یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں۔ یہ رسالہ آہ مظلوم ہے جو اہل خانہ کو خندانہ رکھنے  
کے ظلم کے خلاف اٹھی ہے مظلوم کو آہ بھرنے سے روکنا یہ اور ظلم ہو گا۔

جب بھی کشن کو خون کی ضرورت پڑی      سب پہلے ہی گردن ہماری کٹی  
پھر بھی کہتے ہیں ہم سے اہل چین      یہ ہمارا چین ہے تمہارا نہیں

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کے خلاف جو الزامات تصنیف کئے گئے ان کا جالی جواب ہمیشہ  
قدس میں رہنا چاہیے کہ مولانا احمد رضا خاں نے حضرت شہیدؒ کی تکفیر نہیں کی بلکہ علما و محققین کو اس  
سے دھوکا اور فریالہ زوم و الزام میں فرق ہے جو کہتے ہیں مولانا اسماعیل شہیدؒ نے ان عبارات میں کفری جہنمی ہراؤ لے کر  
تفصیل جواب کے لیے بہت سی جزئیات خود مولانا شہیدؒ کی تحریرات سے ہی پیش کی گئی ہیں۔ ہاں  
ایک بڑا الزام جو ان واعظوں کے ہاں الزامات کا ناشہ کہلاتا ہے وہ نماز میں حضور اکرمؐ کا خیال  
لانا ہے اس کی تفہیم و تفصیل ایک علیحدہ رسالے "نماز کا مقام توحید" میں ملے گی۔ والسلام

# پیش لفظ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

## تاریخی پس منظر

ہندوستان میں اوزنگ زیب عالمگیر کے بعد مسلمانوں کی سلطنت زوال کی طرف جاری تھی اور جو مسلم حکمران خود مختار ہو گئے تھے وہ بھی آہستہ آہستہ انحطاط کا شکار ہو رہے تھے۔ مغل تاج برائے نام رہ گیا تھا اور انگریز برکست پھیل رہے تھے، بہت سے وایاں یا ست نے محض اس لیے کہ ان کے اسباب عیش و عشرت باقی رہیں، اقتدار کی چوکت پر سرکھ دیا تھا اور مسلمان اپنی روایات سے بہت دور چلے گئے تھے۔ جن مسلم قوتوں نے اس بچنے سے چارچ میں اپنا خون چلایا ان میں سلطان شہر شیدائید کی آخری کرن تھی، ان کے بعد کوئی مسلم سلطنت ایسی نہ رہی تھی جس میں قوم کی غلبت رفتہ کی کوئی جھلک باقی ہو۔ مسلمانوں پر یس طاری تھا اور غیر مسلموں کا اقتدار سیلاب کی طرح بڑھ رہا تھا۔ پنجاب سکھوں کو مل گیا تھا اور وسط ہند میں مرہٹے اپنا کھم کو رہے تھے۔

## حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مسلم نوال کے اپنی کشت رات میں ایک عظیم شخصیت انجری جس نے قوم کی نین پر ہاتھ رکھا قوموں کے عروج و زوال پر جہت تیز بحث کی اور قوم کو اس حجت غلطی لکھ دیا جو پوری ہو کر رہتی ہے۔ یہ بزرگ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) تھے اللہ العالیہ کے صفت تھے۔ آپ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم کچھ عرصہ نقاوی عالمگیری کی تدبیر میں کام کر چکے تھے اور ان کے

علم و فضل کی خاصی شہرت تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے علوم و معارف کی تجدید و تدوین سے مسلمانوں کے بن مراد میں زندگی کی ندرت چھوڑی۔ سیاسی تنزل کے دور میں علم و فکر کا تحفظ کیا اور خلعت کدہ ہند میں علم و فضل کے دو چراغ روشن کیے جن کی تابانی آج بھی قوم کو روشنی بخش رہی ہے۔ سیاسی زوال کے دور میں اسلامی عقائد اور مسلم ہدایات کا تحفظ ہی ایک ایسی زمین تھی جس پر آئندہ قیام آزادی کی بنا رکھی جاسکتی تھی۔ یہ حضرت شاہ صاحب کی فکر تھی جو پہلے بالاکوٹ میں عمل بن کر ابھری اور یہی رد و بوجھ عمل تھی جس نے ۱۸۵۷ء کے تاریک خاکے میں رنگ بھرا کبھی یہ ندرت عمل تحریک خلافت میں ترقی اور جو چراغ حضرت شاہ ولی اللہ نے جلائے تھے وہ آئندہ آنے والی آزادی کی ہر تحریک میں اپنے خون کا رنگ بہتے رہے۔

بنا کر نہ خوش رسمے بنگاں و خون غلیظان

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

حضرت شاہ ولی اللہ کے جانشین قطب الاولیاء شیخ الحدیث حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (۱۲۲۱ھ) اپنے حق میں پورے ہندوستان کا علمی مرکز تھے۔ اپنے علم و عمل کی پوری قوت سے اپنے ولایت کی تعلیمات کو جان بخشی، آپ کے بارگاہی حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی (۱۲۳۰ھ) اور حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۶ھ) ملحق دینی فہموں میں آپ کے ساتھ تھے۔ جگہ جگہ علمی و روحانی تمام تعلیمات و ترقی علوم کا فیضان عمل سنت کے ساتھ ساتھ ملک میں پھیل رہا تھا۔

## ہندوستان کے دارالاحکام ہونے کا فتویٰ

علم و معرفت کے اس چشمہ صافی میں ایک سیاسی لہر اٹھی۔ یہ لہر قطب الاولیاء حضرت شاہ عبد العزیز کا فتویٰ تھا کہ علوم ہندوستان دارالاحکام ہے۔ اس تحریک کی سب سے پہلے ہندوستان

کی زمین تھرا اٹھی۔

شرعیت کا فتویٰ تھا حق کی منادی      کہ ہندوستان کی زمیں سب ہلا دی  
کہ جس نے سنا اس کو دھن اک لگا دی      اور اک قوم اپنے ہی گھر سے اُٹھا دی

انگریز حکمران بھانپ گئے کہ آئندہ ان کے خلاف دھواں کہاں سے اٹھے والا لیکن اتنی  
جلدی دو کبی ایسے شخص کو آگے نہلا سکتے تھے جو غلام ہندوستان کو دارالاسلام کہے اور دارالحرب کہنے  
والوں پر کفر کی گولہ باری کرے۔ قوم کے دھن کو اس درجہ گر لانے کے لیے کچھ وقت کی مسنت دیا کرتی۔

### حضرت مولانا اسماعیل شہید (۱۲۶۶ھ) کا خاندانی تعارف

آپ اسی خاندان دہلی کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے ان بزرگوں کی صحبت میں آنکھیں کھولی  
تھیں جو وقت کے اولیا کبار تھے۔ آپ قطب وقت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے پیچھے اور  
شاگرد تھے۔ ان کے سامنے ہی بڑے بڑے اہل ان کے سامنے ہی تعلیم و تبلیغ کی وادی میں قدم رکھا  
آپ مقام و نظریات میں اپنے خاندان کے ترجمان تھے۔ محرمکب جاد میں آپ اپنے شیخ طریقت  
مجاہد کبیر حضرت سید احمد بریلوی کے ساتھ شریک تھے جنہوں نے خرقہ خلافت حضرت شاہ عبدالعزیز  
سے لیا تھا۔

دہلی کی مسند حدیث ان دنوں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے حضرت شاہ  
محمد اسحق محدث دہلوی کے دم سے آباد تھی۔ آپ نے حضرت شاہ صاحب کے سامنے اس مسند حدیث  
کو زینت بخشی اور پورے خاندانی اعتماد کے ساتھ آپ نے مس و دفتری کی ذمہ داری سنبھالی  
حضرت شاہ اسماعیل اور حضرت شاہ محمد اسحق کے فضل و کمال کا پتہ اس سے چلتا ہے، کہ  
فرد مسرت میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی زبان پر کبھی یہ آیت جاری ہر حال تھی۔

الحمد لله الذی وهب لی علی الکبر اسمعیل واسحق

ان ربی لم یج الدعاء (پاۓ البسمۃ ص ۶۱)

(ترجمہ) سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اس بڑی عمر میں مجھے سنبھل اور الحق بخشے ہیں،  
بے شک میرا رب مُنسا ہے دُعا کر۔

حق یہ ہے کہ پورے ہندوستان پر اس خاندان کی علمی حکومت تھی جو لوگ حضرت شاہ  
سنبھیل محدث دہلوی پر دو قلع کرتے ہیں وہ اس میں نظر کو بھول جاتے ہیں کہ آپ کس خاندان کے  
خود تھے اور آپ کے عمائد و نظریات کن کن بزرگوں کے سامنے کھلے تھے۔ اس علمی خاندان کی شان  
یہ تھی کہ جہاں بھی علماء کرام تھے وہ اس خاندان کے باور اسطریا بلا واسطہ شاگرد تھے لہذا وہ مارہرو  
کے گندی نشین بھی اسی خاندان کا دم بھرتے تھے لہذا اپنی سہ علم کی سند دیتے تھے۔

### مارہرو کے گندی نشینوں کا آستانہ عقیدت

مولوی فضل رسول بدایونی پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اس خاندان کی مخالفت کی،  
ان کے پیر شاہ آل احمد (۱۲۳۵ھ) نے بھی سند حدیث اسی گھر سے لی تھی کہ حضرت تیار آل احمد کے  
بیعتیجہ سید آل رسول (جو مولانا نقی علی خاں والد مولوی احمد رضا خاں کے پیر تھے اور مولوی احمد رضا  
خاں نے بھی عنفوان شباب میں ان سے بیعت کی تھی) آپ بھی اسی گھر سے سند دیتے تھے۔ حضرت  
سید کمال رسول (۱۲۹۶ھ) نے اپنے صاحبزادے سید ابوالحسن احمد نوری کو حضرت شاد ولی اللہ محدث  
دہلوی کی کتابوں کی سند دی تھی۔

آپ کے اپنے صاحبزادے سید ابوالحسن نوری کو ۱۲۶۰ھ میں اجازت سلاسل توکان کریم  
صحاح بستہ و مصنفات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مرحمت فوائی تھی۔

۱۔ طوابع الاذکار ص ۱۹ مطبوعہ صفاق پریس بیت پور ۱۹۰۷ھ انوار اللعائن ص ۴۲

صدیقی پریس بریلی مطبوعہ ۱۲۸۶ھ ۲۔ دارالحدیث پرنٹر جلد ۲ ص ۱۱۹

یہ سید ابوبکیر نعیمی، جناب احمد رضا خاں کے پیرو تھے۔ آپ نے حقائق بخشش میں ان سے بڑی عقیدت کا اظہار کیا ہے، اس سے یہ چلتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا خاندان پورے ہندوستان میں علم اسلام کا مرکز تھا۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی تسلیم کرتے ہیں :  
 "شاہ ولی اللہ کے خاندان کا ہندوستان کے طول و عرض میں کافی اثر تھا۔"

مسلمان اس خاندان کے ارادت مند و معتقد تھے بلکہ

انگریز اس خاندان کے اثر کو ملکی سطح پر کم کرنا چاہتے تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ کہ غلام ہندوستان دارالحرب ہے انگریزوں کے خلاف نہایت مؤثر آواز تھی دوسری طرف شیخ فرقہ اس خاندان کے سخت خلاف تھا، حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب ازالۃ الخفا اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحفۂ اشاعہ شریعہ اس نئے دور میں اہل السنۃ و الجماعہ کے نہایت مضبوط قلعے تھے جنہوں نے عقائد اہل السنۃ کو نئے سرے سے جلا اور توانائی بخشی تھی اپنے پہلے سب اس خاندان کی علمی عظمت کے قائل تھے شیخ اور انگریزوں کے سوا کوئی نہ تھا جو اس خاندان کا دم نہ بھرتا ہو اور فقہ و حدیث میں حق و باطل اور کھرے کھوٹے کی پہچان پورے ہندوستان میں اسی خاندان کی رہین احسان تھی۔

مولوی فضل الرسول بلوچی نے گو اس خاندان کے خلاف آواز اٹھائی لیکن وہ بھی اہل السنۃ کے دو محاذ نہ بنا سکے، آخرت کا یہ پوجہ مولوی احمد رضا خاں کی قسمت میں تھا اور ابھی تک ان کا دور نہ آیا تھا۔

اُس وقت مسلمانوں میں پورا دینی اتحاد تھا۔ اہل سنت مسلمانوں میں باہمی تفریق نہ تھی سب

مسلمان متحد تھے دہلی کے اس علمی اقتدار سے سند لیتے تھے  
 مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر قبضہ

انگریز تاجربن کر ہندوستان میں داخل ہوئے اور رفتہ رفتہ یہاں کی سیاسی قوت بن گئے



آپس میں لڑا دینا ان کی شاطرانہ سیاست تھی اور آپس میں لڑ پڑنا یہ امر کہ کی حماقت تھی، انگریزوں نے اس نہر سے پورا فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر قبضہ جا گئے۔ اس ناجائز قبضہ کے خلاف دینی احساسات ابھر سکتے تھے ان سے بچنے کے لیے متحدین دہلی کے مرکزی اعتماد کو ٹوڑنا ضروری تھا۔ جن لوگوں نے مسلمانوں کے اس مرکزی اعتماد کو ٹھیس پہنچائی اور انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے ہندوستان کو دارالاسلام ٹھہرایا۔ انہوں نے شاہ عبدالغفری کے دارالحرب کے فتوسے کو غلط قرار دیا اور مولانا انیسٹین شہید کی تحریک جہاد کی مخالفت کی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں میں براہ کے دو محاذ قائم کر دیے۔ انھوں نے مسلمانوں کی کوئی خدمت نہیں کی خود اسلام پر برا ظلم کیا کہ اس میں تفریق کی ایک شاہراہ قائم کر دی۔

## مسلمانوں کے علمی اقتدار پر حملہ

قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالغفری محدث دہلوی کے دور میں مسلمانوں کا سیاسی اقتدار تو چھن چکا تھا لیکن علمی اقتدار پھر بھی قائم تھا جب حضرت شاہ صاحب نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تو انگریزوں نے اسی وقت مسلمانوں کے اس علمی اقتدار پر حملے کا فیصلہ کر لیا تاہم اس کیلئے مہلت دے گا رہی۔ حضرت شاہ صاحب کی عظیم شخصیت کے سامنے کسی پیر یا مولوی کا چراغ نہ جھل سکتا تھا البتہ ان کی وفات کے بعد ان علما حق کے متعلقے میں کچھ وظیفہ خوار مولوی اور پیر کھڑے کر دیے گئے۔ علما کے اس دوسرے قافلے کے سالار مولوی فضل رسول بدایونی تھے لیکن پھر بھی مسلمانوں میں ابھی تک براہ کے دو محاذ نہ بنے تھے۔ دیوبندی اور بریلوی ناموں کے جو اختلافات آج انتہا کے سامنے ہیں وہ ان دنوں کہیں ظاہر نہ تھے۔

مولوی فضل رسول بدایونی (۱۲۷۲ھ تا ۱۸۵۶ء) — آپ پیٹے شخص ہیں

جنہوں نے سب سے پہلے اس فائدہ ان کی مخالفت کی۔ آپ کے ایک عزیز یعقوب حسین بدایونی نے

اکمل التاریخ میں آپ کے سوانح حیات قلمبند کیے ہیں اُن سے یہ چلتا ہے کہ آپ سرکار انگریزی کے ملازم تھے اور آپ کو انگریزوں کی نیدر اٹریچس دیسی ریاستوں سے کچھ وظائف بھی ملتے تھے آپ کے دوست یہ کام تھا کہ جس طرح محمد بن کسے مقدسین دہلی کے مرکزی اقتدار کو ختم کیا جائے اور مسلمان جس طرح سیاسی طور پر وظائف الملک (ANARCHY) کا شکار ہیں دینی طور پر بھی مختلف گروہوں میں بٹ جائیں۔

آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے اقتدار علمی پر حملہ کیا۔ حضرت شاہ اسماعیلؒ اور حضرت شاہ محمد اسحاقؒ تو ایک طرف رہے آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر بھی اپنے زہین ہاتھ صاف کیے اور پوری کوشش کی کہ مسلمانوں کی اس شرکت علمی کو تاراج کیا جائے جو ہندوستان کے مسلمانوں کا سیاسی زوال کے اس دور میں واحد دینی سہارا تھی۔

مولوی فضل رسول بدایونی اپنی کتاب البراقی المحمدیہ رجم الشاہین النجدیہ میں ٹبری سمیت کے بعد لکھتے ہیں :

”احمال شاہ ولی اللہ صاحب آپ بچہ زشتہ اند مخالف اہل التہذیب و ہجرت است و اولاد و امجاد شاہ ولی اللہ کہ اس گونہ تصنیفات را ذائع و شائع نہا عقد و در پردہ کتمان داشتند گویا پردہ بر بے پرو گیہائے والد ماجد نمود اندا محمد رسولی محمد اسماعیل زمانہ را فارغ از حکومت سلام و خالی از علما و اعلام یافتہ حدت جبلی را خیل بلند آواز ساختہ آن انکھ افسردہ دیرینہ کسر را شغل نمود۔“

ترجمہ : شاہ ولی اللہ صاحب نے جو لکھا ہے وہ اہل سنت و اجماعت کے خلاف ہے اور آپ کے ارکوں نے جو آپ کی اس قسم کی کتابوں کو شائع اور عام نہیں کیا اور پردہ کتمان میں رکھا تو گویا اپنے باپ کی بے پرو گیوں پر پردہ ڈالے رہے۔ مولوی اسماعیل نے وقت کو اسلامی حکومت سے فارغ دیکھا اور بڑے علماء سے خالی پایا تو طبیعتی

کو اوتیر کر کے اس جنگاری کو جو خاک تلے بھی ٹپری تھی، بھر کا پالے۔

اس وقت یہ بحث نہیں کہ مولوی فضل رسول بدایونی اس علم و استدلال میں کن غلطیوں کے مرتکب ہوئے، اس وقت ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ مولوی صاحب کس طرح ایک ہی محلے میں حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت شاہ عبدالقادر، حضرت شاہ رفیع الدین، حضرت شاہ محمد اہن اور حضرت شاہ اسماعیل شہید کی کریم شخصیتوں کو مجروح کر گئے۔ محدثین دہلی کے مرکزی اعتماد پر یہ پہلی ضرب تھی۔ مولوی فضل رسول صاحب نے ان حضرات محدثین پر تنقید کی تہمت بھی لگائی حالانکہ یہ حضرات خود اہل فقیہ کے خلاف تھے اور صحابہ کرام کی حمایت میں ایک عرصہ سے کام کر رہے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی کتابیں ”ازالہ الخواص عن خلافت الکھلفاء اور قرة العینین فی تفضیل الخلفاء اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی کتاب ”تغہ اشار مشربہ“ جن کے موضوع خود ان کتابوں کے ناموں سے ظاہر ہیں، ان کتابوں پر بھی انھوں نے اعتراضات کیے اور عبارات کو کھینچ کر ان کی ایسی تشریحات کیں جن سے انتشار بڑھے، مسلمان دینی نقطہ اعتبار سے بجا نہ رہیں اور ان کا مرکز دہلی ٹوٹا چلا جائے۔ ان بدایونی صاحب نے حضرت شاہ محمد اہن محدث دہلوی کی کتاب ”ماتہ مسائل“ کا رد بھی لکھا اور ”تیسع المسائل در رد مسائل نجدیہ اراذل جیسی کتابیں تصنیف کیں، بہت سے واقعات بھی تصنیف کیے اور دہلی کے اس مرکز ملی کو بھام کسے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا، حضرت شاہ اسماعیل شہید اسی خاندان دہلی کے ایک فرد تھے، ان کتابوں کے نام اور ان کے نکلنے کے عنوان خود بتا رہے ہیں کہ بدایولی صاحب کس قسم کا ذہن پیدا کرنا چاہتے تھے اور کس زبان میں بول رہے تھے، یہ حالات وہیہ ہونڈا علی بتا رہے ہیں کہ مسلمانوں میں نفرت پھیلانے کی ان کو کششوں کے نیچے قیافہ فکر کی بات تھی، افسوس غیور پر نہیں ان لوگوں پر ہے جو ان کے آگے کار بنے پھر جب یہ کارروائی دین کے نامی پر قیامات لہ رہی ہے یہ سب ماضی صرف اسلام کے خلاف نہیں۔ غیر ملکی

حکومت تھی مسلمانوں میں تو تفرقہ پھیلایا جا رہا تھا اور ہندوؤں کو خوش کرنے کے سامان فراہم کیے جا رہے تھے۔ مولوی فضل رسول بدایونی نے یہاں تک فتویٰ دیدیا کہ عبادت کیلئے بُت بنانا کفر نہیں ہے بلکہ

### مولوی احمد رضا خاں بریلوی صاحب (۱۳۴۰ھ)

مولوی فضل رسول بدایونی کے بعد ان کے جانشین اختلاف کی اس لکیر کو پھینٹتے رہے یہاں تک کہ پھر یہ خدمت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے سپرد ہوئی، ان کی بھی پوری کوشش تھی کہ جس طرح بھی بن آئے مسلمانان ہند کا اعتماد ان قد ثین دہلی سے اٹھایا جائے اور دہلی کے اس علمی خاندان کو اس طرح بنام کیا جائے کہ مسلمان پھر ایک جھنڈے کے نیچے جمع نہ ہو سکیں۔

انگریز ہندوستان میں (DIVIDE AND RULE) تفریق ڈالو اور حکومت کرو۔

کی پالیسی لے کر آئے تھے اور ان کی کامیابی کا راز اسی تفرقہ بازی میں مضمر تھا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے نہ صرف یہ کام کیا کہ مولانا اسماعیل شہید کے خلاف رسالے لکھے، دہلی کے اس مرکز علمی کو بنام کیا بلکہ تفریق میں اہلین کے اس محاذ پر اپنی زندگی کے سچا سال لگا دیے۔ ملت اسلامی کا کوئی خیر خواہ اس پرائس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انھوں نے اپنی زندگی آخر کس کام پر لگائی، آپ کے ایک معتقد قاری احمد علی بھیتی سورج ۹ حضرت کے مقتدی (کلام اول) میں لکھتے ہیں :

” ۱۲۹۰ھ میں مولانا شاہ احمد رضا خاں نے قلم اٹھایا، کثرت سے کتابیں

لکھیں، فتوے صادر کیے، عربین شریفین کے سفر میں شہر علماء عربین سے ملکر دیوبند کی تحریروں کے خلاف تصدیقات حاصل کیں جن کو حاکم اکرمین کے ہم سے کتابی صورت میں شائع کیا۔ مولانا احمد رضا خاں سچا سلسلہ اسی جد و جہد

لے فتوے مولانا فضل رسول بدایونی مطبوعہ مسند اختلافات پریس شاہجہاں آباد ص ۱۲۲۸ھ

لے ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۴۰ھ تک ۴۲ سال بنتے ہیں معلوم ہوا ہے یہ قاری جی حساب نہیں جانتے تھے۔

میں منہمک رہتے ہیں تاکہ کہ مستقل دو منتخبہ فکر قائم ہو گئے، بریلوی اور دیوبندی۔ دونوں جماعتوں کے علماء اور عوام کے درمیان مخالفت و تصادم کا یہ سلسلہ آج بھی بند نہیں ہوا ہے۔ لے

ایک غیر جانبدار شخص جب اس عبادت سے گزرتا ہے تو اس کے ذہن میں چند سوال خود ابھرتے ہیں، وہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی عبارات میں اگر کوئی غلطی دیکھی تھی تو پہلے خود ان علماء سے ہی استفسار کیوں نہ کیا؟ ان سے وضاحت کیوں نہ پوچھی؟ سید سے عرض کیوں نہ کی؟ اور یہ اردو جہالت ان لوگوں کے سامنے کیوں رکھیں جو اردو نہ جانتے تھے؟ اور جو عربی ترجمہ کیا وہ خود کیوں کیا؟ کسی غیر جانبدار زبان سے کیوں نہ کرایا؟ اور پھر جن علماء پر غلط عقائد کے الزامات لگائے جا رہے تھے انھیں صفائی کا موقع کیوں نہ دیا گیا؟ اور پھر یہ ساری کارروائی کیوں کی جارہی تھی؟ اور پھر اس تفرقے کی تشہیر اور تفریق بین المسلمین کی توثیق (Confirmation) اور تائید آخر تاں بڑا کام نہ کیوں تھا کہ اس پر زندگی کے پچاس سال لگا دیے جاویں اور پھر جب علماء دیوبند کی طرف سے ان عبارات کی تشریح کی گئی اور ان عقائد سے بیزاری کا اظہار کیا گیا جو ان عبارتوں کے سہارے ان علماء کے ذمے لگائے گئے تھے تو اس صفائی کو بچھپائے اور اس پر پردہ ڈال کر اس اختلاف کو بحال رکھنے میں آخر کون سی خدمت اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی تھی؟ تفریق بین المسلمین کی اس کارروائی کے پیچھے اگر غیر ملکی ہاتھ نہ تھا تو اس تفریق پر اور ان الزامات پر احمد رضا خاں صاحب کو آخر تاں اصرار کیوں تھا؟

اس وقت ان سوالات کی وضاحت اور ان کے پیچھے کے عوامل زیر بحث نہیں دیے جا سکتے ہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ مولوی فضل رسول بدایونی کے بعد تفریق بین المسلمین کی یہ خدمت مولوی احمد رضا خاں کے سپرد ہوئی اور جس طرح مولوی فضل رسول نے کہا تھا کہ عبادت کے لیے بُت بنانا کفر نہیں اس طرح

مولوی احمد رضا خاں بھی ہندوؤں کو دباویں سے بہتر قرار دیتے تھے آپ نے نکاح کے بارے میں ایک فتویٰ جاری فرمایا :

”نکاح نام باہمی ایجاب و قبول کا ہے اگرچہ باسن پڑھاوے۔ چونکہ وہابی سے پڑھانے میں اس کی تنظیم ہوتی ہے جو حرام ہے لہذا احتراز لازم ہے۔“  
مولوی احمد رضا خاں نے تفریق بین اہلین کے لیے جو شدت اعتقاد کی یہ بتا رہے تھے کہ اس کے پیچھے کسی بڑے مسلم کش سیاسی ظالم کا ہاتھ تھا۔ مولوی صاحب کا ایک اذیتناک ملاحظہ کیجیے جو شخص دباویہ دیوبندیہ کے کھرمیں شک کرے اس کے بارے میں لکھتے ہیں :

”بلاشبہ اس سے دور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا، اس سے نفین

اس کی امانت، اس کا رد فرض ہے اور توقیر حرام و دم اسلام، اسے سلام کرنا حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کے ساتھ کھانا پینا حرام، اس کے ساتھ شادی بیاہت حرام، اور قربت زنا خاص اور بیار پڑے تو پوچھنے جانا حرام، مرنے والے تو اس کے جنازے میں شرکت ملے مسلمانوں کا سائل و کفن دینا حرام، اس پر ناز جنازہ حرام بلکہ کفر، اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا، اس کے جنازے کی مشایعت حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام، اس کے لیے دعائے مغفرت یا ایصالِ ثواب حرام بلکہ کفر۔“

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے یہاں گیارہ دفعہ لفظ حرام کی گردان کی ہے، آپ اس عدد سے کہیں غلط ثابت کر رہے تھے افسوس انہوں نے یہ نہ سوچا کہ خدا کے خلق و تعین کے سب سے پہلے جو ان حرام کاموں سے نہ بچ سکیں گے۔

مولوی فضل رسول دہلوی حضرت شاہ عبدالعزیز کے قریب الہد ہونے کی وجہ سے

اہل اہلۃ والجماعہ مسلمانوں کے دو محاذ نہ بن سکے تھے۔ ابھی اس خاندان کی طبعی عظمت احمد مرکزی حیثیت پوری طرح قائم تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا ان بزرگوں کی یاد گزرتی گئی اور پھر وقت آیا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب (۱۳۴۰ھ) بقول جناب قاری احمد پیلو بھیتی مسلمانوں کے دو محاذ بنانے کے اس مقصد کو نپا کر گئے۔ قاری جی لکھتے ہیں :

مولانا احمد رضا خاں پچاس سال سلسل اسی قبو جہد میں تنہا رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتبہ قرآنی قائم ہو گئے۔

تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ مولانا اسماعیل شہید کو کافی کھینے کی حرارت مولوی احمد رضا خاں صاحب کو بھی نہ ہوئی کیونکہ ابھی تک اس طبعی خاندان کا خلفہ باقی تھا۔ پورے ہندوستان میں قرآن و حدیث کے ایران ابھی تک اسی خاندان کے نام سے گونجتے تھے اور مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی یادیں کسی نہ کسی درجے میں لوگوں کے دلوں میں محفوظ تھیں۔ دارالحدیث دہلی کے فیض یافتگان جب دیوبند منتقل ہوئے تو مولانا احمد رضا خاں کی زبانِ مخیر پھر ان کے خلاف خوب کھلی اور ایسی کھلی کہ اب تک یہ شوق جاری ہے۔ جو مولوی صاحبان اس مخیر کی مشق کرنے والے ہیں وہ اس کام کا مولوی احمد رضا خاں جیسا کو مجتہد سمجھتے ہیں اور ان کے نام سے یہ فقہِ مخیر ہر گز مسمیٰ مسلمانوں کو دو ٹوک سے کیے ہوئے ہے اور حق یہ ہے کہ دونوں فریق اصولاً اہل اہلۃ تھے۔ پھر وہ (ضلع سکو دھا) کے پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں :

”اس ابھی اور داخلی انتشار کا سبب الٹا کہ پہلا اہل اہلۃ والجماعہ کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔ دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی۔ حضور نبی کریم کی رسالت اور ختم نبوت۔ قرآن کریم، قیامت اور دیگر ضروریاتِ دین میں کلی موافقت ہے۔ مولوی احمد رضا خاں علماء دیوبند کی تحریرات اگر علماء دیوبند کے سامنے ہی پیش کرتے

۱۔ سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی مش ۲۔ فرماتے ہیں : ”علمائے متعین انہیں کافر نہ کہیں کیونکہ یہی صواب ہے“ (تسبیح ایمان ص ۴) ۳۔ ضیاء القرآن جلد ۱ ص ۴۰



اور آپس کے افہام و تفہیم سے بات حل ہو جاتی تو اُمت کے دو محاذ ہرگز نہ بنتے لیکن افسوس کہ مولیٰ صاحب نے خود مصنفین سے تو ان عبارات کا ذکر کیا نہ کیا اور ان اردو عبارات کو لے کر ہزاروں میل دور ان لوگوں کے پاس پہنچے جو اردو نہ جانتے تھے۔ اس صورتِ عمل سے یہ چلتا ہے کہ اہلِ باختریت کو مل کرنے کی ذمہ داری اُمت کے دو محاذ بنانے مقصود تھے اور ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے والے خاندان کو بدنام کر کے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے کی انگریزی خدمت مقصود تھی۔

## ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ

جس طرح قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے پوری جرأتِ ایمانی سے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے بھی پوری جرأتِ بطافی سے غلامِ ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور انہی دنوں اعلیٰ حضرت مدعوں پرے آگے فتویٰ بھی سنیں :

”ہندوستان بفضلہ دارالاسلام ہے“

اس وقت تفصیل کا موقع نہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیشِ نظر مسلمانوں کو آپس کے دو محاذوں میں کھڑا کرنا تھا اور الزامات کی آڑ میں آخر یہ دو محاذ بن کر کہے اور مسلمان آپس میں اس طرح بیٹے کہ مولانا احمد رضا خاں کو بگھے بغیر ان کے پھر کٹھے ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یہی الزامات تو ان کی تردیدِ بار بار ہو چکی ہے اور جو عقیدہ جس کے ذمے لگایا جائے وہی خود اس کا انکار کر دے تو اس الزام میں کیا جان رہ جاتی ہے۔ فتویٰ مذکور کے ٹائٹل کا فوٹو آگے ملاحظہ کیجئے۔

## محدثینِ دہلی کے نقشبندی سلسلے پر عقاب

محدثینِ دہلی کا بیعت و ارشاد کا سلسلہ زیادہ تر نقشبندی تھا۔ شیخ نقشبندیؒ شکر و محبت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 انرا قادات عالیہ  
 امام اہلسنت مجددین ولت اعلم حضرت  
 عظیم البرکۃ قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سنی بنام تاریخی

# اعلام اعلام

بان

## ہندوستان اسلام

باہتمام

جناب مولانا مولوی محمد البرکات خان  
 صاحب خانہ اکبر حضرت اقدس سرخس بجاؤ  
 آستانہ عالیہ رضویہ دامت

برکاتہم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کے سنت خلاف تھے اس لیے مولوی احمد رضا خاں کو نقشبندی سلسلے کے بزرگ حضرت امام ربانیؒ مجدد الف ثانیؒ (۱۰۳۵ھ) سے کچھ کدسی تھی، انھوں نے جہاں کہیں آپ کا ذکر کیا ہے کہیں آپ کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں لکھا وہ انھیں اپنے بزرگوں میں ہی تسلیم نہیں کرتے، ایک تمام پرکھتے ہیں :

”کوئی مجددی ان کے قول سے استہلال کرے اس کو وہ جانے ہم ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحر (صحیح ہوش) سے بتایا، خدا کے فرمانے سے کما تمام جہاں کے شیوخ نے جو ربانی دعوے کیے ہیں ظاہر کر دیئے کہ ہمارا مسکو (نشتہ) ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہ سے ہوتی ہیں، ناواقفیت یا سگور۔“

مولانا احمد رضا خاں پھر بڑے طنز سے انھیں خاندانِ دہلی کا بڑا لکھتے ہیں :-

تمام خاندانِ دہلی کے آقا سے نعمت ہے

اس اندازِ کلام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صرف مولانا اسماعیل شہید کے ہی خلاف نہ تھے۔ پورا خاندانِ دہلی ان کی آنکھوں میں کلکتا تھا وہ ان کو ہی نہیں ان کے سب پران و مسلح کو بھی غیر آنکھ سے دیکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پورے خاندان سے علم و معرفت کے چشمے جاری تھے۔ توحید و سنت کی حمایت میں ان کا نقطہ نظر ایک ساتھ، ان کی فکر و نظر میں

۱۔ گویا مجدد الف ثانیؒ آپ کے کچھ نہیں گتے وہ جس کے ہیں وہ ان کو جانے غلام نہیں مولانا احمد رضا خاں کو حضرت مجدد الف ثانیؒ سے یہ فیض کیوں تھا۔

۲۔ کیا حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دعوے صرف ربانی جمع خرچ تھے اور کیا سب بے ہوشی کا نتیجہ تھے (معاذ اللہ) حضرت کی شان میں کس قدر گستاخی ہے۔ انکو کہتے

۳۔ غلو خاں مولوی احمد رضا خاں حشر سوم مثلاً ایہا قوتہ الواسطہ صلا الشاہیدہ صلا

سُنّت سے محبت اور بدعت سے نفرت کا بیج مجددِ اہلِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی نے ہی  
 بیاہرا تھا اور یہی تشنہ‌ی شیعہ تھے جو ہندوستان میں شریعت کے چشہ‌مانی کے گرد پہرہ لے  
 رہے تھے اور ایک ایک بدعت کا انکار کر رہے تھے۔ مولوی احمد رضا خاں کو اس سکاڑے سے حضرت  
 مجددِ اہلِ ثانی کی شخصیت سے کوئی حقیقت نہ تھی اور یہ حق ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے ان اکابر  
 دہلی کی مخالفت سے سُنّت کی خدمت نہیں کی بدعات کو فروغ دیا ہے۔

فقہ اور حدیث میں کمرے کھولنے کی پہچان اور کتابِ سُنّت کی صحیح تعبیر ان دنوں ہندوستان  
 میں ان محدثین دہلی سے وابستہ تھی۔ اس خاندان کی مخالفت شاہِ اسلام سے بغاوت اور انتشار کی  
 طرف ایک نیا قدم تھا۔ مولانا حالی سرزمینِ مدینہ کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں :

اے جہاں آباد اے اسلام کے دارالعلوم اے کہ تھی علم و ہنر کی تیرے اک عالم میں دھوم  
 تھے ہندو تہذیب میں اتنے جتنے گردِ پنبوم تھا اناضلیہ تیرا جباری ہند سے ناشا اور دم  
 زیب دیتا تھا لقب تجھ کو جہاں آباد کا

نام روشن تجھ سے تھا عفتِ طاہرہ و بغداد کا

تیری طینت میں ودیعت تھا مذاقِ علم و دین جیسے امی تجھ میں تھے عالم نہ تھے ایسے کہیں  
 ہند میں جو تھا محدث تھا وہ تیرا خوشہ چیں تھی محدث خیز لے پائخت تیر سر زمیں

تھا تہذیب بھی مسلم تیری خاک پاک کا

بیہقی وقت تھا اک اک فقیہ اس خاک کا

شاذ و نادر تھا تصوف میں کوئی تیرا نظیر آبِ دگل کا تیرے تھا گویا تصوف سے خیر  
 تیرے کھنڈروں میں پڑے سے تیراں وہ ہمہ گیر تھا کبھی انوار کے جن کے زمانہ مستنیر

آج جس دولت کا بازار جہاں میں کال ہے

تیرا قبرستان اس دولت کا مال ہے

## محدثین دہلی کی صحیح یادگار

حضرت مولانا اسماعیل شہید اس فاضل کے مقبول چشم و چراغ، جلیل القدر عالم، نہایت بڑے مجاہد اور نہایت اوسنے درجے کے دلی تھے۔ آپ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاگرد تھے، حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کی پوتی اُم کلثوم بنت عبدالرحمن آپ کے نکاح میں تھیں۔ یہ اُم کلثوم حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کی نواسی تھیں۔ مولوی فضل رسول دہلوی یا مولوی احمد رضا خاں کی مخالفت سے اس آستانہ عقیدت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ مولوی اسماعیل شہید میں عقیدے یا عقیدت کا کوئی فرق ہوتا تو پہلے قطب الارشاد حضرت شاہ صاحبؒ ان کے برادرانِ عالی مرتبت اور ان کے جانشین مسند دہلی حضرت شاہ محمد اسحق محدث دہلوی اس کا نوٹس دیتے، کیا وجہ کہ ان علماء کرام اور محدثین عظام کو تو ان میں کوئی غلطی نظر نہ آتی اور اس کا پتہ چلا تو صرف مولوی فضل رسول دہلوی کو جو خود ائمہ گنہگار کے ہاں ملازم تھے۔

دہلی مرحوم کے بعد دہلی کے روشن چراغ اطراف و اکناف میں پھیلے شاہ اسماعیل شہید ہوئے اور شاہ محمد علی حجاز ہجرت کر گئے مدرسہ جیسے کچھ وقت تک حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کی قال اللہ اور قال الرسول کی صداقت سے گونجا رہا۔ ان کے بعد علم حدیث کی میراث دار العلوم دیوبند اور نظام العلوم سہارنپور پہنچی دہلی میں اس کے آثار مدرسہ امینیہ میں منتقل ہوئے اور پھر ڈھیل اور ندوۃ العلماء تک یہ فیض پھیلتا گیا۔ محدثین دہلی کی عظمت ملی اب بھی پوری آب و تاب سے قائم تھی اور ہر معروف مدرسہ انہی کے نام سے سند لیتا تھا۔

## مولانا اسماعیل شہید اپنے اکابر اور دیگر مشاہیر ہند کی نظر میں

حضرت مولانا اسماعیل شہید اپنے علم و اعتقاد میں اپنے چچاؤں اور دادا سے سرسبز و سبز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی فضل رسول نے جب حضرت شہید کے نظریات پر تنقید کی تو انہیں ان

کے دادا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو بھی اس میں شامل کرنا پڑا اور حضرت شہید کے ساتھی  
حضرت شاہ محمد اہلی محدث دہلوی کے خلاف بھی سواد کھنا پڑا اور یہ حقیقت ہے کہ یہ نوبہ خاندانِ ہلی  
مولوی احمد رضا خاں کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا۔

حضرت شاہ عبدالغفر زینِ محدث دہلوی نے اپنے ایک مکتوب میں مولانا سہیل شہید کچھ ایسے  
حجۃ الاسلام کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ حضرت شہید آپ کی زندگی میں زبانِ قلم سے دین کی  
خدمت شروع کر چکے تھے۔ تقویۃ الایمان بھی حضرت شاہ صاحب کی زندگی میں لکھی گئی تھی۔ اس کا  
ایک نسخہ حضرت شاہ عبدالغفر زین کی وفات سے چار ماہ پہلے کا کتابت شدہ ملا ہے۔ حضرت مولانا عبدالحق  
جن کے متعلق حضرت شاہ عبدالغفر زین فرماتے تھے کہ میرا نصفِ علم ان کے پاس ہے۔ مولانا سہیل  
شہید کے بروقت کے ساتھی تھے۔ دونوں حضرات مجاہدِ کبیر حضرت سید احمد کے اراد مند تھے۔  
صراطِ مستقیم شیخ کے افادات میں جنہیں ان دونوں حضرات نے جمع کیا ہے۔

حضرت سید احمد تحریکِ جہاد کے مرکز کی تلاش میں پہلے نواب امیر خاں کے پاس پہنچے  
تھے۔ نواب صاحب کے آثارِ سرحد کے قبیلہ سالار زئی سے تعلق رکھتے تھے۔ نواب امیر خاں اپنے  
وقت میں راجپوتانہ کی ایک بڑی طاقت تھا اس نے انگریزوں کی ماتحتی قبول نہ کی تھی لیکن وہ انگریزوں  
کی پاؤں کو اچھی طرح نہ سمجھ پایا یہاں تک کہ ۱۸۱۷ء میں اس کے علین سب ایک ایک کر کے ٹوٹ  
گئے اور انگریزی فوجوں نے تین مختلف سمتوں سے وسط ہند کی طرف بڑھنا شروع کیا اور آخر کار  
نواب کو انگریزوں سے صلح کرنی پڑی۔ حضرت سید احمد اس سے مایوس ہو گئے اور اسی وقت  
جے پور چلے گئے وہ جس امید پر نواب کے پاس آئے تھے وہ پوری ہوئی نظر نہ آئی اور اپنے نواب سے

۱۔ یہ خط مکتب خانہ دیوان شمس الدین ریاست جیلپور میں موجود ہے اس کی سند رسالہ ہدایت ماہِ قمر  
۱۲۰۹ھ مطبوعہ ملوا آباد میں بھی ملی ہے، مزید تحقیق کے لیے حضرت مولانا ابوالحسن ندوی کی کتاب سیرتِ سید احمد

شہید جلد اول صفحہ ۲۱۸ سے ۲۲۰ تک دیکھیے

اپنا تعلق توڑ لیا۔ یہاں سے آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو جو خط لکھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب ان کی برابر سرپرستی فرما رہے تھے اور یہ حضرات اپنے علم و مقام اور فکر و نظر میں بالکل حضرت شاہ صاحب کے طریقے پر چل رہے تھے۔ سید صاحب نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں لکھا تھا:

”یہ خاکسار سراپا الحکام حضرت کی قدم بوسی میں منقریب حاضر ہوا ہے  
 یہاں شکر کا کارخانہ درہم برہم ہو گیا ہے۔ نواب صاحب لوگی سے مل گئے  
 اب یہاں رہنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔“

اس کے بعد آپ دہلی چلے گئے ان واقعات سے واضح پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور اپنے دوسرے بزرگوں سے سرو ہوئے ہوئے تھے۔ یہ انگریزوں کی چال تھی جس نے مولوی فضل رسول بدایونی سے ان کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کر دیا اور مجاہدین کو ہر طرف سے ہٹام کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ مولانا اسماعیل شہید، مولانا عبدالحی اور حضرت سید احمد کچھ بھی اپنے بزرگوں سے ہٹے ہوئے ہوتے تو سب سے پہلے حضرت شاہ صاحب ان پر گرفت کرتے۔ مولانا اسماعیل شہید آخر دم تک اپنے آپ کو اس خاندان کا رکن کہیں اور ایک دفتر دار فوجدار سمجھتے تھے۔ آپ نے ۱۹ ربیع الثانی ۱۲۳۵ھ کو یہ خط عطار شاہ کے نام اپنے شیخ کے حکم سے لکھا:

”اے فقیر و خاندان فقیر و بلاد ہندوستان گناہ نمیت ارف

الوف انام از خواص و حرام ایں فقیر و اسلاف ایں فقیر رہے

دانند کہ مذہب ایں فقیر اباً عن جدی حقیقی است

(ترجمہ) یہ فقیر اور اس کا خاندان ہندوستان میں غیر معروف نہیں۔ خاص و

عام کروڑوں لوگ اس فقیر کو اور اس کے خاندان کو جانتے ہیں کہ یہ فقیر

لے وقائع احمدی ص ۳۲ نواب وزیر الدولہ لے مکتیب سید احمد شہید ص ۱۱۱



خاندانی طور پر معنی ہے لے

حضرت شاہ اسماعیل شہید کے متعلق اس وقت کے دیگر اہل علم کی آراء گرامی بھی نہیں اور پھر تم کشن کی ستم گری پر سر دینے ان کی کتابوں کی جو سمجھ مولوی فضل رسول اور مولوی احمد رضا خان کو تہ توں بعد آئی وہ ان علماء اعلام اور اکابر وقت کو کیوں نہ آسکی۔ حق یہ ہے کہ ان کی عبادت میں کھینچا تالی غلط تعبیر اور سیر پھر کی یہ منتظم تحریر بہت بعد کی ہے۔ حضرت شہید کے زمانے کے ممتاز اہل علم سب ان کے ساتھ تھے اور کسی کو ان سے کفر و اسلام کا اختلاف نہ تھا۔

### صدر الصدور مولوی عبدالقادر رامپوری (۱۲۶۵ھ) لکھتے ہیں :

دہلی میں مولوی اسماعیل خلیف مولوی عبدالغنی خلیف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو فرسہ بیلا قوت استنباط اور تیزی ذہن میں اس زمانہ میں اپنے دادا اور چچاؤں کی یاد گارتھے۔ مخلوق کو ان بدعات سے روکنے پر جو مستحبات بلکہ واجبات میں غلط ہو گئی ہیں، بہت باندھ رکھی تھی جو مجھ کے دن جامع مسجد میں اور دوسرے دنوں اس قسم کے محفلوں میں بیان کرتے تھے لے

### صدر الصدور دہلی مفتی صدر الدین (۱۲۸۵ھ) کی رائے

تقویۃ الایمان کو نظر اجمالی سے دیکھا ہے باعتبار اصول اور اصل مقصود کے بہت غریب ہے اور مولوی اسماعیل صاحب کو ایسا دیکھا کہ پھر کسی کو ایسا نہ دیکھا۔ یہ لوگ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے پارہ ۲ سورۃ آل عمران ع ۹ میں فرمایا ہے۔ الذین قال لہم الناس ان الناس قد جمعوا الیکم فاخشوہم فزادہم ایماناً وقالوا حسبنا اللہ۔

لے یہ خط حضرت سید محمد بریلوی کا ہے مگر مضموناً یہ مولانا اسماعیل شہید کو بھی شامل ہے۔

لے وقائع عبدالقادر خانی، اردو ترجمہ، علم و عمل جلد ۲ ص ۲۳۲

## مفتی سعد اللہ صاحب رامپوری

”مولانا محمد اسماعیل مغفور عالم ربانی و صدر فیوض یزدانی بودند قوت نظریہ از علوم نقلیہ و عقلیہ بآں مرتبہ داشتند کہ زبان ناطقہ مشاہیر علماء عصر و جناب تقریر ایشان لال بود و عاصدین اہل علم را رو بر آئے ایشان بجز سرمد خاموشی در گوشت حرف زدن محال مے نمود“

ترجمہ: ”مولانا محمد اسماعیل ایک مغفرت یافتہ عالم ربانی اور رب العزت کے فیوض کا چشمہ تھے۔ علوم نقلیہ و عقلیہ میں ایسی بلند مرتبہ قوت نظریہ رکھتے تھے کہ مشاہیر علماء عصر کی زبان ان کی تقریر کے سامنے گنگ تھی اور حمد کرنے والے اہل علم کو ان کے سامنے سرمد خاموشی کے سوا کچھ سے بات نہ کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔“

حضرت مفتی صدر الدین صاحب اور حضرت مفتی سعد اللہ صاحب رامپوری دونوں حضرات شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ انوار ساطعہ کے مصنف مولوی عبدالمسیح رامپوری ان حضرات کی بہت تعریف کرتے ہیں، ان حضرات کے یہ فتاویٰ ایک صدی سے شائع ہو رہے ہیں ان پر چڑھ کر نے اور ان علماء عصر کی اس قسم کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ اور ان کی کتابوں کے متعلق اس پہلے دور کے اکابر اہل علم کی رائے بہت اچھی تھی اور یہ الزام تراشی اور بہتان بندی بہت بعد کی ایجاد ہے۔ یہ ایک سازش تھی جس کا مقصد اہل السنۃ مسلمانوں کو دھڑلے دھڑلے کرنا تھا اور نادان مولوی آج تک اس لیکر کر پٹیتے چلے جا رہے ہیں۔

## مولانا فضل حق خیر آبادی

مولانا فضل حق خیر آبادی نے ایک دو ملی باتوں میں حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ سے اختلاف کیا تھا لیکن یہ اختلاف کسی الزام پر مبنی نہ تھا نہ اس میں مولانا اسماعیل شہیدؒ کو کافی الجھڑا قرار دینے

کی کوئی تجویز تھی۔ تاہم مولانا خیر آبادی بہت سعادتمند تھے کہ انھوں نے مولانا اسماعیل شہید کی مہفتہ سے رجوع کر لیا تھا۔ آپ نے جب محرکہ بلا کوٹ میں مولانا اسماعیل شہید کی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا: "اسماعیل کو ہم مولوی (ہی) نہیں مانتے تھے بلکہ وہ اُمت محمدیہ کا حکیم تھا کوئی شے نہ تھی جس کی انیت اور لیت اس کے ذہن میں نہ ہو۔ امام رازی نے اگر حاصل کیا تو دودھ چارخ کھا کر (رات کو چارخ کی روکشی میں منت کر کے) اور اسماعیل نے محض اپنی قابلیت اور استعدادِ خدا داد سے"۔ لے

مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے مولوی اسماعیل صاحب کی مخالفت کی۔ وہ بے شک حق پر تھے اور میں غلطی پر تھا، مجھ پر جو مصیبت پڑی میرے انہی اعمال کی مناسبت ہے، میری مولوی اسماعیل سے دوستی تھی، میں بھی اُن کے ساتھ شہید ہوا مگر کیا کیا جائے، بدایوں والوں نے اُتھار کر ان سے بھڑا دیا۔" لے

مولانا فضل حق خیر آبادی جب مخالفت بھی تھے تو اُن کے شاگرد حضرت مولانا سراج الدین لکھنوی وغیرہ سب مولانا اسماعیل شہید کے ساتھ تھے اپنے استاد کے ساتھ نہ تھے، اس سے مولانا خیر آبادی کے اختلاف کا وزن آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مولانا سراج الدین نے اس بحث میں مولانا خیر آبادی کے خلاف ایک رسالہ بھی لکھا تھا۔ دیکھئے۔ "نزیحۃ الخواطر جلد ۱ ص ۱۹"

حضرت مولانا اسماعیل شہید کے بارے میں مولانا فضل حق خیر آبادی کے بدلے عارف کی تائید مولانا کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیر آبادی کے بیان سے بھی ہوتی ہے آپ معنولات میں اپنے والد مرحوم کے باشعور تھے۔

کسی نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ بھی مولانا عبدالحق صاحب سے منطق کی کچھ کتابیں پڑھ لیں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی مولانا عبدالحق سے جو گفتگو

لے الحیاء ص ۱۱۱ لے امیرالروایات ص ۱۱۱ روایت مولانا امیر شاہ خاں عن المفتی عنایت اللہ مرحوم

ہوئی اسے ہم المیزان کے احمد رضا نمبر سے نقل کرتے ہیں :

پوچھا بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے ؟ فرمایا تدریس و تصنیف اور افتاء۔  
 پوچھا کس فن میں تصنیف کرتے ہو ؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا جس مسئلہ  
 دینیہ میں ضرورت دیکھی اور دوہا بیہ میں ۔ علامہ نے فرمایا آپ بھی  
 رد و ہایت کرتے ہیں ایک وہ ہمارا بدایونی خطی ہے کہ ہر وقت اس  
 خط میں مبتلا رہتا ہے یہ اشارہ تاج الفحول عب الرسول حضرت مولانا  
 شاہ عبدالقادر بدایونی کی طرف تھا جو علامہ کے استاد بھائی دوست  
 اور ساتھی تھے اعلیٰ حضرت آزدہ خاطر ہوئے لے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا اسماعیل شہید کے بارے میں خیر آبادی حضرات کا وہ موقف  
 نہ تھا جو بدایوں اور بریلی کے ان علماء نے اختیار کر رکھا تھا ۔ مولانا فضل حق خیر آبادی  
 اپنے اختلاف کو ختم یا بالکل نرم کر چکے تھے اور وہ شدت جو بریلیوں نے ان کی خلاف  
 اختیار کی اسے ایک خط سمجھتے تھے ۔

مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی تحقیق میں مولانا خیر آبادی اور مولانا  
 اسماعیل شہید میں جب اختلاف تھا تو سبھی وہ محض اجتہادی قسم کا تھا ہدایت و ضلالت کا  
 اختلاف نہ تھا نہ اس میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم تھے پیر صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں  
مسئلہ امتناع نفیر | اس مقام پر امکان یا امتناع نفیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 علیہ وسلم کے متعلق اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے نہ تصویب یا تخطیط کسی  
 کی فریقین اسماعیلیہ و خیر آبادیہ میں سے شکر اللہ تعالیٰ میعہم السلام  
 دونوں کو ماجرو و شاب جانتا ہے لے

## مولانا رشید الدین کی مخالفت

مولانا رشید الدین صاحب کی مخالفت بھی برسہا برسہا قبل جیسے چند مسائل سے متعلق تھی اور اس اختلاف میں کفر و اسلام کے فاصلے ہرگز نہ تھے۔ نہ کوئی فریق کسی فریق کے کفر و احماد کا قائل تھا مولانا رشید الدین کے صاحبزادے مولانا سدید الدین کا عظیم علمی کتب خانہ جب ۱۸۵۷ء کے حادثات میں ضائع ہو گیا تو انھوں نے کہا :

”ہم کو اپنے کتب خانہ کے ٹٹ جانے کا اس قدر افسوس نہیں جس قدر ان حراشی کے ضائع ہو جانے کا ہے جو مولانا شہید نے علمی کتابوں پر لکھے تھے، کیونکہ وہ کتابیں پھر بھی مل سکتی ہیں مگر ان حاشیوں کا اب بننا محال ہے۔“

یہ وہ خراج تحسین ہے جو حضرت مولانا اسماعیل شہید نے اپنے سے اختلاف رکھنے والے علماء کے جانشینوں سے وصول کیا۔ وہ حضرات سعادتمند تھے جنہوں نے اختلاف کے یہ فاصلے اپنے وقت میں اور بھی کم کر لیے تھے ایسے مولانا اسماعیل شہید سے اختلافات کفر و اسلام کے اختلافات تھے۔  
**حضرت علامہ مولانا حید علی رامپوریؒ** آپ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے قائد تحریک حضرت میر تقی میر

نے اپنے حلقہ حقیقت میں کیا روح پھونک رکھی تھی اسے ان کی زبان سے سنئے حضرت مولانا اسماعیل شہید اس حلقے کے رکن رکین تھے علامہ حیدر علی جیسی عظیم شخصیت کی ہمنوائی بتلا رہی ہے کہ ان مجاہدین کے عقائد کسی طرح صراطِ مستقیم سے جھکے ہوئے نہ تھے حضرت مولانا حیدر علی لکھتے ہیں :

”ان کی ہدایت کا نور آفتاب کی مثل کمال زور اور شور کے ساتھ بلند اور قلوب عباد میں منور ہوا۔ ہر ایک طرف سے سعیدان ازل رختِ سفر

باندھ کر منزلوں سے آگے، شرک و بدعات وغیرہ منہیات سے کہ حسب عادت زمانہ خوگر ہو رہے تھے تو یہ کہ کے توحید و سنت کی راہ راست اختیار کرنے لگے اور اکثر ملکوں میں خلفاء راست گردار جناب موصوف کے سیر فرما کر لاکھوں آدمی کو دین محمدی کی راہ راست بتادی، جن کو سمجھ تھی اور توفیق الہی نے ان کی دست گیری کی وہ اس راہ پر چلے۔

اور ہزاروں خلیفہ باجائز مقرر ہوئے کہ ان سے ایک سلسلہ بیعت و ارشاد و تلقین جاری رہے اور وہ لوگ جو نماز روزے سے بیزار اور بھنگ بوزے سے کاروبار رکھتے تھے، شراب اور تازیان کے بدن کا خمیر ہو رہا تھا، بڑا کہتے تھے کہ نماز کیپنی کا حکم نہیں اور نہ روزہ کو نسل کا آئین۔ زکوٰۃ و حج کا پھر کیا ذکر ہے؟ شب و روز رشوت و زنا و مردم آزاری اور سود خوری میں مشغول رہتے تھے اور مرد و عورت مثل حیوانات بے نکاح باہم ہوتے اور سینکڑوں ولد الزنا ان سے پیدا ہوتے اور صد ہا پیرو جان باختون نصاریٰ اور مشرکوں کے مثل تھے، محض حضرت کی تعلیم سے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے نکاح اور غننے کروائے۔ نیک پاک اور متقی ہو گئے۔ حضرت کے ہاتھ پر دس دس ہزار آدمی ایک ایک بار بیعت کرتے گئے اور بہت بہت ہنود اور رافضی اور جوگی اور انت حضرت کے ارشاد و تلقین سے خالص مسلمان ہو گئے اور بعضے نصاریٰ اپنی قوم سے آکر خفیہ ایمان لے آئے پھر ہزار اعلیٰ نے بعد حصول بیعت و خلافت رہنمائی خلق اللہ اختیار کی بعضوں نے وعظ و نصیحت و ارشاد و تلقین کو عادت سی ٹھہرائی اور بعضوں نے آیات قرآنی و احادیث صحیحہ کی کتابیں لکھیں اور رسالے اور ترجمے شائع کیے کہ جس میں غیب و عبادات اور ترہیب گناہ ہی سے اپنے ملک کی زبان میں پیشہ اپنا کر کے

ہزاروں جہلا کہ کہ سید حاکم بھی ٹھٹھوٹھ جانتے تھے، عالم بنادیا اور  
بعضوں نے دونوں طریقے اختیار کیے۔ اے  
مولانا عبد الاحد جو اس پاک طینت قافلے کے بہت سے افراد سے ملے تھے اپنے  
تأثرات ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔

• حضرت سید صاحب کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زیادہ ہندو وغیرہ  
کفار مسلمان ہوئے، اور تیس لاکھ مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور  
جو سلسلہ بیعت آپ کے خلفائے کے خلفائے کے ذریعہ تمام نوے زمین پر جاری  
ہے۔ اس سلسلہ میں تو کروڑوں آدمی آپ کی بیعت میں داخل ہیں۔ اے  
مجاہد فی سبیل اللہ مولانا ولایت علی عظیم آبادی (م ۱۲۶۹ھ) تحریر فرماتے ہیں :  
"جس وقت دعوت کی آواز ملک ہندوستان میں بلند ہوئی، تمام  
ملک کے لوگ پروانوں کی طرح اس شمع ہدایت پر ہجوم کرنے لگے۔ یہاں  
تک کہ ایک روز میں دس دس ہزار آدمیوں کی جماعت بیعت ہونے لگی،  
ان کا گردہ مذبذب و بڑھ گیا، اور ہزار ہا انسان اپنا دین چھوڑ کر اسلام سے  
مشرف ہوئے اور ہزار ہا لوگوں نے مذاہب باطلہ سے توبہ کی، پانچ چھ برس  
کے عرصہ میں ہندوستان کے تیس لاکھ آدمیوں نے حضرت سے بیعت کی  
اور سفر حج میں تقریباً لاکھ آدمی بیعت سے مشرف ہوئے، ان سب لوگوں  
میں ہزار ہا عالم ہیں اور ہزار ہا عاقل اور سینکڑوں حافظ ہیں اور سینکڑوں مفتی

اور بہتیرے جہانگیر ہیں اور بہتیرے گارڈ سوڈہ اس سے صاف ظاہر ہو

لے حیاتیۃ الناس عن وسوسۃ الخناس از مولانا حیدر علی رامپوری مطبوعہ ۱۳۱۵ھ

۱۳۱۵ھ آملہ : علیہ سرخ احمدی



کہ اللہ کے حضور میں اُن کی بڑی تقبولیت اور تائید ہے کہ تملی خلافت کا دل ان کی طرف بے اختیار کھینچا جاتا ہے اور وہ بے اختیار ہو کر مرید ہوتے ہیں لہٰذا اعلیٰ کی یہ جذب صادق کس طرح سعادتمندوں کو اپنی طرف کھینچتی تھی اور ان کی زندگیوں کا رخ کیسے بدل جاتا تھا اسے ان کے الفاظ میں پڑھیے۔

”اس تبرک گروہ کا اثر دریافت کیا جائیے کہ جو شخص اعتقاد کے ساتھ

اس گروہ میں داخل ہوا اور اس نے بیعت کی۔ اسی وقت سے اس کو دنیا

سے نفرت اور آخرت کا خوف پیدا ہوتا ہے اور روز بروز یہ کیفیت بڑھتی جاتی

ہے اور شرک و بدعت سے محض پاک ہو جاتا ہے اور اللہ کی محبت و عظمت شروع

کی تعظیم و توقیر و نماز کا شوق سب اس کے دل میں جگہ پڑتے ہیں، اللہ کے

مخالف اس کو بُرے لگتے ہیں، اگر چہ باپ دادا ہوں، بیٹا بیٹی یا پیرِ اُستاد

دل میں اللہ کا خوف کچھ ایسا آجاتا ہے کہ ان کی مروت ہرگز باقی نہیں رہتی

اکثر لوگوں نے عمدہ نوکریاں چھوڑ دی ہیں، حرام پیشے ترک کر دیئے اور کتنے

خانماں سے ہاتھ اٹھا کر محض اللہ کے واسطے بکل پڑے، اور اس گروہ کے

سبب ایک عالم نازی ہوا، بلکہ اس گروہ کو دیکھ کر گمراہ کرنے والے بھی اپنے

معتقدوں کو نماز کی تلقین کرنے لگے کہ ہمارے لوگ کہیں ہم سے نہ پھر جائیں لہٰذا

مولانا کرامت علی صاحب جونپوری (م ۱۲۰۹ھ) جو خود اپنے وقت کے ایک بڑے

مصلح و داعی اور بحال کے حق میں (جو عرصہ سے صحیح اسلامی زندگی اور اسلامی تعلیمات سے

نا آشنا تھا) خدا کی رحمت اور تاثیر و ہایت میں اس کی ایک نشانی تھی۔ اپنے رسالہ

۱۔ رسالہ دعوت مشمولہ مجموعہ رسائل تسبیح از مولانا ولایت علی عظیم آبادی ۶۵ھ۔ رسالہ دعوت

از مولانا ولایت علی عظیم آبادی صادق پوری مشلا۔

”مکاشفاتِ رحمت“ میں تید صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”اُن کے اوصاف و کرامات لکھنے کی حاجت نہیں، تمام ملک میں مشہور ہیں۔ اس سے بڑھ کے کیا کرامات ہوں گی کہ اس ملک کے مردوں و عورتوں میں نماز روزہ خوب جاری ہو گیا اور آگے ہندوستان کے پیرزادوں اور مولویوں سے لے کے عوام لوگوں تک کی عورتوں میں نماز کا چہر چاہی نہ تھا اور اب بالکل ہر قوم کی عورت مرد نماز میں مستعد ہو گئے ہیں، قرآن شریف کا صحیح اور باتجربہ پڑھنا اور قرآن شریف کا حفظ خوب جاری ہو گیا ہے، اور حافظوں کی کثرت ہوئی ہے، یہاں تک کہ عوام لوگوں کی عورتیں حافظ ہوئیں اور دیہات اور شہروں میں لوگ حفظ کر رہے ہیں اور پرانی مسجدیں آباد ہوئیں اور نئی مسجدیں بننے لگیں۔ ہزاروں آدمی مکہ مدینہ کسے حج اور زیارت سے مشرف ہوئے اور شرک اور بدعت اور کفر کی رسم اور خلافِ شرح کام سے لوگ باز آئے اور سب کو دین کی تلاش ہوئی اور دینی کتابیں جو نادر اور کیاب تھیں سو شہر گاؤں میں ہر کہیں گھر گھر پھیل گئیں اور حقیقت میں حضرت تید صاحب اس زمانہ کے سارے مسلمانوں کے مرشد ہیں۔ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے، جانے یا نہ جانے، مانے یا نہ مانے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے مجدد کیا ہے، اس کے طریقہ میں داخل ہونا دین میں مضبوطی کی نشانی ہے۔“

حضرت مولانا احمد الدین بگویی کی رائے گرامی | حضرت مولانا احمد الدین بگوییؒ ۱۲۸۶ھ

حضرت شاہ محمد اسحق محدث دہلویؒ

کے شاگرد تھے مگر سند آپ کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے دی تھی۔ حضرت مولانا غلام محمد

”مکاشفاتِ رحمت“ از مولانا کرامت علی چوہدری

بگوی آپ کے غلیفہ مجاز تھے۔ آپ کا نزار جامع مسجد بحیرہ ضلع سرگودھا میں ہے۔ آپ بگوی خاندان کے مورث اعلیٰ اور پنجاب کے علماء و مشائخ کے سرتاج تھے۔ حدائق الحنفیہ میں ہے۔  
پنجاب میں کوئی صاحب علم ان کی شاگردی سے بے بہرہ نہ ہوگا کوئی بالذات کوئی بالواسطہ ان کے تلامذہ میں منتسب ہوگا۔ حدائق الحنفیہ ص ۵۵

جناب اقبال احمد صاحب فاروقی نے تذکرہ اہل سنت و الجماعۃ لاہور میں نہایت شاندار الفاظ میں آپ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ آپ مولانا اسماعیل شہیدؒ کے بہت معتقد تھے۔  
حضرت مولانا احمد الدین بگویؒ (۱۲۸۶ھ) سے مختلف موضوعات پر دس سوال کئے گئے۔ آٹھواں سوال حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کے بارے میں تھا۔ جوابات عشرہ کاملہ کے نام سے مطبع فخر المطابع دہلی نے ۱۲۷۲ھ میں شائع کئے تھے۔ آٹھواں سوال اور اس کا جواب ملاحظہ کیجئے۔  
مسئلہ آٹھواں :- بعضے لوگ مولوی اسماعیل مرحوم کو کافر جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس نے تقویت الایمان میں بعضے کلمے کفر کے کہے ہیں۔ یہ بات کس طرح ہے ؟

جواب :- مسلمانوں کو کافر کہنا، ایک وجہ سے کفر ہے، اور ایک وجہ سے کبیرہ۔ چنانچہ تفصیل اُس کی کتب فقہ میں موجود ہے، چہ جائے ایسے مسلمان کو کافر کہنا کہ حافظ، عالم اور حرمین شریفین کی زیارت کرنے والا اور اللہ کی راہ میں اپنے وطن کو چھوڑنے والا، اور غازی اور اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے والا۔ چنانچہ مولوی اسماعیلؒ کے ظاہر حال میں دُنیا سے پاک و صاف ہو کے گیا، بموجب قول اللہ تعالیٰ : وَلَا تَمُوتُوا اِلَّا وَ اَنْتُمْ عَلٰی سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاۡمٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ (یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے، ان کو مُردہ نہ کہو، بلکہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں جانتے)۔ اور تفسیروں میں لکھا ہے کہ شہید رزق دیے جاتے ہیں اور کھاتے ہیں، اور پر خور داری اُٹھاتے ہیں مانند زندوں کے اور اُن کی ارواح ہر رات میں عرش کے نیچے سجدہ اور رکوع کرتی ہیں قیامت تک۔ اور شہید کا جسم قبر میں بودا نہیں ہوتا، اور اُس کو آگ نہیں کھاتی، اور قیامت تک جو شخص اُن

کو سلام کرے، اس کو جواب دیتے ہیں۔ اور سوائے اس کے بہت آیتیں اور حدیثیں شہیدوں کی تعریف میں ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حاجی اور مہاجر کے پہلے گناہ سب دُور ہو جاتے ہیں۔ سو جو کوئی ایسے شخص عالم، فاضل، متبع سنت کے حق میں بدظنی اور کفر کا اعتقاد کرے، وہ آپ ہی اس بلایں مبتلا، اور منکر ہے آیات اور احادیث کا۔ بلکہ کسی مسلمان کی تکفیر درست نہیں، خاص کر موت کے بعد۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ اُس نے کلمات کفر کے تقویۃ الایمان میں کہے ہیں، سو محض غلط ہے، اور بے بھی ہے، بلکہ اُس بزرگ نے کمال توحید کا بیان کیا ہے۔ اگر بنظر انصاف دیکھئے، اور جو کلام کسی بزرگ کی اپنے ذہن میں برخلاف شرع معلوم ہو، اس کی تاویل صحیح کرنی چاہیئے، اور اسی طرح مشائخ کی کلام بھی تاویل طلب ہے، جیسے قول مولانا روم علیہ الرحمۃ کا شعر :

من ز قرآن مغر ما برداشتم

استخوان پیش سگان انداشتم

سو ایسے بزرگوں کی تکفیر ادنیٰ اہل علم نہ کرے گا، مگر وہی سفیہ احمق جو اُن کے لہوال سے واقف نہ ہوگا، یا دل میں فساد رکھتا ہوگا، یا کلمہ دین کا اُسے حلق سے نیچے نہ اُترا ہوگا۔ اللہ سب مسلمانوں کو ایسی بدظنی سے محفوظ رکھے۔ عشرہ کاملہ مطیع فخر المطاہ دہلی

### حضرت شاہ اسماعیل شہید کی تحریک جہاد

حضرت مولانا اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحق ان مجاہدین کے سرخیل تھے جن کے امیر حضرت سید احمد بریلوی خلیفہ قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالغفر زعمدث دہلوی تھے۔ یہ دونوں حضرات آپ سے بیعت تھے۔ یہ تحریک دہلی سے شروع کی جاتی تو مجاہدین کی عام لام بندی اور ہجرتی بہت شکل ہو جاتی اور کسی فوجی کارروائی کا آغاز کرنے سے پہلے ہی یہ تحریک ختم کر دی جاتی۔ یہ حضرات تحریک آزادی کی جگہ اس طرح نہ لڑنا چاہتے تھے کہ محض شہادت پالیں بلکہ ان کے پیش نظر اولاً ایسے

حالات پیدا کرنے تھے کہ حق کے غلبہ عام کے لیے زمین ہمارا ہو جائے اور سرفروش مجاہدین غامی تعداد میں ان کے گرد جمع ہو سکیں۔

### تحریک کا نصب العین اور طریق کار

اس تحریک جہاد کا نصب العین پورے ہندوستان کو غیر مسلم قبضے سے بچھڑانا اور اس میں قرآن و حدیث کا عادلانہ نظام لانا تھا۔ چونکہ اس وقت ہندوستان کی مرکزی غیر مسلم طاقت انگریز تھے۔ یہ مجاہدین چاہتے تھے کہ اس مرکزی طاقت سے بچھڑنے سے پہلے اپنا ایک مضبوط مرکز بنائیں قائم ہو جائے۔ یہ مرکز دہلی یا وسط ہند میں قائم کرنا مشکل تھا۔ اس کے لیے ایسے مقام کی ضرورت تھی جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو اور ان حدود کے قریب کوئی آزاد مسلم ملک بھی ہو۔ قائدین تحریک بیک وقت اپنی تمام مخالفت قوتوں کو جگانا نہ چاہتے تھے۔ انھوں نے اس عظیم نصب العین کے لیے یہ طریق اختیار کیا کہ پہلا محاذ سکھوں کے مقابلے میں کھولا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر انھیں پنجاب میں غلبہ مل جاتا ہے تو پھر پورے ہندوستان کی جنگ آزلوئی ٹہری کامیابی سے لڑی جاسکتی ہے۔ اس میں یہ سمجھنا بھی تھی کہ یہ قائدین تحریک جب دہلی سے روانہ ہوں گے تو راستے میں مختلف مقامات کے سینکڑوں مسلمان ان کے ساتھ ہوتے جائیں گے۔ پورے ملک میں آزادی کی لہر دوڑ جائے گی اور چونکہ براہ راست تحریک انگریزوں سے نہیں سکھوں سے ہوگی اس لیے انگریز ابھی سے سامنے نہ آئیں گے۔

ادھر انگریز بھی بہت ہوشیار تھے وہ براہ راست ٹکرائیے کی بجائے دوسروں سے ہی اس تحریک جہاد کو دلوانا چاہتے تھے۔ سکھوں کو ان کی سرپرستی حاصل تھی اور وہ سکھوں کو یہ اثرات دے رہے تھے کہ مسلمانوں نے اپنے دور اقتدار میں سکھوں پر بہت ظلم کیے تھے اس لیے اب انھیں مسلمانوں کو کسی قیمت میں برداشت نہ کرنا چاہیے۔ حضرت مسیح احمد بریلویؒ اور مولانا اسماعیل شیدہ کا طریق کار یہ تھا کہ پہلا محاذ سکھوں کے خلاف کھولا جائے اور پنجاب پر قبضہ کر کے پھر پورے ہندوستان کی جنگ آزادی لڑی جائے۔

## تحریک کی اصولی منزل

مجاہد کبیر حضرت سید احمد بریلویؒ نے شاہ بخارا کے نام جو خط لکھا وہ مکاتیب شاہ اسماعیل شہید میں موجود ہے۔ اس میں تحریک کے اس نصب العین پر کافی شہادت ملتی ہے کہ یہ حضرات بالآخر سارے ہندوستان کی آزادی چاہتے تھے، اس خط میں ہے :

”ہر گاہ بلاد اسلام در دست کفار نام افتد برجا میراہل اسلام عموماً و  
شاہ میر حکام خصوصاً واجب و موکدے گردد کہ سعی و کوشش در مقابلہ و متقابلہ  
انہما بجا آرد تا وقتیکہ بلاد مسلمین را از قبضہ ایشان برآرد والا آثم و گناہگار سے شوند  
و عامی و دستگار و از درگاہ قبول مردود سے گدند و از مساحت قرب مطرود“ لے  
(ترجمہ) جب اسلامی علاقے کافروں کے قبضے میں چلے جائیں تو جمہور اہل اسلام پر عموماً اور شاہ  
حکمرانوں پر خصوصاً واجب ہو جاتا ہے کہ ان کے مقابلہ اور متقابلہ میں کوشش اور عمل بجا  
لائیں یہاں تک کہ بلاد مسلمین کو ان کے قبضے سے ٹھکرائیں ورنہ گناہگار و نافرمان اور ظالم  
ٹھہریں گے۔ بارگاہ قبول میں مردود ہونگے اور قرب حق کے میلان سے دور پھینکے جائیں گے۔“

اگر سکھ غیر مسلم تھے جو پنجاب پر قابض تھے تو انگریز بھی تو غیر مسلم تھے جو سارے ہندوستان  
پر چھا رہے تھے۔ اس خط میں سبب جہاد بلاد اسلام کو غیر مسلم قبضے سے ٹھکانا لکھا ہے۔ پس جو سبب  
سکھوں کے خلاف موجب جہاد تھا وہ انگریزوں کے مقابلے میں بھی کار فرما تھا۔ یہ صرف طریق کار کی  
ترتیب تھی کہ پہلی تلخ سکھوں سے لی گئی۔

مجاہدین سرحد کی طرف روانہ ہوئے، جہاں جہاں سے یہ حضرات گزرتے سیکڑوں مسلمان  
ان کے ساتھ ہوتے جلتے اور تحریک کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا۔ اگر یہ تحریک دہلی سے شروع کی جاتی تو  
لے مکاتیب شاہ اسماعیل شہید ص ۱۰۰ مکاتیب سید احمد شہید ص ۱۰۰ جانب اول

تحریکِ دودن سے زیادہ آگے نہ جاتی ورنہ کون نہیں جانتا کہ مولانا سہیل شہید اور حضرت سید احمدؒ اپنے شیخِ طریقت قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتوے کے مطابق پورے ہندوستان کو دارالحرب سمجھتے تھے۔ شاہ بخارا کو یہ بھی لکھا ہے :

”کفارِ فرنگ کہ بر سر ہندوستان تسلط یافتہ اند نہایت تجربہ کار و ہشیار و جلد باز و متکار اند اگر اہلِ خراسان میانہ بر سوت تمام جمیع بلادِ آہنا را بدست آند باز حکومت آہنا بولایت آہنا تب متصل گردد و اطراف دارالحرب با اطراف دارالاسلام متحد شود۔“

(ترجمہ) ”انگریز کفار جو ہندوستان پر فلبہ پا چکے ہیں بہت تجربہ کار، ہشیار، جلد باز اور متکار ہیں، اگر اہلِ خراسان کے پاس آئیں تو بہت آرام سے ان کے تمام علاقے اپنے قبضے میں لے لیں گے پھر ان کی حکومت آپ کی مملکت تک بھی جا پہنچے گی اور دارالحرب اور دارالاسلام کے کنارے باہم جا ملیں گے۔“

اس خطے پر چٹا ہے کہ حضرت سید احمد بریلویؒ اور حضرت مولانا سہیل شہیدؒ کا نظریہ انگریزوں کے بارے میں کیا تھا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حضرات صرف سکھوں کے خلاف تھے۔ انگریزوں کے خیر خواہ تھے۔ ان کی یہ سوچ حقیقت سے بہت دور ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ اس ٹھوکی کشمکش میں ان لوگوں نے اس خط میں بھی تحریف کر دی اور کفارِ فرنگ کی بجائے کفارِ دراز مویں (لبے بالوں والے کافر یعنی سکھ) اور ہندوستان کی بجائے پنجاب لکھ دیا۔ اور عبارت یوں بنا دی :

”کفارِ دراز مویاں کہ بر ملک پنجاب تسلط یافتہ اند۔“

دین کی معمولی بصیرت رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ سلسلہ جلد میں لبے بالوں کا کوئی دخل نہیں کافر لبے بالوں والے ہوں یا چھوٹے بالوں والے حکما سب ایک سے ہیں۔ یہ کوئی وجہ فراقی نہیں جو

یہاں ذکر کی گئی ہے پھر تاریخ گواہ ہے کہ سکھوں کو کبھی تجربہ کار اور عقلمند و مشید نہیں کہا گیا۔ پس یہ عبارت اپنے سابق سے بتا رہی ہے کہ اس میں تحریف ہوئی ہے۔

حضرت سید احمد بریلویؒ اور مولانا اسماعیل شید کے خطوط میں ایک اور جگہ انگریزوں کا یہ

ذکر ملتا ہے :

”نصاری نکوہیدہ خصال و مشرکین بدآل بر اکثر بلاد ہندوستان ادلب  
دریائے اہسین، ساحل دریائے شور کہ تھینا شش ماہ راہ باشند قسطنطنیہ و  
اقطر تک و زور بنار برا خمال دین رب نجیر بر باقند و تمامی آن اقطار بہ  
ظلمات ظلم و کفر مشعل گردائیند“

(ترجمہ) ”پخصلت انگریز اور بد انجام مشرک ہندوستان کے بیشتر علاقوں پر دریائے اہسین  
سے سواصل دریائے شور تک کہ تقریباً چھ ماہ کے سفر کا فاصلہ ہو گا تا جہاں ہر جگہ  
ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی پامالی کے لیے تنکیک و فریب کا جال بن چکے ہیں یہ  
تمام علاقے ظلم و کفر کی تاریکیوں سے بھر چکے ہیں“

یہاں مشرکین اور نصاریٰ دونوں کا ذکر بڑی ملاحظت سے موجود ہے۔ افسوس کہ اس عبارت  
کو بھی ان لوگوں نے یوں بدل دیا :

”سکھان نکوہیدہ خصال و مشرکین بدآل بر اکثر اقطار غربی ہندوستان... تہ تسلط یافتند“  
(ترجمہ) بدخو سکھ اور بد انجام مشرکین ہندوستان کے بیشتر غربی علاقوں پر قبضہ پا چکے ہیں۔

یہاں اکثر اقطار غربی ہندوستان کے الفاظ محض اس لئے لائے گئے کہ پنجاب کی  
طرف اشارہ ہو سکے اور انہیں کسی نہ کسی طرح سکھوں سے متعلق کیا جاسکے، ورنہ اصل الفاظ  
اکثر بلاد ہندوستان تھے۔



## تحریک کارخ انگریزوں سے ہٹانے کی کوشش

تواریخ جمعیہ میں اس تحریک کارخ انگریزوں سے ہٹانے اور اسے صرف سکھوں تک محدود رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ تحریف خود تواریخ جمعیہ کے مصنف سے سرزد ہوئی یا کسی اور نے دیدہ و دانستہ اسے ان کی کتاب میں جگہ دے دی اور کسی سیاسی مصلحت یا اختلاف عقیدہ کے باعث یہ مضامین بدلے گئے۔ یہ اس وقت موضوع بحث نہیں لیکن یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ تحریف مزور ہوئی، مولانا اسماعیل شہید کی اپنی تحریرات تواریخ جمعیہ کی نقل سے بدرجہا زیادہ معتبر ہیں، وہ خود صاحب واقعہ ہیں اور تواریخ جمعیہ ان کے کافی بعد کی تالیف ہے، ہاں اس سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ شداد بالا کوٹ کی تحریرات شروع سے ہی مخالفین کا تحقیر مشق بنی رہی ہیں اور وہ ان میں لفظی و معنوی تحریف کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

ایمر تحریک حضرت سید احمد کے ایک مرید شیخ غلام علی الزباد رہتے تھے۔ یہ حضرت سید صاحب کے ساتھ جلو میں نہ گئے تھے۔ سید جعفر علی نقوی جہاد کو جاتے ہوئے انھیں رستے میں ملے تھے شیخ غلام علی مرحوم نے اس ملاقات میں سید جعفر علی صاحب سے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تھا:

”اب جاری نظر اس لشکر اسلام کی فتح پر لگی ہوئی ہے اور ہماری محاش

کی اصلاح بھی اسی پر موقوف ہے۔“

الذباد پنجاب میں نہیں ہندوستان میں ہے، حضرت سید احمد کی تحریک جہاد سے الذباد کے حالات کی اصلاح صرف اسی صورت میں تصور ہے کہ حضرت سید صاحب کے پیش نظر پنجاب پر قبضہ پانے کے بعد پورے ہندوستان کو غیر مسلم قبضے سے چھڑانا اور بلاد اسلام کو پھر مسلمانوں کے قبضے میں لانا تھا حضرت سید احمد شہید شاہزادہ کاروان کے نام ایک خط میں تصریح کرتے ہیں

مقصود اصلی خود اقامتِ جہاد بر ہندوستان است نہ وطن در یاد فراموش  
(ترجمہ) ہمارا اصلی مقصد پورے ہندوستان پر شکر کشی ہے نہ کہ دوسرے  
علاقہ کو وطن بنا کر بیٹھ رہنا۔  
پھر ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں :

بس اینقدر ضروری است کہ بلادِ ہندوستان از اہل دارالحریت  
بل کفر و ہندو فہمک بفعل برآں مسلط گردیدہ پس استخلاص بلاد مذکور از  
دست آنہا بزومہ چاہیہ اہل اسلام عموماً و مشاہیر حکام خصوصاً واجب این  
فقیر بقدر استطاعت خود کوشش مے نماید آنجناب را لازم کہ بقدر طاقت  
خود سعی فرمائید

(ترجمہ) بس اتنی بات ضرور ہے کہ ہندوستان بنیادی طور پر دارالحریت نہیں  
بلکہ بات یہ ہے کہ ہندوستان کے کفار (ہندو اور سکھ) اور انگریز عملاً  
پر قابض ہو گئے ہیں پس جمہور اسلام پر عموماً اور معروف مسلم حکمرانوں پر خصوصاً  
واجب ہے کہ ہندوستان کو ان لوگوں کے ہاتھوں سے آزاد کرائیں یعنی  
اس طرح سے یہ دارالحریت بٹھرتا ہے) یہ فقیر اپنی تہمت کے مطابق کوشش  
کر رہا ہے۔ آنجناب پر بھی لازم ہے کہ اپنی تہمت کے مطابق کوشش فرمائیں  
اس خط میں آپ نے صراحت سے انگریزوں کو غاصب قرار دیا ہے اور ان سے  
ملک کو آزاد کرنا، اپنا نصب العین قرار دیا ہے۔ ہندوستان کی کافر قوم (سکھ وغیرہ) انگریزوں  
کی حلیف تھیں اس لیے آپ نے انھیں ایک ہی صف میں شمار کیا ہے۔

مولانا سہیل شہید نے میر شاہ علی کے نام جو خط لکھا وہ بھی ان مکاتیب میں موجود ہے،  
مولانا شہید بھی سکھوں اور انگریزوں کو ایک ہی صف قرار دیتے ہیں۔  
کے اذکار سکھ و فرنگ ہم ادعای اس قبائح در ذات آنجناب نے تو انہ کو

(ترجمہ) سکھوں اور انگریزوں میں سے کوئی بھی آنجناب کے بارے میں اس  
قسم کی برائیوں کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ مکاتیب صف ۱۷۱ جانب اول

ان تحریرات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ان حضرات کے پیش نظر پورے  
ہندوستان کی آزادی تھی۔ سکھ اور انگریز ان کے متقابل کی صف تھے۔ سکھوں کے بعد ان کا عزم  
ہندوستان کی طرف بڑھنے کا تھا پس جن لوگوں نے اس تحریک کو صرف سکھوں تک محدود سمجھا انھوں  
نے حالات کا تجزیہ کرنے میں بڑی ٹھوکر کھائی ہے۔ سب سے پہلے یہ خیال سر سید احمد خاں نے ظاہر کیا تھا مگر واقعات  
اس تاویل کا ساتھ نہیں دیتے۔ اس کا مقصد ٹھنڈ ہے تھا کہ قوم کا ذہن انگریزی اقتدار کی طرف متوجہ نہ  
ہو سکے اور شدوار بالاکوٹ کو محدود اسلامی نظریہ کے الزام میں بدنام کیا جاسکے۔ حق یہ ہے کہ ان حضرات  
کا رویہ پوری حکومت برطانیہ کے خلاف تھا اور وہ حسن تدبیر سے پورے ہندوستان کو غیر مسلم قبضے  
چھڑانے کی اسلامی فکری میں تھے اور یہ تحریک صحیح معنوں میں ایک اسلامی جہاد تھا۔

شیخ الہند کی ریشمی رومال کی تحریک کا جوری کارڈ لندن کے انڈیا آفس سے حال ہی میں عام  
ہوا ہے۔ اس میں برطانوی حکومت کے پولیٹیکل سائنس دانوں کی طرف سے مشرووی دیان کا بیان بھی اس تحقیق کی  
پوری تائید کرتا ہے۔

مجاہدین: یہ نام ہندوستان کے متعصب دہائیوں کی ایک لہری کے رہنے والوں  
کو دیا گیا ہے جو آزاد علاقہ میں یوسف زئی قبائل کے درمیان ہے۔ یہ لہری ۱۸۴۳ء  
میں دہائی لیڈر سید احمد شاہ بریلوی نے قائم کی تھی۔ اس وقت سے اس کے راہگیر  
کارویہ حکومت برطانیہ کے ساتھ خصومت اور جنگ کا ہے۔ ریشمی خطوط سازشیں ۱۶۵

انگریز بار بار انہیں دہائی کہہ کر عام مسلمانوں میں ان کے خلاف ایک خاص فضا پیدا کرنا چاہتے تھے انہیں عام مسلمانوں کو یہ باور کرانا تھا کہ یہ لوگ عام مسلمانوں سے الگ ہیں۔

اگر یہ مجاہدین انگریزوں کے خلاف نہ تھے صرف سکھوں کے خلاف تھے تو انگریز ان کے خلاف اس قدر متح پایکیوں تھے پھر سکھوں کی حکومت تو معرکہ بالاکوٹ کے ۱۸ سال بعد ختم ہو گئی تھی لیکن مجاہدین کا کیسپ اس کے بعد تک کیوں قائم رہا اور انگریز آخر دم تک اسے اپنے خلاف ایک ناقابل تسخیر موڑ پر کیوں سمجھتے رہے۔  
ولیم ولسن ہنٹر لکھتا ہے:

یہ تحریک کسی رہنما کی موت و حیات سے بالکل مستغنی ہو گئی تھی لہ  
قائد تحریک حضرت سید احمد شہید کے بارے میں ان کی زبان ملاحظہ ہو:

رائے برلی کا قزاق اور ڈاکو سید احمد مراسم حج ادا کرنے کے بعد مکہ سے ۱۸۲۲ء  
میں اس عزم کے ساتھ لوٹا کہ پورے شمالی ہندوستان کو پرچم اسلام کے زیرِ نگیں  
لے آئے گا لہ

حضرت سید احمد پہلے وسط ہند میں بھی انگریزوں کے خلاف صف آرا رہ چکے تھے آپ  
پنڈاری سردار امیر خاں کے ساتھیوں میں سے تھے۔ سردار امیر خاں سلطان ٹلیچو کے لہذا انگریزوں  
کا سب سے بڑا مخالف سمجھا جاتا تھا امیر خاں کی فوج منتشر ہوئی تو حضرت سید احمد نے اپنے  
شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو صورت حال سے مطلع کر دیا اور واپس دہلی پہنچے،  
مسٹر الف کیرو (OLAF CAROE) لکھتا ہے:

سید احمد بریلوی بدنام زمانہ امیر خاں کا پیرو تھا جس نے وسط ہند میں پنڈاروں کے  
خلاف انگریز کی مہم کے زمانہ میں کرایہ کے سپاہیوں کا ایک جتھہ جمع کر لیا تھا امیر خاں  
کی فوج منتشر ہونے کے بعد سید احمد کو اپنی ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑے تھے

اس عبارت کا ایک ایک لفظ حضرت سید احمد شہید کے خلاف نفرت میں ڈوبا ہوا ہے  
تختہ کا کوئی انداز نہیں جو لکھنے والے نے پیچھے رہنے دیا ہو کیا اب بھی مجاہدین بالاکوٹ کی  
انگریز دشمنی کسی پردے میں ہے وسط ہند کی یہ سنگتی چمکادی کیا اب بھی تحریک کو شمالی ہند  
تک محدود رکھے گی؟ کیا اب بھی کوئی شبہ باقی ہے کہ سکھوں کی مخالفت انگریزوں سے توجہ  
کو ہٹانے کے لئے تھی۔

اہل جنت پر مخفی نہیں کہ حضرت سید احمد ایک نہایت معزز اور معروف خاندان کے  
ہو نہاد فرزند تھے ان کی خاندانی عظمت کو پا مال کرنا اور کرائے کا سپاہی کہہ کر ان کی عزت پر  
پر حملہ کرنا مخالفین کی اندوئی گراوٹ کا پتہ دیتا ہے آپ ایک خط میں جو آپ نے  
۱۲۴۵ء میں علیہ پشاور کے نام لکھا تھا اپنے خاندان کے بارے میں لکھتے ہیں:

ایں فقیر و خاندان فقیر و بلاد ہندوستان گناہ نیست الوف الوف انام  
از خواص و عوام ایں فقیر و سلاطین ایں فقیر راے دانستہ  
(مجموعہ) یہ فقیر اور اس کا خاندان ہندوستان میں غیر معروف نہیں خالص و عام  
گورنروں لوگ اس فقیر اور اس کے خاندان کو جانتے ہیں۔

اس تحریر کا ایک ایک لفظ حضرت سید صاحب کی خاندانی عظمت کا پتہ دے رہا ہے  
مگر پی ہارڈی P. HARDY کی تصب جبری تحریر بھی دیکھئے اور پھر اس قوم کی  
تہذیبی حالت کا اندازہ کیجئے۔

سید احمد ایک غیر معروف خاندان میں پیدا ہوئے جو شاید معمولی درجہ کے  
ملازمت پیشہ لوگ تھے ۱۸۰۹ء سے ۱۸۱۸ء تک وہ پٹناری سوار امیر خاں  
کی فوج میں جو بعد میں ٹونک کے نواب ہوئے ایک سپاہی رہے اس عرصہ  
میں شاید ہی کوئی ایسی بات تھی جو انہیں دوسرے پٹناری قزاقوں سے ممتاز کرتی

اس تمام شخص و نفرت کے باوجود مشرقي مارڈی نے اعتراف کیا ہے کہ اس تحریک کا مقصد صرف شمالی ہند پر اسلام کی پریم کشتی نہ تھی ان کے پیش نظر پورے ہندوستان کی فتح تھی وہ صرف کسی ایک گروہ کے اقدار کے لیے جدوجہد نہ کر رہے تھے، بلکہ ان کے سامنے پورے اسلام کی سر بلندی تھی پی مارڈی لکھتا ہے :

”سید احمد بریلوی کا مقصد مغلوں یا مغل اشرف کی بجالی نہیں بلکہ ہندوستان کی سرحد پر قرونِ اولیٰ کی اسلامی سوسائٹی کا ایک نمونہ پیش کرنا تھا انہیں یقین تھا کہ یہ نمونہ مسلمانوں کو ایسا فیضان بخش سکتا ہے کہ ایک دن وہ ہندوستان کو اللہ کے لیے فتح کر لیں گے ان کے پیغام نے اعلیٰ طبقوں کو نہیں بلکہ ہندوستان کی مسلم سوسائٹی کے نچلے طبقے کو متاثر کیا۔“ والفضل ما شهدت به الاعداء

**مشائخ پنجاب کی شہادت** ضلع جہلم پنجاب میں اللہ شریف ایک معروف طاقتور ہے جس کے بانی اور سجادہ نشین خواجہ فیض بخش رحمتی

(۱۲۸۲ء) مشہور بزرگ گذرے ہیں۔ آپ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے نقشبندی سلسلہ میں آپ نے حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری (۱۲۷۰ء) سے اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں آپ نے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی سے فرقہ خلافت پایا حضرت شاہ عبدالعزیز کے شاگرد ہونے کے لحاظ سے آپ جتنے حضرت شاہ اسماعیل شہید کے قریب ہو سکتے تھے شاید ہی اہل پنجاب سے کسی نے آپ کو قریب سے دیکھا ہو آپ کے خاندان کے فرد فاضل جناب محمد حسین لکھی لکھتے ہیں :

احمد شاہ ابدالی کے پوتے زمان شاہ کے عہد حکومت میں سکوں کی سرداری رنجیت سنگھ کو مال ہوئی۔ رنجیت سنگھ نے اپنی تدبیر اور مار دھاڑ سے جنوب میں تلجنگ اور شمال

میں کشمیر اور پشاور تک اپنی حکومت کو وسعت دی ۱۸۱۸ء میں قتلان پر قبضہ کیا اور افغانستان کی افراطفری سے فائدہ اٹھا کر ۱۸۱۹ء میں کشمیر اور ۱۸۳۲ء میں پشاور فتح کر لیا۔

اسی زمانے میں رائے بریلی کے ایک دینی خاندان کے فرد سید محمد شہید اور دہلی کے مشہور بزرگ شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے شاہ اسماعیل شہید نے دہلی، دو آب اور بنگال کے مسلمان مجاہدین کا ایک لشکر جمع کیا اور اس سرزمین کو غیر مسلم طاقتوں رسکوں اور انگریزوں کے پنجے سے آزاد کرانے کی غرض سے سلسلہ جہاد شروع کر کے قرن اول کے مسلمانوں کی یاد تازہ کر دی۔

بریکٹ کے اندر کے الفاظ سکوں اور انگریزوں کے پنجے سے آزاد کرانے کی غرض سے سلسلہ جہاد صاف بتلا رہے ہیں کہ آپ حضرات کی غرض غیر مسلم طاقتوں کی پامالی تھی۔ انگریزوں کی حمایت میں سکوں کے خلاف نہ لڑا رہے تھے، سکھ اور انگریز ان دونوں حلیف طاقتیں تھیں اور دونوں مسلمانوں کے حریف تھے شہدائے بالا کوٹ کا مقصد سکوں کو شکست دے کر پورے ہندوستان سے انگریزی استعمار کو ختم کرنا تھا۔

خانقاہ اللہ شریف کے یہ بزرگ ایک دوسری جگہ کہتے ہیں:

تیسرے صدی کی ابتداء میں ۱۲۰۱ء میں (۱۷۸۶ء) میں وسط ہند رائے بریلی (اوسم) میں سید محمد شہید پیدا ہوئے، خاندان ولی اللہی کے حربیت یافتہ تھے اور جنہوں نے مسلمانوں کی عنفیت و رفتہ کو جہاد اور تیغ و سنان کے ذریعہ حاصل کرنا چاہا اور لشکر مجاہدین کے ساتھ اس جہد شمال مغربی ہند میں ۱۸۳۱ء تک مصروف رہے شہادت کا درجہ پانچواں کیا اب بھی کسی تامل کی گنجائش ہے کہ ان حضرات کی سکوں سے پنجہ آزمائی میں انگریزوں

کو خوش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا بڑا کبوتر اس نشہ میں انسان کہاں تک گر جاتا ہے۔  
 حضرت خواجہ فیض بخش صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسماعیل شہید سے کیا  
 اثرات لے کر پنجاب آئے؟ اس کا پتہ خانقاہ للہ شریف کے طرز عمل سے بہت واضح طور  
 پر ملتا ہے حضرت خواجہ صاحب کی وفات ۱۸۶۶ء میں ہوئی ان کے جانشین انکے صاحبزادے  
 مولانا ناصر الدین ہوئے مولانا ناصر الدین کے دور میں للہ شریف میں مولانا محمد افضل درگاہ مدینہ  
 دیتے تھے یہ مولانا محمد افضل حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔  
 مولانا ناصر الدین کے بعد ۱۹۱۵ء میں مولانا فضل حسین سجادہ نشین ہوئے، مولانا فضل حسین صاحب  
 نے معقولات کی کتابیں مولانا محمد رفیع صاحب سے پڑھی تھیں یہ مولانا محمد رفیع صاحب حضرت  
 مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء کے شاگرد تھے آپ کے صاحبزادے مولانا محمد اکرم  
 حضرت مفتی کنایت اللہ صاحب محدث دہلوی کے شاگرد تھے ان حالات سے پتہ چلتا  
 ہے کہ حضرت خواجہ فیض بخش صاحبؒ محدثین دہلی اور انکے جانشین علماء دہلیو بند کے ہمیشہ  
 نیاز مند رہے تھے۔ اور ان حضرات کی ان اکابر کے بارے میں وہ رائے ہرگز نہ تھی جو  
 مولانا احمد رضا خان کی تھی بلکہ حق یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد افضل صاحب اساذ حدیث  
 للہ شریف کے سامنے مولانا احمد رضا خان کی نہ کوئی حیثیت تھی اور نہ کسی حلقہ علم میں  
 ان کی کوئی حیثیت تھی۔

حضرت مولانا احمد الدین گوبیؒ ۱۲۸۶ھ بھی حضرت شاہ محمد اسماعیل محدث دہلوی کے شاگرد  
 تھے آپ کی رائے بھی یہی ہے کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اللہ کی راہ میں جان قربان کی تھی یہ  
 نہیں کہ انگریزوں سے توجہ ہٹانے کے لئے سکھوں سے لڑ رہے ہوں۔ پہلے حضرت مولانا احمد الدین  
 کی رائے مدیہ قارئین ہو چکی ہے اس میں شک ہے۔

حافظ، عالم اور حرمین شریفین کی زیارت کرنے والا اور اللہ کی راہ میں اپنے وطن کو



چھوڑنے والا اور غازی اور اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے والا مولوی اسماعیل کہ

ظاہر حال میں دُنیا سے پاک و صاف ہو کے گیا بوجہ قول اللہ تعالیٰ وَلَا تَقُولُوا

لِمَنْ يَفْتَلِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ مَوْلَاكُمْ لَا تَشْعُرُونَ

انگریزوں کی حمایت کا الزام تو پاؤ رہا اب آئیے ذرا اس الزام کا بھی جائزہ لیں کہ آپ پر لفظ وہابی کا اطلاق تا کی نقطہ نظر

وہابیت کا الزام

سے کہاں تک درست ہو سکتا تھا :

حضرت سید احمد شہید ۱۸۲۲ء میں حج کے لیے مکہ گئے تھے اس زمانے میں وہاں آل سعود کی حکومت نہ تھی۔ شیخ محمد بن عبد الوہابؒ کا حلقہ عقیدت نجد تک تو پھیلا تھا لیکن حجاز میں وہ اپنی بات کھلے طور پر نہ کہہ سکتے تھے حکومت حجاز ان کے سخت خلاف تھی اور وہاں ان کے کسی قسم کے مذہبی پراپیگنڈے کا سوال پیدا نہ ہوتا تھا، حضرت سید احمد شہید دہلی کے علمی خاندان سے وابستہ تھے اور حج کے عارضی قیام میں ان کے نجدیوں سے متاثر ہونے کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی۔ محبین دہلی کے آل شیخ اور مشائخ نجد سے کوئی علمی وابط بھی نہ تھے نہ ان دنوں ذرائع آمد و رفت کچھ اتنے آسان تھے محدثین دہلی حنفی مسک بدکار بند تھے اور آل شیخ کا مسک حنبلی تھا۔ یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ حضرت سید احمد حج پر آتے ہی وہابی ہو گئے ہوں اور پھر پوری تحریک وہابیت کو ساتھ ہندوستان لے گئے ہوں انگریز جس طرح آپ کو ڈاکو قرار دینے میں سراسر زیادتی پر تھے اسی طرح وہ آپ کو وہابی قرار دینے میں بھی ایک محض سیاسی پال کھیل رہے تھے۔ ذرا مضر ہنر کی زبان ملاحظہ کیجئے اور ستم کشیوں کے ستم کی داد دیجئے۔

اس طرح اپنی گزشتہ سوانح حیات کو جو بحیثیت ایک قزاق کے گزری تھی حاجی کے لباس میں چپا کر اگلے سال ماہ اکتوبر میں بمبئی میں وارد ہوئے لے

(Hughes) ہیو کس کہتا ہے :

اپنے پچھلے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے مکہ حج کرنے گیا وہاں ان  
وہابی مبلغین کے زیر اثر آ گیا جو حاجیوں میں خفیہ طور پر وہابیت کی اشاعت  
کر رہے تھے۔

وہابیت کی تحریک کتنی اصلاحی کیوں نہ ہو یہ حقیقت ہے کہ اس کی کوئی کڑی  
علمی یا تاریخی طور پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان سے ملتی تھی، تاریخی طور پر  
کوئی ایسا مولو نہیں ملتا جو ان دو اصلاحی دعوتوں میں کوئی تاریخی رشتہ بتلائے ہاں شرک اور  
بدعت سے بیزاری اور سیاسی بیزاری ان دونوں میں نمایاں تھی۔ اور اسی وجہ سے انگریز ان  
دونوں کے خلاف تھے۔ ہندوستان براہ راست ان کے زیر نگین تھا وہ یہاں حضرت شاہ  
ولی اللہ محدث دہلوی کے پورے سلسلہ کے خلاف وہ نفرت پھیلانا چاہتے تھے جو حجاز  
میں مجددیوں کے خلاف پائی باقی تھی انگریزوں نے اپنا محاذ ایک کرنے کے لیے وہابی کا  
لفظ ہندوستان میں امپورٹ کیا ورنہ اس خاندان کا آل شیخ محمد بن عبدالوہاب سے کوئی تاریخی  
رشتہ نہ تھا جن عرب علمائے حضرت سید احمد شہید کی نظر و فکر کو آل شیخ کی تحریک سے  
ماخوذ بتلایا ہے وہ یورپین مورخین کی غلط بیانی کا شکار ہوئے ہیں۔

حضرت سید احمد شہیدؒ اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتوے  
کے مطابق غلام ہندوستان کو دارالحرب سمجھتے تھے ان خیالات کے ہوتے ہوئے انہیں  
ہندوستان میں کبھی استحکام نصیب نہ ہو سکتا تھا وہ حضرت سید احمد شہید کی تحریک سے سخت  
خائف تھے۔ کبھی انہیں ڈاکو کہتے اور کبھی مرکز مکہ میں ان کے خلاف پراپیگنڈے کرنے کے  
لیے انہیں وہابی بتلایا جاتا۔ حضرت سید احمد شہید کی جنگ گو براہ راست سکھوں کی خلاف  
تھی لیکن ان کی ناکامی میں پس پردہ انگریزوں کی اپنی چالوں کا دخل تھا۔

لے ڈکٹری آف اسلام زیر عنوان ”وہابی“

کے اصلاحی قائدین میں حضرت سید احمد شہید کے بارے میں لکھتے ہیں :  
 اس نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا انگریزی حکومت کو اسکی اور اس کے پیروکاروں  
 کی وجہ سے بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا بالآخر وہ ان کے دبانے میں کامیاب ہوئی نہ  
 اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت سید احمد شہید کی بالاکوٹ میں شہادت انگریزی سیاست  
 کی ہی کامیابی تھی۔

### مولانا سہیل شہید کی شہادت

حضرت مولانا شہ سہیل شہید محدث دہلوی اپنے شیخ طریقت حضرت سید احمد کی قیادت  
 میں سکھوں کے خلاف لڑتے ہوئے بالاکوٹ مقام پر ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ جمعہ کے دن شہید ہوئے  
 بالاکوٹ پاکستان کے ضلع ہزارہ میں تحصیل مانسہرہ میں واقع ہے۔ رنجیت سنگھ کی طرف سے شیگرہ کو  
 حبیب اللہ کے قریب متعین تھا۔ جب سید صاحب بالاکوٹ پہنچے تو سکھوں کا لشکر دریا کھنار  
 کے مشرقی کنارے پر ڈیرہ ڈالے تھا بمقام ٹی کوٹ کے ٹیلے سے اوپر پہاڑی اربوں میں جمع ہوئے  
 گئے اور لشکر اسلام نشیب میں تھا۔ یہ صورت حال تباہی تھی کہ لڑائی پہاڑی علاقے اور قصبہ  
 بالاکوٹ کے درمیانی میدان میں ہوگی۔

مسلمان چاہتے تھے کہ سکھ ٹیلوں سے نیچے اتریں تو ایک ہی دفعہ ان پر حملہ ہو سکے چاہتے  
 تھے کہ مسلمان میدان میں نکلتے رہیں اور گودہ گودہ ہو کر کٹے رہیں، ایک ہی دفعہ گھسان کی جنگ ہو اور  
 ضرورت پڑے تو وہ واپس لوٹ کر ٹیلوں میں پناہ لے سکیں سکھوں کی گولیاں ٹیلوں سے قصبے پر آ رہی  
 تھیں۔ حضرت سید صاحب پہلے بالاکوٹ کی مسجد میں ٹھہرے تھے۔ مولانا سہیل اس مسجد کے شمالی  
 والوں میں تھے۔ حضرت سید صاحب پھر مسجد زیریں چلے گئے تو حضرت شاہ صاحب بھی ساتھ ہو  
 گئے۔ حضرت سید صاحب نے مسجد زیریں سے نکل کر جنگ کا آغاز کر دیا اور ٹی کوٹ کے ٹیلے کی

طرف چل دیے۔ سکھ فوج مسلمان مجاہدین کے مقابلے میں بارگاہی تھی۔ پھر شیر سنگھ کے پیچھے رنجیت سنگھ کی پوری قوت تھی اور ان مجاہدین کے پیچھے کوئی مرکزی طاقت نہ تھی۔ مسلمان اب مقام تدبیر سے نکل کر مقام شجاعت میں داخل ہو چکے تھے۔

چوں شہید عشق در دُنیب و حقّی سرفرو است

اے خوش آں ساعت کہ مارا کشتہ زین میدانِ بزم

مولانا سہیل شہید کا مورچہ اور ملاعل محمد قندھاری کا مورچہ ساتھ ساتھ تھے۔ لعل مشد

جنگ شہسوری نے مٹی کوٹ کے دامن کے حالات میں ذکر کیا ہے :

”مولانا سہیلؒ بندوق کندھے پر رکھے اور سنگی تلوار ہاتھ میں لیے میسرے پاس

آئے۔ پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ پوچھا۔ امیر المومنین کہاں ہیں؟ میں نے اپنے

دائیں طرف اشارہ کیا کہ اس جھوم میں ہیں۔ مولانا پھر اس طرف تیزی سے بڑھے۔“

آپ میدانِ کارزار میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت شاہ سہیل شہیدؒ اور ارباب

ہارم خاں جو آپ کے آگے آگے چلتے تھے۔ نالاست بننے کے پار بالا کوٹ کے شمال مشرق میں دفن

ہوئے۔ شیر سنگھ نے مسلمان قیدیوں سے کہا کہ اگر وہ سیدیہ صاحب کی لاش کی صحیح نشاندہی کریں

تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ انہوں نے پہچان کر دی اور اس نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ

حضرت سیدیہ صاحب کو اسلامی طریقہ پر دفن کر لیں۔

ہندوستان کے غیر مسلم اہل حق میں جانے کے بعد یہ پہلی جنگ آزادی تھی جو اسلام کے

معاذ پر لڑی گئی، گو اس تحریک کو کچل دیا گیا لیکن بالا کوٹ کے یہ شہید غیرت و حمیت کے وہ چراغ

۱۔ مولانا شاہ سہیل شہیدؒ نے امام خاں خیر آبادی کی شہادت کے موقع پر فرمایا تھا کہ میں

جنگ میں انسانوں کی دو قسمیں لہتی ہیں۔ بعض ارباب تدبیر ہوتے ہیں بعض ارباب شجاعت اور بعض جانے ہو

زرے ارباب تدبیر ہمارے کلام کے نہیں اس لیے کہ یہ مقام تدبیر کا نہیں شجاعت کا ہے۔ تیسرا شہیدؒ

منظورہ اسعد ص ۱۱۲ سید احمد ص ۱۱۱ ۱۱۲ و قانع احمدی جلد ۳ ص ۲۲۵

روشن کر گئے جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور پھر تحریک خلافت کے تاریک خاکوں میں رنگ بھر رہے۔ یہاں تک کہ آزادی کا سورج چمکا اور بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکا۔ انگریزوں کو ترصغیر سے نکلنا پڑا اور سکھوں کو خود ہندوؤں کے آگے مغلوب ہونا پڑا۔

شہدائے بالا کوٹ کی شہادت کے بعد بھی بھارتین کی یہ سستی قائم رہی ان کا جذبہ جہاد بھی نہ رہا اور ۱۹۴۷ء کی آزادی ہند تک شہدائے کا خون مستقبل کے خاکوں میں رنگ بھرتا رہا۔ اس تحریک کے لازوال دوسرے کے بارے میں ولیم ولسن ہنٹر لکھتا ہے :

”یہ تحریک کسی رہنما کی موت و حیات سے بالکل مستغنی ہو گئی تھی“ لے  
اس محرکہ بالا کوٹ پر اٹھارہ سال بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ پنجاب پر سکھوں کی حکومت ختم ہو گئی اور جو خواب حضرت سید صاحب نے دیکھا اٹھارہ سال بعد جاؤ پڑا

#### اعترافِ حقیقت

ایک یورپین مصنف ولفورد ڈکینٹ ولٹ ہنٹہ WILFORD CANTVENT SMITH لکھتا ہے :

تحریک کا نصب العین اور اس کی قوت محرکہ زیادہ دیر پا اور زیادہ ہمہ گیر طریقہ  
ہدایتی رہی کافر کو نکال باہر کرنے کی سعی دیانی جاسکتی تھی اور وبادی گئی  
مگر مسلم سوسائٹی کے اقبال کو بجال کرنے کے لیے اس کے احیاء اور تجدید کی  
کوششیں باقی رہتی تھیں جس سے ضمنی طور پر دونوں مقاصد کی نشاندہی ہوتی  
ہے ہندوستان میں اس کے ذریعہ اسلامی طاقت کا تصور بیسویں صدی میں  
باقی رہا اور معاشرہ پر مٹلاتا رہا بلکہ اسے محرک کرتا رہا لے

حضرت سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید کو جام شہادت نوش کر گئے لیکن ان کا خون  
انگریزوں کے خلاف ہر اٹھنے والی تحریک کے خاکوں میں رنگ بھرتا رہا ۱۸۵۷ء کی جنگ  
آزادی سے کچھ پہلے جب عیسائی مشنری ہندوستان میں اسلام پر تار و تار چلے کر رہے تھے

تو یہ حضرت مولانا اسماعیل شہید کے فلاحی مسلمان ہی تھے جو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور ڈاکٹر وزیر خاں کی قیادت میں اس تحریک ارتداد سے ٹکڑے ٹکڑے رہے تھے مولانا عالی مرحوم اس وقت کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

ہندوستان میں اسلام خطروں میں گھرا ہوا تھا۔ ایک طرف مشنری گھات میں لگے ہوئے تھے۔ اگرچہ قحط کے دوران میں ان کو دُہلا پتلا شکار پیٹ بھراؤ مل جاتا تھا مگر وہ اس پر قانع نہ تھے اور ہمیشہ حید فریہ کی تلاش میں رہتے تھے۔ ہندوستان میں سب سے زیادہ تیز دانت اُن کا مسلمانوں پر تھا اس لیے ان کی منادیوں میں ان کے اخبار رد میں ان کے رسالوں میں زیادہ تر بوجھاڑ اسلام پر ہوتی تھی۔ اسلام کی تعلیم کی طرح سے بُرائیاں ظاہر کرتے تھے۔ بانی اسلام کے اخلاق و عادات پر الزاع و اقسام کی نکتہ چینیوں کرتے تھے۔ بہت سے مسلمان کچھ ناواقفیت اور بے علمی کے سبب اور اکثر افلاس کے سبب ان کے دام میں آگئے۔ اس خطرہ سے بلاشبہ علمائے اسلام جیسے مولانا آل حسن۔ مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم اور ڈاکٹر وزیر خاں وغیرہ متنبہ ہوئے۔ انہوں نے متعدد کتابیں عیسائیوں کے مقابلے میں لکھیں اور ان سے بالمشافہ مناظر کئے جس سے یقیناً مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ رونصاری میں تالیف و تصنیف اور پادریوں سے مقابلہ و مناظرہ کا سلسلہ ایک جگہ ہی نہ رہی لیکن انتظامی شکل میں شروع ہو گیا تھا۔ قدرتی طور پر ہر جگہ مسجدیں تھیں۔ علمائے کرام کے وہ گھر تھے۔ اس انقلابی تحریک کے چلنے میں کوئی دُشواری پیدا نہیں ہوئی۔ رہنمائی کی ضرورت تھی۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے بہتر کون ثابت ہو سکتا تھا۔ انہوں نے اس کی بنیاد ڈالی اور اس کام کے لیے دہلی، آگرہ کو مرکز قرار دیا۔ یہاں بھی مولانا نے تصنیف و تالیف کا کام کیا۔ ان کی جماعت میں ہندوستان کے انتہا پسند اور حضرت اسماعیل شہید کے فلاحی مسلمان تھے جن کی تعداد کافی تھی۔“

اس میں مولانا اسماعیل شہید کی صحیح فکر اور ان کی تحریک سے دیر پا اثرات کی کھلی شہادت موجود۔

اس تحریک کا ذکر پادری فنڈران الفاظ میں کرتا ہے۔

”یہاں (اگرچہ) کے علمائے اسلام دہلی کے علماء کے ساتھ مل کر گذشتہ دو تین سال سے کتاب مقدس کا اور ہماری کتابیں اور مغربی علماء کی تنقیدی کتب اور تفاسیر کا مطالعہ کر رہے تھے تاکہ وہ کتاب مقدس کو غلط اور باطل کر سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دہلی کے عالم مولوی رحمت اللہ دیکر (نوی) نے دو کتابیں تصنیف کیں۔ جنوری ۱۸۵۴ء میں جب میں یہاں نہیں تھا وہ اگرچہ آیا تھا کہ اپنے احباب کے ساتھ ان کتب کو چھپوانے کا انتظام کرے۔ مباحثہ ہوا تقریباً ایک سو مسلمان علماء مولوی رحمت اللہ کی مدد کیلئے جمع تھے اور دوسرے روز اسکی دو گنی تعداد تھی۔“

یہ علماء حتیٰ بلا کسی معاوضہ کے رد نصاریٰ میں اپنا وقت صرف کرتے رہے اور ہر مضمون اور ہر ضلع میں ان کے شاگرد احقاق حق کا فرض ادا کرتے تھے۔ علمائے کوام ہر ضلع میں عیسائیوں کے برعکس مقابل تھے اور ان کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ چنانچہ ”پادری فریج“، انپارچ ضلع ملتان کی رپورٹ میں ہے۔

”ملتان کے ملائید اور مخدوم سب اس بات کے لیے کوشش کر رہے تھے کہ خدا کو روشنی کو داخل نہ ہونے دیں۔ یہ دو مشہور شخصوں یعنی مولوی رحمت اللہ اور ڈاکٹر وزیر خاں کے جنہوں نے اسلام کا طرفدار ہو کر ڈاکٹر فنڈر سے مباحثہ کیا دوست تھے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ملتان کے علماء اور مشائخ اس وقت سب اہل حق سے وابستہ تھے اور اس وقت مولانا اسماعیل شہید کے فدائی خاصی تعداد میں ہر جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ حیات شہلی کے بیجاچہ میں حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں :-

انگریزوں کے برسر عروج آتے ہی تین طرف سے حملوں کا آغاز ہوا۔ عیسائی مشنریوں نے اپنی نئی نئی سیاسی طاقت کے بل بوتے پر اسلام کے قلعہ روئین پر حملے شروع کر دیے دوسری طرف ہندوؤں میں آریہ تحریک نے اپنے سابق مسلمان عسکرانوں سے نجات پا کر ان پر حملہ کی جرات پائی اور سب سے آخر میں یورپین علوم و فنون اور تمدن کی ظاہری

چمک دیک مسلمانوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے لگی۔ خدا نے عیسائیوں کے مقابلہ کے لیے مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی۔ ڈاکٹر وزیر خاں صاحب (آگرہ) اور اس کے بعد مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی۔ مولانا رحم علی صاحب منگھوری۔ مولانا عنایت رسول صاحب پڑیا کوٹی۔ مولانا سید محمد علی صاحب نوگیری وغیرہ اشخاص پیدا کئے جنہوں نے عیسائیوں کے تمام اعتراضات کے پُرے اُڑا دیے اور خصوصیت کے ساتھ ڈاکٹر وزیر خاں صاحب اور مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کا وجود تورہ عیسائیت کے باب میں تائید غیبی سے کم نہیں اور کون باور کر سکتا تھا کہ اس وقت میں پادری فنڈر کے مقابلہ کے لیے ڈاکٹر وزیر خاں صاحب جیسا آدمی پیدا ہوگا جو عیسائیوں کے تمام اسرار کا واقف اور ان کی مذہبی تصنیفات کا ماہر کائل اور عبرانی دیونانی کا ایسا واقف ہوگا جو عیسائیوں کو خود انہی کی تصنیفات سے ملزم ٹھہرائے گا اور مولانا رحمت اللہ کے ساتھ مل کر اسلام کی حفاظت کا ناقابل شکست قلعہ دم کے دم میں کھڑا کر دے گا۔

آریوں کے دیانند سرسوتی کے مقابلہ کے لیے خاص طور پر مولانا محمد قاسم صاحب کا ظہور بھی تائید غیبی ہی کا نشان ہے اور پھر جس طرح حقائق حقہ کی اشاعت اور رد بدعت کا اہم کام مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور اس جماعت کے دیگر مقدس افراد کے ذریعہ انجام پایا۔ اسکے آثار باقیہ اب بھی ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ یہ سب حضرات حضرت مولانا اٹھیل شہیدؒ کے فدائی تھے۔ تاریخ کا یہ رُخ ثابت کرتا ہے کہ بالاکوٹ کے معرکہ نے آئندہ اٹھنے والی ہر تحریک کے کیلئے رجال کار پیدا کئے مگر انسو کس کے علمائے حق کے متوازی وہ علماء بھی اُٹھے جو ان کے قاتلوں کو اہل خیر قرار دینے میں اسلام کی مجددانہ خدمت سمجھتے تھے۔ کیا یہ اس بات کا کھلا ثبوت نہیں کہ حضرت شہیدؒ کے خلاف اس قسم کا کھلا تبرا کرنے والے علماء دراصل انگریزوں کی پیداوار تھے۔



## تاریخ اسلام کا المیہ — سکھوں کو اہل خیر کہنے والے مسلمان

حضرت مولانا سہیل سکھوں سے ڈرتے ہوئے میدان جنگ میں شہید ہوئے۔ جنگ آزادی کے اس انجام پر سکھ اور انگریز تو خوش تھے ہی، مولوی احمد رضا خاں صاحب نے بھی اپنے وقت میں ان سکھوں کی پوری تائید کی اور وحدت اسلامی اور مسلمانوں کی غیرت ملی کا مذاق اڑایا۔ آپ نے ان سکھوں کو اہل خیر کہا جنہوں نے حضرت شاہ سہیل محدث دہلوی کو قتل کیا تھا خان صاحب لکھتے ہیں:

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذریعہ کا

وہ شہید لیلا سجدہ تھا وہ ذریعہ تیغ خیار ہے

(سلیس) جسے وہابیہ سہیل شہید کہتے ہیں وہ تو نجد کی کسی محبوبہ کے عشق میں مارا ہوا

تھا، اسے اچھے لوگوں کی تلوار نے ذریعہ کیلئے (معاذ اللہ)

مقامِ جنت — مولوی احمد رضا خاں بریلوی کہتے ہیں کہ مولانا سہیل محدث دہلوی کو اچھے لوگوں نے

قتل کیا تھا ذریعہ تیغ خیار میں سکھوں کو اچھے لوگ (خیار) کہا گیا ہے، جو لوگ آزادی کے اس کٹھن محلہ پر بھی مسلمان

کے تعلقے میں سکھوں کو اہل خیر سمجھیں ان کے دین آخرت پرفسوس کے سوا اور کیا کیا جاسکتا ہے

سکھوں کو اہل خیر کہنے پر ہی اکتفا نہیں کی، ان کی حکومت کو حکومتِ الہیہ کہا اور حضرت مولانا

سہیل شہید کو حکومتِ الہیہ کا بھی — فیہا وجب شہر حسن مراد آبادی مولانا احمد رضا خاں نے نقل کرتے ہیں۔

سید احمد قلیل اور سہیل قلیل کو حکومتِ الہیہ کی مخالفت جیسے عظیم جرم کی ہاداش میں کتوں بلکہ

خنزیروں کی موت نصیب ہوئی۔

استغفر اللہ العظیم

## مولانا شہید کی تصنیفات

حضرت شاہ اسماعیل شہید کی کتابوں میں تقریر الایمان، تذکیر الاخوان، منصوب امامت اور ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح اور عبقیات معروف ہیں آپ کی ثنوی سلک فقہ آپ کے ذوق شہری کی یاد ہے۔ فنون کی کتابوں پر آپ نے علمی حاشیے بھی تحریر فرمائے۔ مگر افسوس کہ وہ ۱۸۵۶ء میں ضائع ہو گئے۔ لہ

مرابطہ مستقیم آپ کے شیخ طریقت حضرت سید احمد خلیفہ حضرت شاہ عبدالعزیز کے ارشادات کا مجموعہ ہے جس کے مقدمہ باب اول اور باب چارم کو مولانا اسماعیل شہید نے اور باب دوم اور باب سوم کو حضرت مولانا عبدالحی نے قلمبند فرمایا تھا۔ مرابطہ مستقیم حضرت سید صاحب کے ارشادات اور ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ اسے مولانا شہید نے مرتب کیا تھا۔ تقریر الایمان میں زیادہ تر توحید ربانی کا بیان ہے۔ منصوب امامت میں انبیاء کرام اور اولیاء کی رفعت و عظمت اور امامت و خلافت پر نہایت بلند پایہ تبصرے ہیں۔ ایضاح الحق الصریح نہایت بلند پایہ علمی کتاب ہے۔ عبقیات بھی ایک علمی شاہکار ہے۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید کے عقائد و نظریات معلوم کرنے کے لیے ان تمام کتابوں کو دیکھنا چاہیے۔ صرف تقریر الایمان دیکھ کر اور اسے بھی بالاستیعاب نہیں چند جہتہ جہتہ کئی عبارات سے دیکھ کر اتنے بڑے عالم اور ولی کامل کے عقائد کا تجزیہ کرنے بیٹھ جانا عدل و انصاف سے دور ہے اور نہ یہ اہل علم کا دستور ہے۔ ان کتابوں کو عزیز سے دیکھیں بلا امتیاز دیکھیں اور بار بار دیکھیں اور پھر دیکھیں کہ حضرت شاہ صاحب کا دل انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کی عظمت و محبت سے کس قدر معمور تھا۔ توحید خالص کے بیان اور شرک کی مذمت کو انبیاء و اولیاء کی توہین سمجھنے لگ جانا ایک بڑی غلطی اور حماقت ہے۔ مسلمان جب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے اور شرک نہیں تو نادان عیسائی اسے حضرت عیسیٰ کی توہین سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

ملفوظ رہے کہ یہ کتابیں حضرت مولانا اسحاق شہید کی ہی ہیں، البتہ تقویۃ الایمان کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ آپ کی کتاب ہے یا اُسے محض آپ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ اعتراض کرنے والوں کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کا پیرایہ بیان مولانا شہید کی دوسری کتابوں کا سا نہیں۔ مولانا کی دوسری کتابیں حکیمانہ انداز کی ہیں اور ان میں خاندانِ ولی اللہ کی پوری جھلک ملتی ہے۔ مگر اس کا انداز محدثانہ ہے اور عقائد فاسدہ کے پریشیں میں نشتر تیز رکھا گیا ہے پھر اس کے نسخے بھی کئی ہیں، نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی نسخہ ان کی تالیف ہے۔ ہم نے عام شہرت کی بنا پر اسے مولانا شہید کی کتابوں میں لکھ دیا ہے۔

مولانا شہید کی کتابوں میں منصبِ امامت اس درجے کی کتاب ہے کہ محققین نے اسے افلاطون کی کتاب جمہوریہ سے بہتر قرار دیا ہے۔ مولانا عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں۔ ان کتاب منصب امامت لمولانا اسحاق شہید احسن من جمہوریۃ افلاطون

اس میں انبیاء و صدیقین، شہداء و صالحین اور دیگر برگزیدگان ذاتِ الہی کا اس انداز میں ذکر کیا گیا ہے کہ ایک ایک سطر سے مقام و ولایت کے چشمے چھوٹتے ہیں۔ حضرت مولانا اسحاق شہید کے عقائد کو تفصیلاً معلوم کرنے کے لیے ان کی کتابوں کی بہت سی جزییات حلیم رہنائی بخشتی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ایک اسخ العقیدہ سنی عالم دین تھے اور آپ کا توحیدِ خالص اور علمتِ رسالت پر پورا پورا ایمان تھا اگر کوئی عبارت پیچیدہ دکھائی دے تو اسے ان دوسری صریح عبارات کی روشنی میں بہت آسانی سے حل کیا جاسکتا ہے۔

---

۱۔ رسالہ مصطفیٰ الحدیث ص ۲۴ من افادات الامام عبید اللہ سندھی علیہ السلام علی الاعلام  
 ۲۔ شیخ عبداللہ انکلیتی الشافعی۔

اس مطالعہ میں یہ نہ بھولیے کہ حضرت مولانا اسماعیل شہید ایک بلند پایہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ نقشبندی سلسلے کے عظیم شیخ طریقت بھی تھے اصلاً باطن اور تزکیہ مریدین کے لیے اگر آپ نے کہیں کوئی سخت تعمیر اختیار کی ہے تو یہ فتویٰ نہیں مقرر مریدین کے مابین ایک اصلاحی تدبیر ہوگی اور وہ بھی سید صاحب کی طرف سے جواسی شیخ تھے۔ ہندوستان کے شہرہ آفاق مصنف و مؤرخ نواب سید صدیق حسن خاں (والی بھوپال) (م ۱۳۰۷ھ) جنہوں نے ان کی تعلیم و تربیت کے اثرات کو خود دیکھا تھا، لودہ ان کے دیکھنے والوں کی ایک بڑی جماعت کو انہوں نے دیکھا تھا: "تقصا وجود الاصرار" میں لکھتے ہیں:

خلق خدا کی رہنمائی اور خدا کی طرف رجوع کرنے میں وہ خدا کی ایک نشانی تھے، ایک بڑی خلقت اور ایک دنیا آپ کی قلبی و جسمانی توجہ سے درجہ ولایت کو پہنچی، آپ کے خلفاء کے مراعات نے سرزمین ہند کو شرک و بدعت کے خس و خاشاک سے پاک کر دیا اور کتاب و سنت کی شاہراہ پر ڈال دیا، ابھی تک ان کے وعظ و پند کے برکات جاری و ساری ہیں۔ آگے چل کر لکھتے ہیں:

"خلاصہ یہ کہ اس زمانہ میں دنیا کے کسی ملک میں بھی ایسا حاکم کمال نہ ملتا تھا اور جو فیوض اس گروہ حق سے خلق خدا کو پہنچے، ان کا عشر عشر بھی اس زمانہ کے علماء و مشائخ سے نہیں پہنچا۔"

توحید خالص کے بیان اور رد بدعت کے کام میں حضرت امام ربانی سیدنا مجدد اہل ثانی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی حضرت شہید کے پیشرو اور روحانی بزرگ تھے۔ مناسب ہو گا کہ ان مسلم بزرگوں کی تحریرات کی روشنی میں حضرت مولانا اسماعیل شہید کے عقائد بیان کئے جائیں واللہ هو الموفق۔

## الحکام الفرید فی عقائد الشہید

### مولانا شہید کے اعتقادی نظریات

الحمد لله الذی فتح قلوب خلص عبادہ المؤمنین  
 وازال عنهم غیم الرب والشک بالحق المبین لا یعتز به  
 نقص فی الکلام ولا نقص فی الاحکام والصلوة والسلام  
 علی سید الرسل وخیر الامم وعلی آلہ واصحابہ الذین  
 هم الخاصۃ للعوام والنجوم فی الظلام فالله یمید الامر  
 یوم معاد هم فیاخذ للظلوم عن ظلم یتدارک بعفوہ  
 من شاء ومن شاء منهم انتقم ونعوذ بالله من شرور  
 افسنا ومن سیئات اعمالنا من یمده الله فلا مضل له  
 ومن یضللہ فلا هادی له اما بعد

### توحید باری تعالیٰ کے بیان میں

دینِ فطرت کا اہم بیانی نشان پروردگار کو ایک جاننا اور اسے اس کی ذات میں بہت  
 میں اور اس کے کاموں میں وحدۃ لا شریک انسا ہے۔ تمام پیغمبر اپنی تمام نعمتوں اور قربانیوں سے  
 اسی عقیدہ توحید کی دعوت دیتے رہے اور سب کی اجتماعی پکار تو یوں اور عتوں کو اس ایک خلق و  
 مالک اور باری و رازق پر ایمان لانے اور ان کے احکام پہنچانے کے لیے تھی۔ پیغمبرانہ تاریخ کا اجتماعی  
 فقط توحید باری کا بیان اور پیغمبرانہ اطاعت میں اعمالِ صالحہ کا عنوان یہ ہے اور سیدنا حضرت ابراہیم

علیہ السلام اس توحیدِ خالص کے بیان میں نہایت متنازع تھے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اسی قلتِ ابراہیمی کے داعی تھے اور آپ ہی حضرت ابراہیم کی ان دعاؤں کا مصداق تھے جو آپ نے قعبر کعبہ کے وقت اللہ رب العزت کے حضور میں کی تھیں۔ آپ کی تشریف آوری سے جہل کے بادل چٹے اور شرک کے بُت گرے۔ آپ کے آکل و اصحاب آپ کی اسی دعوت کو لے کر دنیائے کائنات تک پہنچے اور بنی نوع انسان کو اس دینِ کامل کو ماننے کی دعوت دی جس پر عمل کر کے قومیں اس دنیا میں بھی نرغہ دہسکتی ہیں۔

### بَرِ صغیر پاک و ہند میں اسلام کی آمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کو جہنم سے آزادی کی بشارت دی تھی، جو غزوہ ہند میں سب سے پہلے شامل ہوگی خلیفہ راشد ستینا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہندوستان کے حالات معلوم کرنے کے لیے کچھ لوگ بھیجے۔ پھر محمد بن قاسم کے ساتھ مسلمان اس ملک میں داخل ہوئے اور محمود غزنوی نے اس بَرِ صغیر پاک و ہند میں توحید کا پرچم بلند کیا لیکن اسلام کے لیے پوری دینی حرارت اور عمل بہار اسی وقت اس سرزمین پر آئی جب صوفیہ کلام نے اس سرزمین میں قدم رکھا۔ رہبرِ وقافلہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری تھے جن کے نقش قدم سے ظلمتِ کدہ ہند میں اسلام کا فداپنی پوری بہاروں سے جلوہ مگن ہوا۔ ۷

صبحِ چین کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا

وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

اسلام کی اس دور کی نشر و اشاعت میں اہل اللہ کی باطنی توجہات اور عبادات و ریاضات کو زیادہ دخل تھا۔ اجمعی تعلیم و تعلم کی درسگاہیں پوری شریعتِ علمی سے قائم نہ ہوئی تھیں، محل و اخلاص کی یہ فضا اس وقت تک پہ بہار ہی جب تک یہ اہل اللہ سرحد سے یہاں کے

غفار و توسلین ان کے نقش قدم پر چلتے رہے لیکن جب دو کا مذاق سم کے جاشین پیدا ہونے لگے اور ان کا کام بڑوں کے نام پر روزی جمع کرنا رہ گیا تو شرک و بدعت کے سیاہ بادل پھر اٹھنے شروع ہوئے اور دیکھتے دیکھتے ان مسلمانوں پر چھا گئے جن کے ماحول میں ابھی کتاب و سنت کی تعلیم پر کوئی باقاعدہ محنت نہ ہو سکی تھی اکبری عہد میں دین الہی کی ایجاد اور منہ پر نظر پتا کی مراعات سے ہندوؤں کے تمدنی اور معاشرتی اثرات نے پھر مسلمانوں کو گھیر لیا اور مسلمانوں میں ایسی ایسی بدعات رائج ہو گئیں جن کے پیچھے ہندوؤں کے مذہبی تصورات کا رد تھے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی سیدنا حضرت شیخ احمد سرسندی (۱۰۳۵ھ) ایک مکتوب میں اس زمانے کا اعتقادی نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں :

یہ وہ وقت ہے کہ خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کو ہزار سال گزر چکا ہے قیامت کی علامات اور نشانیاں اپنا پرو ڈال رہی ہیں سنت زمانہ نبوت کی دوری کی وجہ سے پردہ میں چھپ گئی ہے جھوٹ پھیلنے کا وجہ سے بدعت سلسلے آرہی ہے اب کوئی شہاز چاہیے جو سنت کی امداد کرے اور بدعت کو نکست جسکے کا وراج پانادین کی برابری کا باعث ہے اور بدعت کی تعظیم کرنا اسلام کی عمارت کو گرانا ہے۔

اس وقت کے علماء کو خداوند تعالیٰ توفیق دیں کہ کسی بدعت کی اچھائی میں زبان

نہ کھولیں اور کسی بدعت کرنے کا فتویٰ نہ دیں اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں پسیدہ صبح کی طرح روشیں ہو کہ بدعت کے علاوہ ہر چیز میں شیطان کی فریب کاریوں کا بہت غلبہ ہے پہلے زمانہ میں چونکہ اسلام مضبوط احاطات و مقامات پر بدعت کے اندھیروں کو برداشت کر سکتا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بدعت کے بعض اندھیروں نور اسلام کی سخت چمک و دمک میں نورانی نظر آتے ہوں۔ اسلئے ان کو بدعت نہ کہا گیا ہو اگرچہ درحقیقت بدعت میں کچھ نور نہیں تھا۔ لیکن اس وقت جو اسلام کے ضعف اور کمزوری کا وقت ہے بدعت کے اندھیروں کو برداشت کرنے

ایک کوئی عزت نہیں ہو سکتی۔ ۱۷  
پھر ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

گفتہ اند کہ بدعت بردو قسم است حسنہ و سیدہ حسنہ ان اعمال نیک را گویند کہ  
بعد از زمان آن سرور و خلفائے راشدین علیہم الصلوٰۃ والسلام پیدا شدہ باشند و  
رفع سنت نہ نمایند و سیدہ ان کہ رافع سنت باشند این فقیر در بیج بیعتے ازین  
بدعتها حسن و اورانیت مشاہدے کند و جز از ظلمت و کمدرت احساس نمے نماید  
اگر فرضا عمل مبتدع را کہ امروز بواسطہ ضعف بصارت و بطراوت و نصارت بیند

فردا کہ حدید البصر گردند و اند کہ جز خسارت و مذمت نتیجہ نہ داشت ۱۸

(ترجمہ) کہتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ اور بدعت سیدہ۔ یہ لوگ بدعت حسنہ ان  
نیک کاموں کو کہتے ہیں جو حضور اکرمؐ اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں نہ تھے اور ان کے کرنے سے  
کوئی سخت نا اہمیتی ہو اور بدعت سیدہ وہ ہے جس کے کرنے سے کوئی سخت ترک ہوتی ہو۔ یہ  
فقیہان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور اورانیت نہیں دیکھتا (بدعت کوئی بھی ہوا اس میں) سوائے  
انہی برے اور کمدرت کے اور کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ کسی بدعتی کے عمل میں (باطل کی) آنکھوں کی کمزوری  
کے باعث اگر کج کچھ رونق اور تازگی بغرض دکھائی بھی دے تو کل (آخرت میں) جب نگاہیں تیز  
ہوں گی پتہ چل جائے گا کہ ان کا نتیجہ نقصان اور شرمندگی کے سوا کچھ نہیں.....

ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

اس زمانہ کے اکثر خواص و عوام اور نوافل میں بہت زیادہ استہمام کرتے ہیں اور فرائض کی  
ادائیگی میں سست ہیں۔ فرائض سے متعلق سنن و مستحبات کا لحاظ نہیں رکھتے۔ نہ فرائض کو مستحب  
اقولت میں ادا کرتے ہیں نہ بحجیر اولیٰ کی فضیلت کا لحاظ رکھتے ہیں بلکہ خود جماعت کی پابندی بڑا اہم



ہے۔ فرض نماز جس طرح ادا ہو جائے اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں البتہ روزِ عاشورہ، شبِ برات، ۲۰ ماہِ جب اور ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کی رات کا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں۔ لیلۃ الغائب ان کا نام رکھا ہوا ہے، ٹہری نگر اور انتقام سے ان راتوں میں باجماعت نفل ادا کرتے ہیں اور اس کو ثواب سمجھتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ شیطان کا فریب ہے کہ بڑائیوں کو نیکیوں کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ خوشی اور غمی کے طریقوں میں بھی ہندو مدھیں راہ پا چکی ہیں اور بدعتی لوگ حضور

اور صحابہ کے طریقوں سے بہت بے پرواہ ہو چکے تھے۔ بدعات کے اس فروغ نے آئندہ شرک کی راہیں کھول دیں اور اسلام کے نام پر مسلمانوں کے اعمال میں شرک راہ پانے لگا۔ علما حق اٹھے اور انھوں نے ہندو نہ رسم اور عقائد کے خلاف پوری جرات سے آواز اٹھائی۔

### حضرت شاہ عبدالغفر زید محدث دہلوی کے بیانات

”قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالغفر زید محدث دہلوی کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں پیر پرستوں کا اچھا خاصہ طبقہ موجود تھا اور وہ اسلام کے نام پر بہت سے ایسے کام کرتے تھے جو قرآن و حدیث کی روشنی میں شرک تھے۔ اسی طرح کچھ ایسے افعال بھی مسلمانوں میں راہ پا چکے تھے جن میں شرک و بدعات کی آلائش تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے بھتیجے شاہ اسماعیل شہیدؒ ہی نہیں جنہوں نے سب سے پہلے اس بگڑتے اسلام کے خلاف آواز اٹھائی۔ خود حضرت شاہ عبدالغفرؒ اپنی پیر پرستوں کے خلاف آواز اٹھا چکے تھے جو اپنے پیروں کے عمل کے بدلے مسلمانوں کی کتابِ شہادت کی روشنی سے دُور رکھنا چاہتے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ اہل بدعت کا ذکر کرتے ہیں :

”چلدم پیر پرستان گوند..... وازاں جہ اندسا نیکہ در ذبح

ونذر و قربانی با خدا گیراں را ہمسرے کنند وازاں جہ اندسا نیکہ در نام نہاں

خود را نہ فلاں و عبد فلاں سے گوند و ایں شرک در تسمیہ است“ ۴

(ترجمہ) چارم پیر پرست کہتے ہیں... اور انہی میں سے وہ لوگ ہیں جو ذبح کرنے میں اور نذر اور قربانی دینے میں خدا کے ساتھ اوروں کو بھی ملاتے ہیں اور انہی میں سے وہ ہیں جو نام رکھنے میں اپنے کو فلاں کا بندہ اور عبد فلاں کہتے ہیں یہ نام رکھنے میں شرک کی راہ چلتا ہے۔

پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

”و بعضے از ایشاں باصوہ و بہا کل و قبور و معابد و ساکن و مجالس آہنا افعالے کہ در مسجد و کعبہ برائے خدا باید کہ بعمل سے آزد مانند سر بر زمین نہادن و گرداگرد گشتن و دست بستہ بصورت استقبال قبلہ در نماز ایستادن لہ (ترجمہ) ان میں سے بعض تصویر فلان گیسوں قبروں، عبادت گاہوں، رہنے کی جگہوں اور ان کی مجلسوں میں وہ کام کرتے ہیں جو مسجد و کعبہ میں صرف خدا کے لیے ہونے چاہئیں جیسے سر زمین پر دکھنا (سجدے کی شکل بنانا) اور گرداگرد گھومنا (جیسے طواف ہونا ہے) اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا جس طرح نماز میں ہاتھ باندھ کر قبلہ رو کھڑے ہوتے ہیں (جیسے سلام پڑھتے وقت ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں)

حضرت شاہ صاحب کی اس قسم کی عبارتوں سے یہ عیاں ہے کہ مولانا اسماعیل شہید نے اپنے وقت میں شرک و بدعت کے خلاف جو آواز اٹھائی خود حضرت شاہ صاحب کی رائے بھی یہی تھی اور وہ اپنے وقت کے ان قبر پرست بدعتیوں کے خلاف اس اصلاحی کوشش کا آغاز کر چکے تھے جسے حضرت شاہ اسماعیل شہید نے اوج تکمیل سے ہمکنار کیا ۔

نہ من تنہا دریں سے فائز مستم  
جنید و شبلی و عطار ہم مست

## حضرت شاہ اسماعیل شہید کی محنت

حضرت مولانا اسماعیل شہید نے دیکھا کہ ہندو نظریات اسلام کے نام پر توحید و سنت کے چشمہ صافی کو گدلا کر رہے ہیں تو انھوں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں عوامی اصلاح و ارشاد کی مہم چلائی۔ اس آواز حق کے جواب میں انھیں بہت کچھ سُننا پڑا لیکن مخالفت ان کے پاسے اتھقل

میں لہزہ پیدا نہ کر سکی  
ہوا مٹی گوشہ و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا  
وہ مرد درویش حق نے جس کو دیے تھے اندازِ خسروانہ

حضرت شاہ صاحب کو اس سلسلے میں کن حالات کا سامنا کرنا پڑا ہو گا، اس کا اندازہ آپ اس وقت کے حالات سے بآسانی کر سکتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں :

”بعضے عوام الناس کہتے ہیں کہ اولیاء کو اللہ نے یہ طاقت بخشی ہے کہ تقدیر کو بدل ڈالیں جس کی تقدیر میں اولاد نہیں اس کو اولاد دے دیں جس کی عمر تمام ہوگی اس کی عمر بڑھا دیں سو یہ بات کچھ صحیح نہیں بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ اللہ اپنے ہر بندہ کی کبھی دعا قبول بھی کر لیتا ہے“  
پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

”اپنے بزرگوں کے حق میں یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ خدا تعالیٰ سے مل کر ایک ہو گئے تھے یا خدا ان میں سا گیا تھا، انصاری کے ہندوؤں کی طرح اور ضروروں سے حاجتیں مانگنا اور ان کی تفتیش ماننا، کفار کی راہ اور اپنے باپ دادے کی راہ اور روئے کو خلاف خدا اور رسول کے اختیار کرنا اور ان کے رسم و رسوم کو متعظم سمجھنا اگلے کافروں اور ہندوؤں کی راہ اور اپنے نسب پر فخر کرنا .... تاریخ اور دن اور ساعت وغیرہ کی نحوست و سعادت ماننا، بزرگوں کی تصویروں کی تعظیم کرنا

تیجہ، دسوزں، چالیسوں اور برسی مردوں کی کرنا اور چمپک کی بیماری میں مبتلا  
بھوانی لانا اور بھوت وغیرہ کا کھانا کرنا۔

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ہندو رسم و رواج اور ہندو عقائد کس طرح دین اسلام  
سے ناواقف مسلمانوں کو حضور اکرم اور صحابہ کرام کے اسلام سے دور کر رہے تھے۔  
مولانا اسماعیل شہید نے اصل اسلام کو ہندو ذہنیت کے اسلام سے نکھارنے اور توحیدِ اسلام  
کو شرک کی ہر آلائش سے پاک رکھنے کے لیے کمر ہمت باندھی اور ہر طرح کی صعوبتوں کو برداشت کرتے  
ہوئے قرآن و حدیث کی نصوص پر تقویۃ الایمان، تالیف ذیاتی، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو بہت  
مقبولیت بخشی۔ اب تک یہ کتاب تقریباً ۱۳۵ دفعہ چھپ چکی ہے۔ اس کے دوسری زبانوں میں ترجمے  
بھی ہوئے اور لاکھوں انسان اس کے ذریعہ ہندوانہ اسلام سے بچ گئے جن لوگوں نے اس کے جواب  
میں رملے لکھے۔ ان میں سے بیشتر طباعت کی منزل تک بھی نہ پہنچ سکے اور چند تحریریں شائع بھی  
ہوئیں وہ بھی ایک اشاعت سے آگے نہ بڑھ سکیں۔ تقویۃ الایمان اب بھی لاکھوں کی تعداد میں  
پڑھی جا رہی ہے اور اس کی مخالفت سوائے ایک گیر بیٹھے کے اور کچھ درجہ نہیں رکھتی۔ کتاب کی  
مقبولیت اس کے حامیوں سے نہیں اس کے مخالفین سے پرچھے۔

### تقویۃ الایمان کی مقبولیت

تقویۃ الایمان کی مقبولیت اور اس کے اثرات کے بارے میں مولوی احمد رضا خاں صاحب  
کے خلیفہ خاص مولوی نعیم الدین مراد آبادی (۱۹۴۸ء) کی شہادت لیجئے :

”تقویۃ الایمان بہت زیادہ مشہور ہے اور اس کی بھرت اشاعت کی گئی

لے تذکرہ الاخوان م۔ علامہ ابوریحان البیرونی (ہندوستان کے حالات میں ہندوؤں کی رسوں میں لکھتے ہیں کہ وہ اپنے فوت شدگان کو ایصالِ ثواب کرنے میں خاص  
خاص تدبیروں پر معتقد رکھتے تھے اور انہی تاریخوں پر ختم کہتے تھے۔

ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے

..... اس کے پرائیونڈ سے سے ہزار ہا لاکھوں آدمی..... ہو گئے۔

اس کتاب سے گراہی پھیلی یا ہدایت۔ یہ اس بحث کا سرمنہج نہیں لیکن اس حقیقت

سے کوئی انکار نہیں کرتا کہ اس کتاب نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو متاثر کیا۔ یہ کتاب بار بار

چھپتی رہی اور کئی کئی زبانوں میں چھپی۔ انگلستان میں اس کا انگریزی ترجمہ تقریباً ہر پڑھے لکھے گھر

میں موجود ہے۔ تقویمہ الامان ۱۸۳۹ء میں کئی کاتب لکھ چکے تھے۔ اس وقت سے اس کی اشاعت

برابر ہو رہی ہے اور ہر سال شہرتی چلی جاتی ہے لیکن اس کے جواب میں جو کتابیں لکھی گئیں ان کا کیا حشر

ہوا اس کی کمانی خود مولوی نعیم الدین صاحب سے ہی سنیے اور ان مخالفین کی بے جا لگی اور کسمپرسی

کی داد دیجیے۔ مولوی نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں :

”علامہ اسلام نے اس کتاب کے متعدد رد لکھے، تحریر و تقریر سے اس کے

مفسد کا اظہار فرمایا لیکن نہ معلوم کس وجہ سے وہ رد چھپ سکے اور قلمی کتاب

کی اشاعت ہی کیا ہو سکتی ہے“ لے ”مدعی لاکھ پہ بھاری بے گواہی تیری

علما و حق کی کتابوں کی مقبولیت ہر اہل عبادت کا دواویلا | ماہنامہ المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر کے

اداریہ میں لکھا ہے :

علامہ سید مدنی میاں برطانیہ کے تبلیغی دورے پر تھے تو بلجیم بھی جانا ہوا۔ میزبان

نے جواب کا نیاز مند تھا اپنے فرزند سے کہا کہ وہ کتاب حضرت کو دکھاؤ جو تمہارے مطالعہ

میں ہے صاحب زادہ نے فرنگ زبان میں بہشتی زلیو لاکر سامنے رکھ دی جس کے ٹائٹل پر

نام ہنا و حکیم الامت کو امام اہل سنت لکھا تھا۔ تحریر تاسف کے طے جل نہات کے ساتھ

مدنی میاں دیر تک عالم خیال میں کھو گئے تھے

مولوی نعیم الدین تو حیران ہیں کہ تقویۃ الایمان کے رد کیوں نہ چھپ سکے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کی مقبولیت اور بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اب تک نیکی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے اور اس کا انگریزی ترجمان انگلستان میں آج گھر گھر موجود ہے۔ ہمیں اس پر کبھی حیرت نہیں ہوئی۔ قرآن کریم میں ہے :

کَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۚ  
ترجمہ: بات ستمری ایک ستمرے درخت کی طرح ہے جس کی جڑ قائم ہوتی ہے اور پھیلیا  
آسمان تک پہنچتی ہے۔

اویہ بھی فرمایا :

ومثل كلمة خبيثة كشجرة خبيثة اجتثت من فوق الارض ما لها من قرار  
(ترجمہ) اور گندی بات ایسی ہے جیسا گندا درخت اکھڑا سوا زمین کے اوپر اسکو قرار نہیں۔  
مدنی میاں کا علاج کیا ہو؟ ان آیات کو تلاوت کر کے مدنی میاں کو دم یا جئے تو ممکن ہے  
وہ عالم خیال سے بھر واپس آجائیں، کچھ عرصہ ہوا وہ بہشتی زیور کا فرانسیسی ترجمہ دیکھ  
کر عالم خیال میں کھو گئے تھے۔

بعض حضرات تقویۃ الایمان کے طرز بیان میں شدت کی شکایت کرتے ہیں۔  
حقیقت حال یہ نہیں، تقویۃ الایمان کو ذرا غور سے دیکھئے انشاء اللہ العزیز بہت سے  
شبہات اذخو دھلتے جائیں گے۔ نامناسب نہ ہوگا کہ ہم اس قسم کے چند سوالات ماننامہ  
الجبیت برہنگم کے ۶، ۷ کے فائل سے لے کر انہیں ان کے جوابات کے ساتھ یہاں بھی یہی  
قارئین کو دیں۔ یہ پرچہ ان دنوں جمعیت علماء برطانیہ کی سرپرستی میں نکلتا تھا۔

## ماہنامہ اجمیعت برہم کے باب الاستفسار کے چند نقوش

محترمی بندہ جناب علامہ صاحب السلام علیکم مجھے آپ کے جواب سے بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ میں نے پہلے تقویۃ الایمان کو غور سے نہ پڑھا تھا۔ اب بہت سی باتوں میں میری تسلی ہو گئی ہے لیکن ایک بات جو دل کو کنگھتی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس کے بارے میں بھی آپ سے سوال کروں۔ اُمید ہے آپ ناراض نہ ہوں گے، میری یہ بھی عرض ہے کہ اس سوال کا جواب مجھے جلد ارسال فرمادیں اور اسے اجمیعت کی آئندہ اشاعت تک ملتوی نہ رکھیں۔ اجمیعت میں یہ مضمون دہرے سے بھی آجائے تو کوئی حرج نہیں مگر مجھے ان جوابات کی جلد ضرورت ہے۔ والسلام

### مولانا شہید کے طرز بیان پر ایک سوال

مولانا اسٹیل ویلبرنی کا طرز بیان کچھ سخت معلوم ہوتا ہے۔ وہ کسی جگہ انبیاء و اولیاء اور جن و شیطان اور بھوت پری سب کو ایک فرست میں ذکر کر جاتے ہیں حالانکہ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کی طبری شان ہے پھر ان کے ساتھ بھوت پری کا ذکر میری سمجھ میں نہیں بیٹتا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

”شُرک اسی پر موقوف نہیں کہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے اور اس کے تعالٰیٰ جانے بلکہ شرک کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمے نشان بندگی کے ٹھہرائے ہیں وہ چیزیں کسی اور کے واسطے کرنی جیسے سجدہ کرنا۔۔۔۔۔ اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیطان میں اور بھوت پری میں کچھ فرق نہیں یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا۔ (تقویۃ الایمان ص ۷۱)

پھر اگلے ایک دوسری بحث میں لگتے ہیں :

”عالم (جہان) میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے  
 مارنا اور جلا (زندہ کرنا) روزی کی کٹناش اور تنگی کرنی اور مست اور بیمار کر  
 دینا، فتح و شکست دینی، اقبال (خوش قسمتی)، وادار (بر قسمتی) دینا۔ مرادیں  
 پوری کرنی، حاجتیں بر لانی، بلائیں مالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، بُرے وقت  
 میں (مصیبت کے وقت) پہنچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے تو کسی انبیاء  
 اور اولیاء کی پیروی و شہید کی، بھوت پری کی یرشان نہیں (کہ اپنے ارادہ سے  
 جہاں میں اس طرح تصرف کرے)“

مولانا سہیل نے شکستہ سستی عقیدہ میں مگر میں نہیں سمجھ سکا کہ ہمارے اہل تہذیب و بھارت (الاجتہاد)  
 کے عقیدہ بزرگوں نے بھی کبھی انبیاء و اولیاء کو اس عام فہرست میں ذکر کیا ہے۔ - بیتنا وجودا  
 نیازمند ..... مجاہد

### الجواب ومنہ الصدق والحساب

اس زمانے میں ایسے سعادت مند بہت کم ہیں جو ان مسائل میں طلب حقیقت کے لیے  
 دخل دیں اور بات کو سمجھنے کی کوشش کریں، ان مسائل کو اچھا لے والے زیادہ تر وہ لوگ ہوتے ہیں  
 جو عقیدہ اور جہالت پر اڑے ہوئے فرقہ بندی کی راہیں تراشتے رہتے ہیں نہ وہ ملحد تنکرم (بات کہنے  
 والے کی مراد) کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نہ وہ کبھی معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ  
 بات کیا اس سے پہلے بھی کسی نے کہی ہے، آپ کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
 آپ کو حق بات معلوم کرنے کی سعادت بخش رکھی ہے۔

محرم : فرقہ بندی لمت کو ہلاک کر لے والی چیز ہے اس کے استرا کرنا چاہیے حتیٰ تھا  
 سب کو توفیق بخشیں کہ حق بات کو قبول کرنے میں فرقہ بندی کو اڑے نہ آئے دیں۔



## عبادت کے لائق نہ ہونے میں سب مخلوق برابر ہے

محترم! آپ جب تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے تو کیا اس سے یہ بات از خود لازم نہیں آجاتی کہ جس طرح مٹی اور پتھر کے بت خدا کے شریک نہیں ہو سکتے، اسی طرح پانی خدا کے شریک نہیں ہو سکتے، سورج اور چاند عبادت کے لائق نہیں ہو سکتے، انبیاء و اولیاء بھی اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں ہو سکتے؟ اللہ تعالیٰ کے لا شریک ہونے میں نفعی عام ہے اور عام اپنے جمیع افراد کو شامل ہوتا ہے خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے۔ خدا کا شریک ان میں سے کوئی نہیں۔ بیان توحید کے لیے خدا کے سوا ہر ایک کی خدائی کی نفی کرنی ہوگی اور اس میں شرعاً کوئی عیب نہیں، نہ کسی کی بے ادبی ہے، درجہ اور مقام ہر مخلوق کا اپنا اپنا ہے لیکن خدا نہ اپنے میں سب چھوٹے بڑے برابر ہیں اور خدا نہ ہونے میں انبیاء و اولیاء اور باقی مخلوقات میں کوئی فرق نہیں، ان میں کوئی نہیں جیسے خدا یا خدائی صفات کا مالک کہہ سکیں، نہ کوئی چھوٹا خدا کا شریک ہے نہ کوئی بڑا۔ اللہ تعالیٰ ہر شریک سے بالذات بے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ یہی لا الہ الا اللہ کی آواز ہے۔

اس ایک بات میں سب مخلوقات کے برابر ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ سب مخلوق درجے میں بھی ایک دوسرے کے برابر ہوں (معاذ اللہ) کجا ادنیٰ مخلوق کا درجہ اور کجا انبیا و اولیاء کی شان۔ اللہ تعالیٰ نے انبیا کرام کو وہ رفعت اور شان بخشی ہے جو کسی فرشتے کو بھی نہیں اور پھر اہل انبیا و اولاد کرام کے سردار کی شان تو سب سے زیادہ ہے۔

۵۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لیکن یہ حقیقت ہے کہ خدا نہ ہونے میں سب برابر ہیں۔

## اس فہرست میں حضرت عیسیٰ بن مریم کا ذکر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ صاحب کتاب اور صاحب بعثت ہیں۔ کلمۃ اللہ ان کی شان اور روحِ شہدہ ان کی صفت ہے۔ بایں ہر درجہ اور مقام اللہ تعالیٰ نے انہیں اس فہرست میں ذکر فرمایا جو ان اہل کتاب نے اپنے معبودوں کی بنا رکھی تھی۔ قرآنِ حکیم نے یہود و نصاریٰ کے شرک کو بیان کرتے ہوئے جہاں یہ بات بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو خدا کے ساتھ شریک کر رکھا تھا تو اس کے ساتھ ہی حضرت عیسیٰ بن مریم کا ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے انہیں بھی خدا کے ساتھ شریک کر رکھا ہے۔ یہودیوں کے مولویوں اور پیروں کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کرنے سے یہ گمان پیدا نہیں ہوتا، کہ معاذ اللہ ان کا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا درجہ ایک ہے تو انبیاء و اولیاء جن اور شیطان اور جہوت پر ہی سے خدائی کی نفی کرنے سے یہ گمان کیوں پیدا ہو کر معاذ اللہ ان کا درجہ ایک ہے حاشا و کلا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ بات حق اور درست ہے کہ خدا نہ ہونے اور خدائی صفات کا مالک نہ ہونے میں سب مخلوق برابر ہیں۔ یہود کے احبار نصاریٰ کے درویش اور حضرت عیسیٰ بن مریم سب ایک فہرست میں ہیں کہ ان میں سے خدا کوئی نہیں سب خدا کے عاجز بندے ہیں اور اس کی مخلوق باقی درجہ اور مقام ہر ایک کا اپنا اپنا ہے اور اس اعتبار سے وہ ایک فہرست کے رکن نہیں حضرت مولانا اسماعیل شہید نے ایک فہرست میں انہیں صرف اس بات میں ذکر کیا ہے کہ عبادت کے لائق نہ ہونے میں سب مخلوق برابر ہیں۔

محرم! آپ نے حضرت مولانا اسماعیل شہید کی جو عبارت تحریر فرمائی ہے اگر آپ اس سے ذرا آگے بھی مطالعہ فرمائیے تو آپ کو یہ آیت وہیں مل جاتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس عام فہرست میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ذکر فرمایا ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس باقی مخلوق کے ساتھ مقام و مرتبہ میں برابر ہونے کا کوئی ایسا مہم پیدا نہیں ہوتا۔ اس اگلی عبادت کو دیکھ لینے سے حضرت شاہ صاحبؒ کی مراد بھی آپ کے سامنے کھل جاتی اور پھر سوال کی ضرورت بھی باقی نہ رہتی۔ آپ کی پہلی پیش کردہ عبارت کے آگے حضرت شاہ صاحبؒ کہتے ہیں :

”جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا خواہ انبیاء و اولیاء سے خواہ پیروں اور شہیدوں سے خواہ بھوت اور پری سے۔ چنانچہ اللہ صاحب نے عیسائیت پر جننے والوں پر غصہ کیا ہے ویاہی میود و نصاریٰ پر حالانکہ وہ یہ معاملہ (شریک ٹھہرانے کا) انبیاء و اولیاء سے کرتے تھے۔ چنانچہ سورۃ برأت (توبہ) میں فرمایا :

اتخذوا اصابہم و دہبا نہم اربابا من

دون الله والمسیح بن مریمہ (پہ توبہ ۵)

(ترجمہ) ٹھہرایا انھوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو مالک (رب) اپنا

وہ سے اللہ سے اور مسیح بیٹے مریم کو۔ تقویۃ الایمان ص ۵

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن کریم کے اس ایک فرست میں حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کو ذکر کر کے انھیں میود و نصاریٰ کے مولویوں اور پیروں کے برابر کر دیا؟ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کر دی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ صرف خدا نہ ہونے میں باقی مخلوق کے ساتھ شریک میں اپنے درجے اور کمالات میں نہیں شاہ سمیع اللہ بھی یہی کہتے ہیں کہ خدا کی صفات کا مالک نہ ہونے میں ہر مخلوق خواہ انبیاء و اولیاء ہوں یا بھوت اور جن۔ سب عاجز اور محتاج ہیں کوئی خدا کی قدرت و کمال نہ سمجھنے کے لیے فہم اور سلیقہ ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ نیت بھی بات سمجھنے کی ہر فرقہ بندی کرنے کی نہ ہونی چاہیے۔

## توحید کے ذکر میں یہ پیرایہ بیان

توحید کے ذکر میں یہ پیرایہ بیان ہمیں سلف سے بھی ملتا ہے۔ امام مسلم (۲۶۱ ھ) نے حضرت عبداللہ بن عمرو (۶۷ ھ) سے روایت کی کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ سب اولاد آدم کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور تعریف سے کوئی مخلوق باہر نہیں۔ ہر مخلوق بڑی بڑی یا چھوٹی اس کے آگے عاجز اور اس کے تحت ہے۔ اس حدیث میں ان قلوب میں آدم علیہ السلام کے نطفہ کل کے تحت ہلالتہ و بجاۃ کے مسلم بزرگ ملاحی قاری (۱۰۱۴ ھ) لکھتے ہیں :

يشمل الانبياء والاولياء والفجرة والكفرة من الاشقياء

(ترجمہ) یہ لفظ شامل ہے تمام انبیاء و اولیاء کو اور سب گناہگاروں کو اور بد بخت کافروں کو سب خدا کی قدرت اور تعریف کے تحت ہیں۔ لہٰذا مرقاۃ جلد ۱ ص ۱۹۰

کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ ملاحی قاری نے یہاں گناہگاروں اور بد بخت کافروں کے ساتھ انبیاء و اولیاء کا کیوں ذکر کیا؟ کیا انبیاء و اولیاء بھی باقی سب مخلوق کی طرح خدا تعالیٰ کے دست قدرت کے ماتحت نہیں؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ ہر فرد مخلوق خواہ چھوٹا بڑا اللہ تعالیٰ کے آگے عاجز اور اس کا محتاج ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۶۸ ھ) سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مانگو تو اللہ سے مانگو۔ مدد مانگنی ہو تو اللہ ہی سے مانگو اور جان لو کہ سب لوگ بھی جمع ہو جائیں کہ تجھے کوئی نفع یا نقصان پہنچائیں تو ہرگز کوئی نفع یا نقصان نہ دے سکیں گے مگر وہی کچھ جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہر تقدیر کے قلم آٹھ

چکے میں اور تحریریں خشک ہو چکیں لے

اس حدیث میں سب لوگوں (جميع الآثر) کی تشریح کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائی گئی ہے :  
ای جمیع الخلق من الخاصة والعامة والانبیاء والاولیاء  
وسائر الامم لے

(ترجمہ) سب لوگ خاص ہوں یا عام، انبیاء ہوں یا اولیاء۔ سب امت بل کہ جس تیرے کسی  
نفع یا نقصان کے مالک نہیں۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت ملاحظہ فرمائی جئے یہاں انبیاء و اولیاء کو باقی سب مخلوق کے  
ساتھ درجے میں برابر کر دیا۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کا کیا تصور ہے کہ  
ان کے پر ایہ بیان کو آپ محض اس لیے سخت سمجھیں کہ انھوں نے انبیاء و اولیاء کے ذکر کے ساتھ  
بجرت اور پی کا ذکر کیوں کر دیا۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ (۹۴۴ھ) مکتوب نمبر ۱۴۳ میں انسان کی محنت  
کی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں : لقد خلقنا الانسان في كبد (قرآن کریم) پ  
ایجا اولیاء و انبیاء۔ خواص و عوام برابر اند۔ الدنیا دار محنت و دار بلاء۔ بیان اس تمام است  
(ترجمہ) بیشک ہم نے انسان کو محنت میں پیدا کیا (قرآن کریم) اس جگہ اولیاء و انبیاء خواص و عوام  
سب برابر ہیں، دنیا محنت کا گھر اور آزمائش کی جگہ ہے۔ یہ اسی موقع کا بیان ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اللہ تعالیٰ کی ان عام نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے  
جن سے اس نے کسی کو محروم نہیں کیا تحریر فرماتے ہیں :

نعمتائے عارندہ کہ غنی و فقیر و وضع و شریف و عالم و جاہل و مومن و کافر و

لے مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۰۵۴ لے مرقاۃ ج ۱ ص ۵۴ لے مکتوبات حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ ص ۲۶۵

صلح وفاق دران یکساں و برابر اند ملے

(ترجمہ) عام عقیدے وہ ہیں کہ امیر و غریب چھوٹا بڑا عالم و جاہل، مومن و کافر، صلح و

فاصلت ان میں ایک جیسے اور برابر ہیں۔

حضرت شاہ سلیمان شہید کی باتوں کو آپ کتنا ہی محنت کیوں نہ کریں آپ تسلیم کریں

گئے کہ میں سب اصول شریعت کے ماتحت اور سخت بھی ہوں تو اس سے زیادہ محنت نہیں جو

مولوی احمد رضا خاں صاحب کے والد مرحوم مولانا محمد تقی خاں نے تحریر فرمائی :

تمام انبیاء و مرسلین و ملکہ متقرین اس کے (خدا کے) خوف سے ہدٰی کی طرح

گامچتے میں ملے

اسلام کی تیرہ صدیوں میں کسی عالم دین نے پیغمبروں کو نبی کی چھڑی نہیں کہا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے بھی جب تک متحدین دہلی کے خلاف کبریت نہ باندھی

تھی یہی اعتماد رکھتے تھے کہ خدا نہ ہونے میں سب مخلوق برابر ہیں۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں :

ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو بات شرک ہے اس کے حکم میں اجبار و اموات و

انس و جن و ملک تمام مخلوق الٰہی یکساں ہیں کہ غیر خدا کوئی ہو خدا کا شریک نہیں ہو سکتا ہے

پس حضرت شاہ سلیمان شہید نے یہ کہہ کر کہ انبیاء و اولیاء جن و شیطان اور معصوم پری

میں سے کوئی خدا کا شریک نہیں اور ان میں سے کوئی عبادت کے لائق نہیں، کوئی زیادتی نہیں کی۔

## خدا کی سی قدرت ماننے کے شرکیہ عقیدے کی تردید

اللہ تعالیٰ نے اپنی عقل سے بھی کسی مخلوق کو حقیقی طور پر اپنی سی قدرتوں کا کمالک نہیں بنایا

کہ جب چاہیں جو چاہیں اور جس کے لیے چاہیں اپنی حقیقی طاقت سے کردگائیں۔ نہ خدا کے کسی

مخلوق کو اپنے علم کی سی شان دی ہے کہ جب چاہے بنیر خدا کے بتلائے عیب کی ہر بات معلوم

لے تفسیر فتح العزیز ص ۱۶۱ ۱۷۰ جلیۃ البرتہ ص ۱۷۱ حسی پریس دہلی ملے حیات الموات ص ۱۸۰

کر لیا کرے۔ نہ یہ درست ہے کہ انسان کسی مخلوق کے بارے میں خدا کی سی یہ قدرت اور خدا کا اسکا یہ علم مانتے ہوئے اس کی صورت (شکل) کا خیال باندھے۔ پہلی صورت مخلوق کو خدا کی قدرت میں شریک کرنا ہے اور دوسری صورت مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے علم میں شریک کرنا ہے اور تیسری صورت اس کی مخلوق کو اس کی عبادت میں شریک کرنے کی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مخلوق کے بارے میں اس قسم کا اعتقاد رکھے کہ اس میں خدا کی سی قدرت یا خدا کا علم پایا جاتا ہے اور عبادت میں اسکا دھیان باندھنا اور نیت کرنا جائز سمجھے تو اس کا مسلمان ہونا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ مولا نا اہل شیعہ نے اللہ کا اس علم کسی مخلوق کے لیے ثابت کرنا شرک بتلایا ہے۔ لکھتے ہیں :

”اس کی صورت کا دھیان باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں، زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہتی اور مجھ پر جو احوال گزرتے ہیں جیسے بیماری اور ندرستی و کشاکش و تنگی و مزاج دنیا، علم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب کا واقعہ ہے۔ سو ان باتوں سے شرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں اس کو شرک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا اس علم اور کو ثابت کرنا۔ اس عقیدے سے آدمی شرک ہو جاتا ہے لہ

خدا تعالیٰ نے کسی کو اپنی صفات میں شریک نہیں کیا۔ نہ کسی کو مستقل طور پر یہ قدرت بخشی ہے کہ اب اسے غیب کی کوئی بات معلوم کرنے میں خدا کے بتلانے کی ضرورت نہ رہے جب چاہے اور جو چاہے از خود معلوم کر لیا کرے اور ہر ہر جزئی کے معلوم کرنے میں وہ خدا کا محتاج

---

لہ تقویۃ الایمان ۱۰۰ ارشد نقادری صاحب نے اپنی کتاب زلزلہ کے صفحہ ۵۵ (ایڈیشن دوم) پر تقریر الایمان کی یہ عبارت نقل کرتے ہوئے یہ الفاظ لکھے اللہ کا علم اور کو ثابت کرنا ”ارادۃ چھوڑ دیئے ہیں۔“

نہ ہوا اللہ تعالیٰ نے حقیقی طور پر اسی طرح کسی کو غیب دانی کا مالک نہیں بنایا نہ غیب کی کنجیاں اس نے کسی کے حوالے کی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو لاکھوں کروڑوں غیوب پر مطلع فرمایا اور انھوں نے بھی ہزار ہا غیب کی باتیں اپنے اُمتیں اور ساتھیوں کو بتلائیں لیکن وہ سب ایک ایک اطلاع خدا سے پاتے تھے اور ایک ایک بات معلوم کرنے میں وہ خدا کے محتاج تھے۔ یہ درست ہے کہ ان کا جبلی فرد بھی ان حقائق کا اور اک کر لیتا تھا لیکن یہ بات بھی صحیح ہے کہ وہ غیب دانی کے مالک نہ تھے کو اب غیب کی بات کو جاننے میں وہ خدا کے محتاج نہ رہے ہوں غیبی جزئیات کو جان لینا خواہ وہ کروڑوں ہوں اور بات ہے اور غیب دانی کی کنجیوں کو اپنے ہاتھ میں لے لینا کہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں چاہی لگائیں اور معلوم کر لیں یہ اور بات ہے۔ ۱۰

حضرت شاہ اسماعیل شہید جب کہتے ہیں کہ اللہ کے دینے سے بھی کوئی غیب دانی کا مالک نہیں ہوا۔ اس سے ان کی مراد ان امور غیبیہ کی نفی ہرگز نہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے مقربین کو مختلف مرقعوں اور ضرورتوں پر اطلاع بخشی ہے۔ وہ صرف عطا مستقل کی نفی کر رہے ہیں کہ کسی کو یہ قوت عطا ہو جائے کہ جب چاہے اور جہاں چاہے از خود معلوم کر لیا کرے اور ہر بات کے جاننے میں وہ خدا کا محتاج نہ ہو کر اسے کسی صفت سے حقیقی طور پر مستصفا ہو جانا خواہ خدا کے دینے سے ہی ہوا اس میں آئندہ خدا سے احتیاج نہیں رہتا اور یہ ہرگز درست نہیں۔ خدا کی شانِ صمدیت کا تقاضا ہے کہ ہر مخلوق کو اس کی ضرورت اور محتاج رہے بے نیازی صرف لمبی کی شان ہے اور کوئی بے نیاز نہیں ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقی کی ایک قسم عطائی بھی ہے۔ اس کے پیرو جب کہیں عطائی قدرت یا عطائی علم کا اقرار کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد عام طور پر

۱۰ عندہ مفاہغ الغیب لا یعلمہا الا ہو ۱۱ انما من ۱۲ دیکھئے تقویۃ الایمان ص



حقیقی قدرت اور حقیقی علم ہوتا ہے جس میں اب ایک ایک پر قدرت یا ایک ایک جزئی کا علم از خود قائم ہے۔ مولانا اسماعیل شہید عطار الہی سے بھی حقیقی طور پر کسی مخلوق کو غیب دانی کا مالک نہیں سمجھتے وہ عقائد رکھتے ہیں کہ انسان ہر ہر بات کے جاننے میں خدا کے بتلانے کا محتاج ہے۔ اس سے کوئی مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی بے نیاز نہیں۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :

"حقیقی بھی دو قسم ہے۔ ذاتی، کہ خود اپنی ذات سے بے عطار غیر ہو اور عطائی کہ دوسرے نے اسے حقیقت متصف کر دیا ہو خواہ وہ دوسرے خود بھی اس وصف سے متصف ہو، جیسے

واسطی الثبوت میں۔ یا نہیں جیسے واسطی الاثبات میں" الاسن والعلی ص ۱۵۱

واسطی الثبوت کی مثال آگ اور لکڑی کی ہے، لکڑی آگ میں ڈالنے سے آگ ہی

بن جاتی ہے گو وہ پہلے اپنی ذات میں آگ نہ تھی پر عطار غیر وہ آگ بنی جو پہلے آگ تھی۔ اس نے اسے بھی اس وصف سے متصف کر دیا۔ اب اس کا آگ ہوا ایک عطائی صفت ہے لیکن ہے حقیقی کہ آگ میں حقیقت کے لحاظ سے اب کوئی فرق نہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرتوں یا اس کے سے علم سے عطائی حقیقی طور پر بھی کوئی متصف نہیں کہ اب اسے اس کی طاقت اور اس کے علم کی احتیاج نہ رہے۔ واسطی الاثبات کے الفاظ خان صاحب نے غلط استعمال کئے ہیں۔

جو لوگ عطار الہی کی اوٹ میں اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقی طور پر انبیاء و اولیاء میں موجود سمجھتے ہیں مولانا اسماعیل شہید ان سے اختلاف رکھتے ہیں وہ عطار الہی سے بھی کسی مخلوق کو حقیقی طور پر غیب دانی کا مالک تسلیم نہیں کرتے وہ جب عطائی علم کی نفی کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد یہ حقیقی ہے کہ اس کے بعد دینے اور لینے والے میں بمحاطہ حقیقت کوئی فرق نہ رہے۔ باقی ہمارا خدا کے بتلانے سے کسی غیب کی بات کو جان لینا سر شاہ صاحب اس سے انکار نہیں کرتے۔ اس سے زیادہ کسی بات کو معلوم کر لینا یا اس کی تفصیل کر پالینا آپ کے عقیدے میں یہ کسی کے بس میں نہیں۔

## اللہ نے جتنا دیا اس کے زیادہ معلوم کر لینا

اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی یا الہام سے بتائی کہ فلاں کام کا انجام بخیر ہے یا بُرا، سو وہ محمل بات ہے اس سے زیادہ معلوم کر لینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی (تفصیل کو پالینا) ان کے اختیار سے باہر ہے لے

اس عبارت سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ شاہ صاحبؒ کو انبیاء و اولیاء کی اس اطلاع علی الغیب سے کہیں انکار نہیں جو اللہ تعالیٰ نے انھیں وحی یا الہام سے بخشی وہ جس بات کی تردید کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب دانی کسی مخلوق کے قبضے میں دی ہو کہ جب چاہے اللہ کے بتلانے بغیر کسی غیب کی بات کو پالیا کرے۔

## مخلوق کی طرف دھیان باندھنے کی شرکیہ صورت

مولانا اسماعیل شہید کے ذمہ ایک یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ آپ نے نماز میں کسی بزرگ یا حضورؐ کے خیال آنے کو بدترین صورت اعتقاد بتلایا ہے اور ادنیٰ مخلوق کے خیال آنے کو اس سے کم بُرا کہا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے آپ حضرت شاہ صاحبؒ کی اس عبارت پر پیر غفور فرمائیں جو تقویۃ الایمان کے حوالے سے ابھی گزری ہے اور اس کے ان ابتدائی الفاظ پر پوری توجہ فرمائیں۔

اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں۔ زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی چیز چھپی نہیں رہتی..... سو ان باتوں سے شرک ہو جاتا ہے لے

مولانا اسماعیل شہید یہاں خیال آنے پر نہیں خیال باندھنے پر تنقید کر رہے ہیں خیال باندھنے سے مراد اس کے سلسلے پر پیش ہونے کی نیت کرنا ہے۔ نماز میں کب خدا کے سلسلے پیش ہونے کی نیت باندھتے ہیں اب اسے دوسرے ہٹا کر کسی دوسری طرف باندھ لینا اور اسکی صورت یا اس کی قبر کو اپنے سلسلے سمجھنا اور اس میں دھیان جہان یہ ایک خدا کی عبادت نہیں اس میں شرک کی آلائش ہے۔

مولانا مرحوم پر اعتراض کرنے والے اگر خیال آنے اور خیال باندھنے میں فرق ملحوظ رکھتے تو کوئی اختلاف پیدا نہ ہوتا، خیال آنے کو کوئی شخص بُرا نہیں کہہ سکتا تھا۔ مگر اس تقسیم میں اُسے ایک انعام بھی کہا گیا ہے لیکن نماز میں کسی مخلوق کی طرف خود دھیان باندھنا اور خدا سے اپنی نیت کو ہٹا کر اس مخلوق پر لے آنا اسے کوئی مسلمان بھی جائز نہ کہہ سکتا تھا۔ خیال آنے اور خیال باندھنے میں فرق نہ کرنے سے بات کہاں کہاں جا پہنچی

۵ اتنی سی بات تھی جیسے افسانہ کر دیا

نماز میں کسی مخلوق کی طرف دھیان باندھنا یہ اس کے لیے انتہائی تعظیم ہے جو اس کی عبادت ہے یہ شرک ہے کسی اور مخلوق کی طرف کوئی دھیان نہیں باندھتا نہ اس کی یہ انتہائی تعظیم کسی کے دل میں آتی ہے۔ شرک لوگ اعلیٰ درجے کی مخلوق کو خدا کی عبادت میں شریک کہتے ہیں۔ معمولی چیزوں کے بارے میں یہ ذہن پیدا نہیں ہوتا نہ ان کا خیال آنے سے ان کی کوئی تعظیم پیدا ہوتی ہے۔ بس خیال آیا اور گیا ان کی طرف کوئی شخص انتہائی تعظیم سے دھیان نہیں باندھتا نہ انھیں کوئی خدا کی عبادت میں شریک کرتا ہے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہید نے تعزیر الایمان کی اس عبارت میں خیال باندھنے کا لفظ دو دفعہ بیان کیا ہے۔ یہ اس لیے کہ کوئی شخص اسے خیال آنے کے معنی میں نہ لے سکے۔ خیال آنا اور بات ہے اور خیال باندھنا اور بات ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز میں کسی لائق تعظیم

مخلوق کی طرف دھیان باندھنا اور اس کے بارے میں وہ عقیدے رکھنا جو مولانا مرحوم نے اس عبارت میں ذکر کیے ہیں شرک کی بڑی واضح صورت ہے جس کے مقابلے میں برگناہ اس سے بہر حال بچتا ہے۔

مرابطہ شیعہ کی عبارت کو سمجھنے کے لیے تقویۃ الایمان کی اس عبارت کو پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے اور خیال آنے اور دھیان جانے میں فرق کرنا اس اقرض کا بہترین حل ہے۔ ہر بات کی مراد مصنف کے اپنے دائرہ علم کی مطابقت میں طے ہونی چاہیے تصنیف را مصنف نیکو کند بیان کا اصول بہت سے اختلافات میں پوری رہنمائی بخشتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں تصرف ربانی کے مسئلہ کی بھی وضاحت کر دیں۔

**تصرف ربانی میں واسطہ بننا** | تصرف ربانی کا واسطہ ہونا شرک نہیں بشرطیکہ اسے خالصتاً امر الہی سمجھا جائے بندہ کے اپنے

ارادے کا اس میں دخل نہ مانا جائے اللہ تعالیٰ جس طرح فرشتوں کو اپنے فیض اور تصرف کا واسطہ بناتے ہیں اس طرح بعض اوقات اولیاء کرام کی ارواح قدسیہ سے بھی یہ کام لے لیتے ہیں۔ کاملین کی ارواح مہربات میں حکماً داخل ہیں اور یہ سب الہی تصرف ہے وہ ذات برحق فرشتوں سے بھی اور ارواح قدسیہ سے بھی عالم میں تصرف فرماتا ہے اولیاء اللہ کے اپنے بس میں کسی کا نفع و نقصان نہیں نہ بندوں کے لیے جائز ہے۔ کہ وہ ان ارواح قدسیہ اور اولیاء کرام سے اپنی حاجتیں مانگیں۔ ہاں خدا کے لیے بالکل بجا ہے کہ وہ فرشتوں یا ارواح قدسیہ کو بندوں کی حاجات پوری کرنے کیلئے بھیج دیں بندہ اگر یہ سمجھے کہ یہ اپنے ارادہ اور اختیار سے میری مدد کر رہے ہیں یا میرے نفع اور نقصان کے مالک ہیں۔ تو یہ بے شک شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کے ذریعہ اپنے بندوں کی مرادیں پوری فرمائے اور بندہ ان سے فیض یاب ہو تو یہ شرک نہیں شرک بندے کا فعل ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے اس کے کسی فعل میں شرک کی آلائش نہیں۔

ان دونوں میں فرق نہ کرنے کے باعث بعض جہلاء نے ایسے مہبت سے واقعات کو جن میں بعض فوت شدہ بزرگوں کی ارواحِ قدسیہ کا کہیں ظہور ہوا اور انہوں نے بگم الہی کسی کی مدد کی یا کسی کو کسی امر غیبی کی خبر دی موجبِ شرک گمان کر لیا اور بڑے صمطراق سے دعویٰ کیا کہ اس سے اسلام کا وہ عقیدہ توحید جاتا رہا جس کی مولانا اعلیٰ شہیدؒ تبلیغ کرتے تھے کہ اولیاء اللہ کے اپنے بس میں نہیں کہ کسی شخص کو کوئی نفع یا نقصان دے سکیں یہ جہلاء سمجھ نہ پائے کہ ایسے سب واقعات فعلِ خداوندی تھے جو ان ارواح کے ذریعے صادر ہوئے بندے نے تو انہیں اپنی مدد و اداءِ الاسباب کے لیے نہ پکارا تھا۔ پس یہ شرک کیسے

ہو سکتا تھا؟

ذکرِ لہ کے مصنف نے اپنی نا سمجھی سے اولیائے دیوبند کی ارواحِ قدسیہ کے بعض ظہورِ حضرت مولانا اعلیٰ شہیدؒ کے عقیدہ توحید کے منافی سمجھ لیے اور دعویٰ کیا کہ علماء دیوبند کے ان سیرت نگاروں نے ان جیسے واقعات ذکر کر کے خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے مذہب کا خون کیا ہے۔ مصنف مذکور یہ نہ سمجھے کہ ان واقعات عجیبہ میں یہ کہیں نہیں کہ ان حضرات نے کبھی اولیاء کرام کو اپنی اس مافوقِ الاسباب مدد کے لیے پکارا ہو۔ مولانا شہیدؒ کے قتادہ کو تصویر کا پہلا رخ قرار دینا اور اولیاء اللہ کی ارواحِ قدسیہ کے ظہور کو تصویر کا دوسرا رخ قرار دینا اور دونوں باتوں کو خواہ مخواہ ایک دوسرے سے ٹکرائنا اور ایک دوسرے کا معارضِ بتلا نا اہل ہے یا سینہ زوری، علم و انصاف اس کی کہیں اجازت نہیں دیتے یہ دوسری صورتِ خالصتاً فعلِ خداوندی ہے جو ان ارواح کے ذریعہ ظہور میں آتا ہے یہ ارواح کرام اپنے اختیار اور ارادہ سے بندوں کی کہیں مدد نہیں کر رہے اور یہ صورتِ حضرت مولانا اعلیٰ شہیدؒ کے عقیدہ میں ہرگز شرک نہیں۔

حضرت مولانا اعلیٰ شہیدؒ اس عقیدہ میں علمائے دیوبند کے ساتھ ہیں توحید و شرک کے بیان میں انہوں نے جو باتیں کہی ہیں وہ بجا ہیں لیکن ان سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی کہ

اللہ تعالیٰ جب چاہیں اپنے کسی مقرب فرشتہ یا کسی روح کامل کے ذریعہ دنیا میں کسی شخص کی مدد فرمادیں جب یہ مدد اس دلی کے اپنے اوردہ و احتیاج سے نہ ہونے لگے کسی نے اپنی مدد کے لیے اور ارباب پکارا ہو، بلکہ صرف فعل خداوندی سے اس کا ٹھکانہ ہوا ہو تو اس میں کون سی شرک کی بات ہے اللہ تعالیٰ بعض دفعہ ارواح کاملین کو دنیا میں بڑے بڑے انقلابات کا واسطہ بنا دیتے ہیں، حضرت مولانا اہل شیعہ لکھتے ہیں :-

حکیم علی الاطلاق ایساں را واسطہ در تصرفات کو نیز مے گرداند مثل نزول امطار و نحو اشجار و تغلیب احوال و ادوار و تحول اقبال و ادبار سلاطین و انقلابات حالات افعیاء و مساکین۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جو داناے سلسلے میں ان اولیاء اللہ کو عالم کون کے تصرفات کا واسطہ بنا لیتے ہیں بارشوں کا برسا، درختوں کا اگنا، حالات کا پلٹنا بادشاہوں پر اچھے اور بُرے حالات آنا۔ دولت مندوں اور عزیز ہوں کے حالات کا بدلنا۔ ان جیسے امور میں یہ اولیاء اللہ تصرف کا واسطہ ہو سکتے ہیں حضرت شیعہ شرک کی صورت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

پس آنچه از غیرات و تعلبات مذکورہ چہ در اقطار عالم و اطوار بنی آدم حادث مے گردد ہمدان قدرت کاملہ ایساں نیست نہ از نتائج طاقت اسکانی نہ اینکه حق جل و علا ایساں را قدرت تصرف عالم عطا فرمودہ کار و بار بنی آدم بایساں تفویض نمودہ پس ایساں بامر الہی قدرت خود صرف مے نمایند و این تصرفات گونا گوں و تغیرات و تعلیمات در عالم کون ہر روئے کار مے آرد کہ ایں اعتقاد شرک محض است و کفر بہت ہے

ترجمہ: پس انسانوں اور دنیا کے حالات میں جو تبدیلیاں اور انقلاب آتے ہیں ان (اولیاء) کی قدرت سے نہیں ہوتے نہ یہ کسی انسانی طاقت کا نتیجہ ہیں نہ ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل و علانے انہیں دنیا میں تصرف کرنے کی قدرت دے رکھی ہو اور لوگوں کے کاروبار ان کے سپرد کر رکھے ہوں اور وہ بامالہ اپنے اختیار کو اس میں صرف کرتے ہوں اور یہ طرح طرح کی تبدیلیاں اور رنگارنگ کے انقلابات لاتے ہوں یہ شرک محض اور کفر خالص ہے۔

پھر آپ اس ظاہری تعارض کو رفع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

بالجملہ نزول تقدیر الہی بنا بر وجاہت کسے یا دعائے کسے از مقبولین امرے دیگر و صدود تصرفات کوئی از ہاں مقبول اگرچہ بامر اللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام است و ثانی محض کفر ہے

ترجمہ: پس کسی مقرب ولی کے اکرام کے طور پر یا کسی بزرگ کی دعا کی بنا پر تقدیر الہی کا اتنا اور بات ہے اور خود کسی بزرگ سے اس عالم کون ہیں تصرف ہونا گو خدا کی عطا سے ہو یہ اور بات ہے پہلی بات عین اسلام ہے اور دوسری محض کفر

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے دنیا میں اپنے ارادہ و اختیار سے تصرف ماننا یہ صحیح نہیں نہ یہ وہ صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ سے کسی مقرب روح کو دنیا میں کسی کام کے لیے بھیج دیں اس صورت میں یہ اِذِ اِرح قدسہ خدا تعالیٰ کے دست قدرت میں بمنزلہ آلہ اور واسطہ کے ہوں گی اور تصرف خالصتہً فعل خداوندی ہو گا اور یہ ہرگز شرک نہیں مولانا شہید پہلے فرما چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان اولیاء مقربین کو عالم کون میں تصرفات کا واسطہ بناتے ہیں ۲

ہاں جو لوگ نادانی میں انہیں پکارنا شروع کر دیں ان سے مراد یہ مانگیں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ یہ اپنے ارادہ و اختیار سے ہماری مدد کرتے ہیں تو یہ بے شک ایک جھٹکی راہ ہے تاہم یہ اپنی جگہ واضح ہے کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ ان تمام روحانی کمالات اور اسرار کو نبیہ کے مقابل تھے۔

توحید سے متعلق یہ چند امور بنیادی حیثیت رکھتے تھے اس لیے ان کی کچھ وضاحت کر دی گئی ہے جو لوگ اسلام کے عقیدہ توحید میں ترمیم کر رہے تھے مولانا اسماعیل شہیدؒ کا بیان توحید ان پر ضرب کاری تھا، انتقامی جذبے کے ساتھ انھوں نے مولانا شہیدؒ کے خلاف پکار و آواز کی کہ ان کے بیان توحید کو انبیاء علیہم السلام کی شان میں تنقیص کرنا شروع کر دیا حالانکہ اللہ عزوجل کی توحید میں انبیاء و مرسلین کی برگز توہین نہ تھی۔ اسلام کے عقیدہ توحید کو انبیاء علیہم السلام کی شان سے ٹکرانے کی بدعت مولانا شہیدؒ کے نادان مخالفین کی ایجاد ہے۔

## پیغمبروں کی شان کجے میں

اب ہم اس بات کی وضاحت کریں گے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان کے بارے میں مولانا اسماعیل شہیدؒ کا عقیدہ کیا تھا۔ اس کے بعد ان چند الزامات کی وضاحت کی جائے گی جو توحید و رسالت کے اس وضعی تصادم میں جھوٹے الزام لگانے والوں نے تفریقِ اُمت کے لیے پیدا کر رکھے ہیں۔ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کے ہاں جس طرح توحید باری تعالیٰ پر عقائد ضروری ہے رسالت کے بارے میں بھی آپ اسی ضرورت کا احساس رکھتے ہیں۔



## مولانا اہل شہید کا عقیدہ

### توحید کے ساتھ رسالت کی ضرورت

حضرت مولانا اہل شہید کا دل جس طرح توحیدِ خالص سے سرشار تھا اور آپ عقیدہ توحید میں کسی ادنیٰ آلائش شرک کو گوارا نہ کر سکتے تھے۔ شانِ رسالت کے بارے میں بھی آپ کا دل اسی غفلت و خلوص سے سوجزن تھا اور انبیاءِ کرام کی رفعت و عصمت ان کے آئینہ عقیدت کا اثر تھی۔ آپ نے تقویۃ الایمان میں شرک و توحید کے فاصلے بڑی وضاحت سے بیان فرمائے تو آپ کا دل رسالت کے باب میں اسی وضاحت کا طالب ہوا۔ اس مذہبِ عقیدت میں آپ نے سنی عقیدے پر استقامت کی دعا کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحیم و کریم کے سوا اضافہ میں نہ کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزاروں درود و سلام عرض کیے۔ تقویۃ الایمان کے آخر میں آپ نے بڑی توجہ اور اسلاح سے اللہ رب العزت کے حضور میں دعا کی۔

”اے مالکِ ہمارے! اپنے ایسے پیغمبرِ رحیم و کریم پر ہزاروں درود و سلام بھیج اور انھوں نے ہم جیسے جاہلوں کو دین کے سکھانے میں حد سے زیادہ کوشش کی تو تو اس کوشش کی قدر دانی کر کہ ہم تو ایک عاجز بندے ہیں۔ محض بے مقدور۔“

۱۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ مولانا اہل شہید مدد و سلام کے شکر تھے وہ اپنے اس بہتان سے توبہ کریں۔ ۲۔ یعنی حضور کی شان اتنی بلند ہے کہ ہم جیسے علم اور بہت دہلے اس کی قدر دانی سے عاجز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی آپ کی صحیح قدر کر سکتے ہیں۔

سو جیہا تو نے اپنے فضل سے ہم کو شرک و توحید کے معنی خوب سمجھائے اور  
لا الہ الا اللہ کا مضمون خوب تعلیم کیا اور شرک و کفر میں سے نکال کر  
موصوف پاک مسلمان بنایا اسی طرح اپنے فضل سے بدعت و سنت کے معنی خوب  
سمجھا۔ اور محمد رسول اللہ کا مضمون خوب تعلیم کر۔ اور بدعتی مذہبوں  
سے نکال کر سنی پاک قبیح سنت کا کر لیا

اس عبارت سے یہ عطا ہے کہ مولانا اہل شہید جس طرح توحید خالص پر عقیدہ ضروری  
سمجھتے تھے اسی طرح آپ رسالت کے بارے میں بھی صحیح عقائد کے مخلص طلبگار تھے۔ یہی وجہ  
ہے کہ آپ نے سنی عقائد پر رہنے کی دعائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پوری طرح تابع دار  
بننے کی اللہ رب العزت سے استدعا کی۔

آپ اپنے سنی عقائد میں اس قدر مخلص تھے کہ آپ نے تقویۃ الایمان کے توحید کے بیان  
میں بھی ضروری موقوف پران کی نشاندہی کر دی اور رسالت کے بارے میں جو عقیدے ایک سنی  
مسلمان کے ہونے چاہئیں انھیں مختصر طور پر ذکر کر دیا اور تمنا کی کہ آئندہ ان معانی کو اور کھول سکیں  
ماہنامہ اکھمیت ہنگام کے باب الاستفسارات کے یہ چند نقوش اس سلسلہ میں بہت  
رہنمائی کر سکتے ہیں انھیں سوال کے ساتھ ہی ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

بخدمت جناب علامہ صاحب - بعد ماہر اسنون

سوالے : میں نے آپ کے کہنے کے مطابق مولانا اہل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان لکھائی  
ہے اور اسے خود دیکھا ہے مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ کتاب ایمان کو ضراب کرنے والی ہے۔ میں نے اس  
کتاب کا مطالعہ کیا تو اس میں زیادہ تر قرآن مجید کی آیات اور احادیث ملیں۔ میں نے محسوس کیا ہے  
کہ اس میں سند توحید کو بڑا کھول کر بیان کیا ہے لیکن — سوال ہے کہ اسلام کیا

صرف توحید کا نام ہے کیا رسالت اس کا برابر کا جزو نہیں اگر دونوں باتیں ضروری ہیں تو تقویۃ الایمان میں رسالت کی شان کیوں بیان نہیں کی۔ اس میں شان رسالت کا کوئی تذکرہ نہیں۔ نہ کہیں روحانیت کا بیان ہے۔ اگر میں غلط سمجھا ہوں تو میری رہنمائی فرمائیں۔ والسلام  
نیاز مند مجاہد

### احباب ومنہ الصدق والصواب

مترجم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ واقعی حضرت شاہ صاحب کے بارے میں حقیقت حال معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے آپ توحید و رسالت کو اپنے اپنے درجے میں پیش نظر رکھیں تو انشا اللہ العزیز بات سمجھنے میں بہت آسانی ہوگی۔

مترجم! سلام کی حقیقی منزل معرفت باری تعالیٰ ہے۔ رسالت اس کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اسی لیے آتے رہے کہ اللہ کی راہ بتلائیں اور اپنے عمل سے اسکی کتاب سمجھائیں۔ توحید و رسالت ایک درجے میں نہیں۔ توحید منزل ہے اور رسالت اسکی معرفت چونکہ معرفت کے بغیر منزل پر پہنچنا ممکن نہیں۔ اس لیے مسلمان ہونے کے لیے توحید و رسالت دونوں کا اقرار ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرے اور رسالت کو نہ مانے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ تاہم ضروری ہے کہ آپ توحید و رسالت کو اپنے اپنے درجے میں پیش نظر رکھیں اس سے تقویۃ الایمان کے مضامین خود آپ کے لیے سہل ہو جائیں گے۔

یہ صحیح نہیں کہ حضرت شاہ سہیل شہید نے تقویۃ الایمان میں صرف توحید بیان کی ہے۔ اس میں شان رسالت کا کہیں اقرار نہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا ورنہ آپ شاہ صاحب کی یہ عبارت بھی اس میں دیکھ لیتے۔

## پیغمبروں کی بڑی شان

پیغمبروں کی تو بڑی شان ہے۔ ان کی خبر دینے سے کیونکر نہ یقین آوے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل توحید کا حکم اور شرک کا منع۔ اللہ صاحب نے ہر کسی سے علم ادراج میں کہہ دیا ہے اور سارے پیغمبر اس کی تائید کو آئے ہیں اور ساری کتابیں اسی کے بیان میں آتیں۔ سو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا فرمانا اور ایک سو چار کتاب آسمانی کا علم اسی ایک نکتہ میں ہے کہ توحید خوب درست کیجیے اور شرک سے بہت دور بھاگئے۔

اس عبارت میں شاہ صاحب نے واضح طور پر تحریر فرمایا ہے کہ پیغمبروں کی تو بڑی شان ہے اور پھر علم ادراج کا بھی اقرار کیا ہے۔ بات اہل میں یہ ہے کہ تقویۃ الایمان میں اقرار من مذکورہ والوں کو خود توحید سے چڑھے اور چونکہ تقویۃ الایمان کا اہم موضوع توحید ہے اس لیے وہ اس کتاب کے نام سے چڑتے ہیں ورنہ شاہ رسالت کا اقرار اس میں اپنی جگہ نہایت واضح طور پر موجود ہے۔ یہ بات کہ شاہ صاحب حضور کو درجے میں بڑا بھائی سمجھتے ہیں ایک جھوٹا الزام ہے۔ آپ تو فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کی بڑی شان ہے پھر حضور کو تمام انبیاء کے سراج اور سردار ہیں۔

**فیضان نبوت** | حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کہتے ہیں :

خدا تعالیٰ کی رضامندی ان کی رضامندی میں داخل کی گئی ہے اور اللہ عزوجل کی فرمانبرداری ان کی فرمانبرداری پر موقوف ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے غصے نے ان کے غصے کے ساتھ اتصال پیدا کیا ہے۔ اسی عنایت اور ولایت کے نمونہ اور اسی بزرگی اور عزت کے عکس سے ان ربانی حکیموں اور انبیاء و مرسلین کے وارثوں کو حصہ ملا کرتا ہے۔

جن حضرات کا نبوت و رسالت کی اس عظمت پر ایمان ہوا اور وہ انبیاء و مرسلین کے وارثوں میں بھی اس فیضان کے قائل ہوں ان کے بارے میں کون کہہ سکتا ہے کہ ان کے حلقے تعظیم رسالت سے متور نہ ہیں۔ لیجئے مولانا اسماعیل شہیدؒ ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

### تعظیم رسالت کا بیان :

نماز اور رکۃ اور روزہ اور حج اور جہاد اور باقی شایہ اسلامیہ کی عظمت کا اعتقاد بھی اسی طرح کرے اور مطلقاً شرع شریف اور کعبہ اور انبیاء اور رسولوں کی تعظیم بھی اسی قسم سے ہے بلکہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :

ساک کو چاہیے کہ انبیاء اور اولیاء بلکہ تمام مومنین کے حقوق اور تعظیم کے ادا کرنے میں نہایت کوشش کرے بلکہ

انبیاء کرام کی زندگی اُمت کے لیے نمونہ اور فیض دہانی کا سرچشمہ ہوتی ہے۔ اس میں غلطی

### انبیاء کا غلطی سے پاک ہونا

آئے تو ہدایت سادہ کے آئینہ میں داغ آتا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ نے ان حضرات قدسیہ کو غلطی سے پاک رکھا۔ یہی عقیدہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کا تھا :

انبیاء و مرسلین اور اولوا العزم کے کمالات کا ظاہر ہونا اسی تجلی میں سے ہے۔ پس اس سیر کے تین درجے ہیں۔ اول اس لحاظ سے کہ انبیاء علیہم السلام کے کمالات کا منشا ہے۔ اسی طرح سے علوم ہدایت کا ظاہر ہونا کہ ان میں سے کسی طرح سے غلطی واقع نہ ہو سکے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بات ہمیشہ حتیٰ کہ خواب میں بھی موجود ہوتی ہے کیونکہ ان کا وجود باوجود فیض کا

منبع ہوتا ہے لیہ

کیا اب بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ انبیاء و مرسلین کی (معاذ اللہ) بلادی کرتے تھے۔ اب آپ ہی سوچیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب جو انہیں شام بیل اور دشنامی دُخا اور رسول کو گالی دینے والا کہتے تھے کس قدر حق پر تھے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ مولوی احمد رضا خاں مسلمانان ہند کو جہاد سے روکتے تھے اور مولانا اسماعیل شہیدؒ نے جان میدان جہاد میں جان آفریں کے سپرد کی تھی اور آپ نیابت الہی میں عنایت الہی کا نشان تھے۔

**نیابت عن اللہ کا مقام** یہ مقام مستقل طور پر انبیائے اولوالعزم کا مقام ہے اور ان کی فرمانبرداری سے بعض بڑے باعمل عالم اس مقام کے ظل اور اس فخر کے عکس سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں جن کو قوم کی اصطلاح میں مجمع اللہ (HEAVENLY SIGNS) کہتے ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اصطلاح میں اس مقام کا نام قرب ملکوت تھا۔

### رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں

بھائی کا درجہ بڑا ہے لیکن باپ کا اس سے زیادہ ہے، ولی اور صحابی کا اس سے بھی زیادہ ہے اور رسالت کا مرتبہ سب سے بڑا ہے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ انسان کے لیے رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں ہی تقویۃ الایمان میں ہے:

”بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں اور سارے مراتب اس سے نیچے ہیں مگر آدمی رسول ہو کر بھی آدمی رہتا ہے اور بندہ ہی ہوتا اس کا فخر ہے کچھ اس میں خدا کی شان نہیں آجاتی اور خدا کی ذات میں نہیں مل جاتا۔ سو یہ بات کسی

بندہ کے حق میں نہ کہنا چاہیے کہ نصائی ایسی ہی باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں کہہ کر کافر ہو گئے۔ ۱۷

شاہ صاحب نے نہایت واضح طور پر سب درجات کو خواہ بھائی کا درجہ ہو یا باپ کا ولی کا ہر یا بھائی کا۔ رسالت کے مرتبہ سے نیچے تسلیم کیا ہے اور رسالت کو سب سے بڑا مرتبہ قرار دیا ہے تو جو لوگ شاہ صاحب پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کا درجہ بڑے بھائی کا سا سمجھتے تھے۔ کتنا واضح جھوٹ بولتے ہیں اور آخرت سے کس قدر بے خوف ہیں شاہ صاحب کا عقیدہ آپ کے سامنے ہے۔ ہاں شاہ صاحب یہ ضرور کہتے ہیں کہ آپ کی تعظیم خدا کی سی نہ ہونی چاہیے کیونکہ انسانی تعظیم عبادت کہلاتی ہے۔ آپ کے آگے رکوع نہ کیا جائے نہ آپ کو سجدہ کیا جائے بلکہ آپ کی تعظیم اس انتہائی شان رسالت کے باوجود انسانوں کی سی ہو نہ خدا کی سی البتہ برابر کے انسانوں کی سی نہیں بڑے انسانوں اور اونچے درجے کے انسانوں کی سی ہو کیونکہ آپ انسانی برادری میں سب سے بڑے انسان تھے اور انسان کامل تھے۔ سو یہ بات آداب تعظیم کی ہے کہ وہ انسانوں کی سی ہو نہ خدا کی سی نہیں، وجہ اور مرتبہ کی نہیں کہ ان کا درجہ بڑے بھائی کا سا سمجھ لیا جائے۔ شاہ صاحب نے بات تعظیم کی کسی بھی الزام لگانے والوں نے اسے درجہ اور مرتبہ کی بات بنالیا۔

### انسانی برادری کے بڑے بھائی

صحابہ نے آپ سے سجدہ تعظیم کی اجازت چاہی تو آپ نے انہیں اس کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔ ۱۸ اس حدیث میں حضور نے واضح سے اپنے آپ کو مسلمانوں کا بھائی فرمایا اور پیغمبر کو راضی میں بھی غلط بیانی نہیں کرتے اور جو کچھ ان کی زبان سے نکلتا ہے، حق ہوتا ہے اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ انسانی برادری کے بڑے بھائی تھے لیکن سب سے بڑے بھائی جن سے بڑا کوئی انسان پوری نسل آدم میں نہیں ہوا پس آپ کی

تعلیم میں دست بستہ قیام، رکوع اور سجود کے وہ انداز اختیار کیے جائیں جو اللہ رب العزت کے حضور میں اختیار کرنے چاہئیں کھڑکپ کی ظاہری تعلیم انہی حدود میں رہے جو چھوٹے درجے کے انسان بڑے درجے کے انسانوں کے بارے میں اختیار کرتے ہیں اور یہ بات بھی مولانا شہید نے از خود نہ کہی تھی بلکہ حضور کی ہی ایک حدیث کی تشریح کی تھی جن لوگوں نے تعلیم کی بحث کو درجے اور مرتبے کی بحث بنا دیا ہے انہوں نے علم اور دیانت کا خون کیا ہے حضرت مولانا شہید لکھتے ہیں:

”جتنے اندر کے مرتب بندے ہیں وہ سب انسان ہی تھے اور بندے عاقل

اور ہمارے (انسانی) بجائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ (انسانی برادری کے)

بڑے بجائی ہوتے۔ ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے۔ ہم ان کے چھوٹے (اور

ناحق) میں سوان کی تعلیم انسانوں کی سی کیجیے نہ خدا کی سی۔“

اس عبارت سے واضح ہے کہ آپ تعلیم کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ خدا کی سی نہ ہونی

چاہیے۔ اس میں یہ بات کہ آپ کو کہیں نہ ملے گی کہ ان کا درجہ بھی بڑے بجائی کا ہے۔ بات صرف

یہ کہی گئی تھی کہ ان کی تعلیم بڑے انسانوں کی سی کیجیے اور اس سے بچھیے کہ خدا کی سی ہو جائے کیونکہ

پھر یہ تعلیم عبادت ہو جائے گی۔ شاہ صاحب خود اعتراف کرتے ہیں کہ رسالت کا مرتبہ سب سے بڑا ہے۔

”بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں اور سارے مراتب اس سے

نیچے ہیں۔“

حضرت شاہ صاحب اس سے پہلے یہ بات بھی لکھ آئے ہیں کہ انبیاء کرام سب لوگوں

سے بڑے ہیں، اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ انبیاء کرام کو بڑے بجائی کے برابر سمجھ لگیں فرمایا:

”و انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے سوان کی بڑائی سی ہوتی ہے کہ

اللہ کی راہ جاتا ہے اور بڑے جملے کاسوں سے واقف ہیں سو لوگوں کو کھٹکتے ہیں اور ان کے بندے

میں تاثیر دیتا ہے۔“



## انبیاء سب لوگوں سے بڑے ہیں

شاہ صاحب جب اولیاءِ اکرام کو بھی بڑے بھائی کے درجے میں نہیں سب لوگوں سے بڑا مانتے ہیں تو انبیاءِ اکرام اور پھر سردارِ انبیاء کو بڑے بھائی کے برابر کہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ صرف اندازِ تعظیم کی بات تھی کہ انسانِ برادری کے بڑے انسانوں کی سی ہونی چاہیے نہ کہ خدا کی سی اور وہ بھی حضورِ اکرام کے اپنے الفاظ کی تشریح تھی جسے کتابِ جامع مطالعہ نہ رکھنے والے جملہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں کہ شاہ صاحبِ حضور کا درجہ بڑے بھائی کا سامانتے تھے (معاذ اللہ) اور ان صریح عبارات کی کچھ پرواہ نہیں کرتے جن میں شاہ صاحب نے حضور کو سارے جہاں کا سردار تسلیم کیا ہے۔

ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار

حضرت مولانا شبیرِ حضورِ اکرام کے بارے میں لکھتے ہیں :  
 ”ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ دیکھنے میں ان کے محتاج ہیں“

شاہ صاحب اس سے پہلے بھی حضور کے بارے میں لکھ آئے ہیں :  
 ”سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور لوگوں نے اُن کے بڑے بڑے معجزے دیکھے انھیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انہی کی پیروی سے زندگی حاصل ہوئی“

جو لوگ ان واضح اور کھلی کھلی عبارتوں کے باوجود آپ پر یہ متنبانہ بندھتے چلے آئے ہیں

کہ آپ حضورؐ کا درجہ بڑے بھائی کا سا سمجھتے تھے وہ آخرت میں جواب دہی کے لیے تیار رہیں جہاں جاہل مرید اور ان پڑھ مقتدی نعرے لگا کر ساتھ نہ دے سکیں گے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص حضورؐ کا درجہ اور مرتبہ کسی دلی یا صحابی کے برابر بھی سمجھے وہ حضورؐ کی شان میں بے ادبی کرتا ہے چہ جائیکہ کوئی اسے بڑے بھائی کے برابر سمجھے۔ ایسا کہنے والا مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اسے سمجھ والو سمجھنے کی کوشش کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کے کاملین کو بڑے بڑے حضورؐ کا مرتبہ مراتب کی انتہاء | درجے عطا فرمائے، چھوٹے سے چھوٹے دلی کا

درجہ بھی کاملین کا ہے لیکن ان تمام روحانی مراتب کی انتہاء حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتی ہے۔ کوئی آپ سے آگے یا برابر نہیں۔ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:

کامل لوگوں کے مرتبوں میں اس قدر تفاوت ہوتا ہے کہ ان کا شمار محال ہے ولایت کے ادنیٰ مرتبے حضورؐ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے تک کے تفاوت کو سمجھنا چاہیے۔

آپ جس طرح نبوت کا دروازہ بند کرنے والے تھے اسی طرح ولایت کا دروازہ کھولنے والے تھے آپ کی پیروی اور برکت سے یہ مقام اپنے مختلف درجات کے ساتھ اس امت کے کاملین کو بھی نصیب ہوا۔ اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ سارے جہاں کے سردار تھے یہ مقام مستقل طور پر تو حضرت خاتم النبوة اور فاتح الولاية محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے اور آپ کی پیروی اور برکت سے اس مقام کا نمونہ بعض بزرگوں کو بھی عطا کیا جاتا ہے۔

حضورؐ کی محبت سب مخلوق سے زیادہ دل میں رکھے

مولانا اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:

۱۔ صراط مستقیم ص ۵۲ ۲۔ اے ایضاً ص ۱۰

جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماسوی کی نسبت زیادہ تر محبوب ہوں اس نے ایمان کا مزا چکھا لیے  
پھر ایک دوسری جگہ پر لکھتے ہیں :

”پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماں باپ اور اولاد سے اور تمام مخلوقات سے زیادہ دوست جانے اور سب کی دوستی سے زیادہ ان کی محبت دل میں رکھے اور سب کی مرضی سے زیادہ ان کی مرضی کے کام کرتے لے اس سے تہ چلا کہ سولہ اسماعیل شیعہ کے عقیدے میں حضور کی صرف اطاعت ہی سزاوار پر لازم نہیں۔ آپ کی محبت بھی برلمان پر فرض ہے اور جب تک حضور کی محبت دل میں سب سے زیادہ نہ ہو اسلام کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔

### حضور کی محبت اور اطاعت فرض عین ہے

حضور کی محبت ایسا فرض نہیں کہ چند لوگوں کے شوق و اشتیاق سے اُتت اپنی ذمہ داری سے عمدہ برآ ہو جائے۔ حضور کی محبت اور اطاعت ایک ایک مسلمان پر فرض ہے جو اطاعت محبت کی راہ سے آتی ہے اس کا نقش دیر پا ہوتا ہے اور محبت سے اطاعت کا عمل بھی آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت فرض عین ہوتی ہے۔ لے

### نسبہ اور صدیقین میں فرق

صدیقیت کا مقام نسبہ یا کرام کے بہت قریب ہے، انہیں سچائی کی راہ اپنے جلی نور اور نسبہ یا کرام کے واسطے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس قرب تعلق سے حضرت ابو بکر صدیق نے

ایک دفعہ حضور کو اپنا بھائی کہہ دیا تھا۔ صبح بخاری میں ہے:

فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ اِنَّمَا اَنَا اخُوْكَ فَقَالَ اَنْتَ اَخِيْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَكِتَابِهِ - مِلَّةٍ مِّنْ مِّصْرٍ  
حضور نے اس میں قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۚ (الحجرات) ترجمہ: مسلمان جو میں سر بھائی بھائی ہیں

حضرت شاہ اسماعیل شہید اپنے شیخ سے صدیقین کا یہ مقام اس طرح بیان کرتے ہیں

ان بزرگوں اور نبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں فرق صرف اتنا ہے کہ انبیاء

علیہم السلام امتوں کی طرف مبعوث ہوئے اور یہ بزرگ مغان حکم کو قائم کرتے ہیں اور ان کو

انبیاء کے ساتھ وہی نسبت ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے یا بڑے بیٹوں کو اپنے

باپ سے نسبت ہوا کرتی ہے کیونکہ ان کے درمیان بھی من وجہ بقوت کا علاقہ ہے اور من وجہ

اخوت کا اور یہ لوگ اور تمام آدمیوں سے انبیاء کی خلافت کے زیادہ حق دار ہوتے ہیں۔ ۱

خود فرماتے ہیں کہ جو شاہ صاحب حضور اکرم کو صدیقین کا بڑا بھائی کہنے سے بھی آگے تھے

ہیں اور حضور کو ان کا بھی روحانی باپ کہتے ہیں وہ کیسے گوارا کر لیں گے کہ ہم جیسے عام آدمی حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بڑے بھائی کے برابر سمجھنے لگیں، اس سے زیادہ بے ادبی کیا ہوگی حضور

پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام انسانی برادری میں شامل ہونے کے باوجود پوری امت کے روحانی باپ

ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات سب امت کی روحانی مائیں ہیں۔

## مقرر بان بارگاہ ایزدی کی شان

حضرت شاہ اسماعیل شہید ایک مقام پر لکھتے ہیں:

۱۔ یتیم کی کفالت کرنے والے کو فرمایا: "کُنْتَ اَنَا وَهِيَ الْجَنَّةُ اخُوْنِ" سنن ابن ماجہ ۲۳

میں اور وہ جنت میں دو بھائیوں کی طرح ہوں گے۔ ۲۔ مراط مستقیم ص ۴۵ ط ۴۵

کمالات راہ نبوت ارباب کمال کی بصیرتوں کو کھل قدسی سے سرگین کر دیتے ہیں اور کھل قدسی کے سبب ان کی بصیرت کا لہر صحت اور تیزی قبول کرتا ہے اور ان کی بصیرت قدسی آنکھ کی طرح کھل جاتی ہے تاکہ وہ جس چیز کی طرف التفات کرتے ہیں اس چیز کے حقائق اور دقائق کو اپنی استعداد کے مطابق کماحقہ دریافت کر لیتے ہیں۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

یعنی مردان حق اس کمال پر پیدا ہوتے ہیں اور ایمانی محبت اس دلکشا مقام کے چہرہ سے پوشیدگی کا پردہ دور کر کے لہروں میں سوطرغ کی روشنی اور رونق کے ساتھ ظاہر کرتی ہے۔

پھر آگے جا کر ایک جگہ لکھتے ہیں :-

”بنی آدم میں سے نیک بندوں کے دل جو کہ غفلت اور اسوی اللہ کی طرف توجہ کرنے کے رنگ سے صاف ہیں، خطیرۃ القدس (دربارِ خلدی) کی طرف نسبت کرنے سے آئینہ کا حکم رکھتے ہیں مثلاً جس چیز کا واقع ہونا خطیرۃ القدس یعنی دربارِ خداوندی میں تعدد ہو چکا ہو۔ اکثر نیک نجت لوگ اس کو قبل از وقوع خواب یا معاملہ میں دیکھ لیتے ہیں اور کم سے کم اس کے واقع ہو جانے کی رغبت یا اس کے اسباب کی جمع آوری کی جہت اپنے آپ میں معلوم کرتے ہیں۔ پس جب اس صاحب کمال نے اپنے منعم کے پاس عزت حاصل کر لی ہے اور دربارِ الہی میں راستے کا قدم پکا کر لیا ہے اور رفیقِ اعلیٰ میں مقامِ صدق پایا ہے تو خواہ مخواہ اس کی عزت کا پرتو نیک بندوں کے دلوں میں پھیل جائے گا۔“

آپ عمر فرمائیں کہ حضرت شاہ صاحب جب صدیقین کے لیے اس درجہ شان کا اقرار کرتے ہیں تو ان کے دل میں انبیاء علیہم السلام اور پیغمبر سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کس درجہ میں بالا اور برتر ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب تو حضور کے تعلق سے حضور کے آل و اصحاب کی محبت اور تعظیم کو بھی اشد ضروری سمجھتے ہیں اور ان مقبولانِ بارگاہِ ایزدی سے بغض و عداوت رکھنے کو نصیحت لوگوں کی حلاوت قرار دیتے ہیں۔

### حضور کے آل و اصحاب کی محبت اور تعظیم

جس کو حضور سے محبت ہوگی وہ ان سب (صحابہ اور اہل بیت) کی بھی محبت رکھے گا پھر ان اصحاب اور اہل بیت کی تعظیم کرے گا۔ ۱۵  
جو شخص حضور کے اصحابوں کی خوبیاں اور نیکیاں سن کر ناخوش ہو وہ کافر ہے۔ اللہ کی راہ سے رانڈا گیا، مردود ہوا۔ ۱۶  
پھر لکھتے ہیں :

عجیب نصیحت ہے وہ فرد جہان مقبول لوگوں سے ناراض اور ناخوش ہو اور بغض و عداوت رکھے اور پھر بے حیائی سے دعوے کرے کہ قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔ ۱۷

مترجم ! آپ سوچیں کہ جن شاہ صاحب کا دل اللہ کے مقبول بندوں کی محبت اور تعظیم سے اس قدر لبریز ہو کہ وہ ان سے بغض و عداوت رکھنے والوں کو نصیحت سمجھتے ہوں۔ بھلا ہو سکتا ہے کہ خود ان کے دل میں ان قربانِ درگاہِ ایزدی کے خلاف کسی قسم کا بغض یا بوجھ موجود ہو بات صرف یہ ہے کہ شاہ صاحب سے بغض رکھنے والے شاہ صاحب کے بیانِ توحید سے چڑتے ہیں۔ بشرک ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کیے ہوئے ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ اسلام کا نور توحید کسی آلائش کے بغیر دنیا میں جلوہ لگے جو۔

**بزرگوں کی محبت ایمان کی علامت** | مولانا اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں :

ایسے بزرگ لوگوں کی محبت، ”پایہ کرنے والے“ کے ایمان اور پرہیزگاری کی علامت ہے

اور ایسے بزرگوں کا بغض، ”کینہ کرنے والے“ کے نفاق اور بدعتی کا نشان ہے۔

**حضرت غوث پاکؒ کے بارے میں اعتقاد** | حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کے بارے میں غلط پراپیگنڈہ ہے کہ آپ

حضرت پیران شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو نہیں مانتے تھے۔ آپ حضرت الشیخ قدس اللہ سرہ العزیزہ کو اپنے عقدہ کے تمام ولیوں کے پیشوا اور ولایت کبریٰ کا امام سمجھتے تھے۔ آپ ایک جگہ لکھتے ہیں تم نے کتاب فتوح الغیب کو جو ولیوں اور صاحبانِ خدو بقا کے امام، فضیلتوں اور بزرگوں والے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، جو ساری کی ساری فنائے ارادہ کے مضمون سے جو شبہ ایمانی کا خلاصہ ہے صبری ہوئی ہے۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :

جو شخص کہ طریقہ قادریہ میں بیعت کا ارادہ کرتا ہے ضرور اس کو حضرت غوث الاعظم کی جناب میں ایک اعتقاد عظیم حاصل ہو جاتا ہے اور جس وقت اس کی بیعت اس خاندانِ عالی شان میں واقع ہو جاتی ہے تو اعتقاد و سابق کی نسبت ایک مناسبت زائدہ اسے حاصل ہو جاتی ہے کہ اپنے آپ کو آنجناب کے گرد سے شمار کرتا ہے۔

دیکھئے اس عبارت کا لفظ لفظ حضرت پیران پریم کی عظمت و رفعت اور انتہائی مقام

ولایت کے اقرار سے معمور ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان حضرات اہل طریقت سے اہل اسلام کو بھاری منافع حاصل ہوئے ہیں۔

### اصحاب طریقت کا فیض

اصحاب طریقت میں سے اولیاء کبار نے جو فن شریعت میں باطنی امامت اور دل کے سنوارنے کے قواعد میں درجہ حاصل کر چکے تھے حب ایبائی کو متواترات دینیہ سے جان لیا .... اہل اسلام میں سے ایک بھاری جماعت کو بہت نفع پہنچایا اور اس سبب سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انہوں نے بڑی عزت حاصل کی

**رحمت ربانی کا اچھلتا فوارہ** | اولیاء کرام کا وجود کیا ہے۔ رحمت ربانی کا اچھلتا فوارہ ہے اس سے خلق خدا کی خیر خواہی کے سوتے پھوٹتے ہیں اور فیضان الہی کی بارش ہوتی ہے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں :-

اس مقام میں قیام کرنے کے لوازمات میں سے یہ بات ہے کہ اس مقام کے صاحب کے دل سے فوارہ کی طرح رحمت ربانی اور عام لوگوں کی خیر خواہی جوش زن ہوتی ہے۔

کیا اب بھی کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت کرے گا کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ بزرگوں کی رحمت کے قائل نہ تھے وہ تو خود ایک بڑے روحانی مقام پر فائز تھے اور قرب ملکوت میں جگہ پا چکے تھے۔

**بزرگوں کے توسط سے رحمت پر دستک** | حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ بزرگوں کی ارواح مقدسہ کو

ایصال ثواب کی تعلیم دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

طالب کو چاہیے کہ پہلے با وضو و زانو بیٹھ کر طریقہ چشتیہ کے بزرگوں یعنی حضرت معین الدین بخاری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہ حضرات کے نام کا فاتحہ پڑھ کر بارگاہ خداوندی میں ان بزرگوں کے توسط اور وسیلہ سے التجا کرے۔



**فنا فی اللہ اور اتصالِ علوی :-** جو اولیاء کبار فنا فی اللہ کی منزل پالیتے ہیں انہیں

عالمِ علوی سے اتصال مل جاتا ہے پھر وہ ارادہ الہی کے لئے بمنزلہ جارجہ ہو جاتے ہیں۔ خدا کی آنکھ سے وہ دیکھتے ہیں اور اس کے کافوں سے ہنستے ہیں۔ مدبرات فرشتوں کے ساتھ ان کے ذمے کام لگا دیے جاتے ہیں۔ حضرت مولانا اسماعیل شیدائے قدسیوں کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

ان مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ کے صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے مطلق مآذون و مجاز ہوتے ہیں اور ان بزرگوں کو حتیٰ بنیاد ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف نسبت کر س مثلاً ان کو جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرشتے تک ہماری سلطنت ہے معنی اس کلام کا یہ ہے کہ عرش سے فرشتے تک ہمارے مولیٰ کی سلطنت ہے۔ ۱۔

**ارواحِ قدسیہ کی ملاقاتیں** اولیاء اللہ کی رُوحوں کو وہ نورانیت نصیب

ہوتی ہے کہ ذکر کے آثار ان کے گرد و پیش پھیل جاتے ہیں۔ انبیاء کرام اور اولیاء کبار کی ارواحِ قدسیہ سے ملاقات، طہار اعلیٰ کی سیر اور فرشتوں تک کو دیکھنا انہیں مل جاتا ہے اور یہ سب رحمتِ خداوندی کا فیضان ہے جو انہیں یہاں تک مقبولیت بخشا ہے۔ مولانا شہیدؒ لکھتے ہیں کہ لطائفِ غیبیہ کھلنے پر ہر اہل اللہ کو کشف کے یہ مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں ۱۔

مجملہ اس کے آثار کے ذاکر کی روح کی نورانیت ہے اور از ارواحِ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور ملکہ عظام کے ساتھ ملاقات کرنا اور جنت و دوزخ اور آسمانی مقامات کی سیر کرنا جیسے سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور وغیرہ اور لوح محفوظ کی سیر کرنا اور دہاں کے واقعات کا منکشف ہونا اور الہی امور کی خاطر روح کو آسمان پر ٹھہرانا دہاں دورہ و سیر کرنا مناسب ہے ۲۔

ان عبارات اور عقائد کی روشنی میں آپ غور فرمائیں کہ کیا ان کا لکھنے والا کسی پہلو سے بھی بزرگوں کا گستاخ اور بے ادب ہو سکتا ہے عاशा و کلا ہرگز نہیں۔ بزرگوں سے بغض رکھنا ایک بڑی بدبختی ہے حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

بنی آدم میں سے نیک بندوں کے دل جو غفلت اور ماسوی اللہ کی طرف توجہ کرنے کے رنگ سے صاف ہیں۔ خطیرۃ القدس کی طرف نسبت کرنے سے آئینہ کا حکم رکھتے ہیں مثلاً جس چیز کا واقع ہونا خطیرۃ القدس یعنی دربار خداوندی میں مقدر ہو چکا ہو۔ اگر شینک بخت لوگ اس کو قبل از وقوع خواب یا معاملہ میں دیکھ لیتے ہیں ۔

ان تصریحات سے یہ بات یقینی درجے میں معلوم ہو گئی ہے کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے بارے میں وہی عقائد و نظریات رکھتے تھے جو ایک بکے سنی عالم کے ہونے چاہئیں اور یہ آپ کی دُعا بھی تھی ۔

اولیاء کرام کی ابدی زندگی یہ حضرات بیشک احکام دینی میں فوت شدہ قرار پاتے ہیں لیکن یہ بات بھی برحق ہے کہ یہ لوگ عالم برزخ میں ہمیشہ کی زندگی سے سرفراز ہوتے ہیں۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ خواص اولیاء کرام کی ابدی زندگی کے قائل تھے

اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور مقبولوں کے لیے موت ایک ایسا پُل ہے کہ ان کو اپنے دوست تک پہنچا دیتا ہے اور ان کو ایسے انعام و معارف ہوتے ہیں کہ اس جہاں میں زندوں کو بہت کم ملا کرتے ہیں۔ اس بنا پر ان کو زندہ سمجھنا چاہیے لیکن اس جہاں کے احکام کی طرف نسبت کرنے سے بیشک وہ موت پا چکے ۔

علم غیب سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ

کہا جاتا ہے کہ شاہ صاحبؒ نے تقویۃ الایمان میں بابجا انبیاء علیہم السلام سے علم غیب

کی نفی کی ہے اور بتایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ بات درہل یہ ہے کہ یہ لوگ علم غیب کے معنی نہیں سمجھے ورنہ کون ہے جو اس سے انکار کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو ہزاروں ہزاروں غیب پر مطلع فرمایا ہے۔

حضرت شہ صاحبؒ کے نزدیک علم غیب سے مراد علم ذاتی ہے جو بے عطاء غیر از خود قائم ہو۔ علم غیب کے ان معنوں کے پیش نظر وہ صدہا غیبی امور جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور اولیاء کو اطلاع بخشی۔ علم غیب نہ ہے۔ اہل علم حضرات ان امور کے ماننے کو اطلاع علی الغیب۔ اظہار علی الغیب۔ علم وحی خبر سادی یا الہام سے تعبیر کرتے ہیں۔ علم غیب نہیں کہتے اور جاہل لوگ ان غیبی اطلاعات کو علم غیب کہنے سے نہیں رکتے۔ علم وجہ کے تضاد نے علم غیب کے اختلاف کو یہ شکل دے رکھی ہے ورنہ قرآن کریم نے یا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح غیبی امور کے جان لینے کے لیے علم غیب کا لفظ کبھی استعمال نہ فرمایا تھا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی ایک مقام پر لکھتے ہیں :

"علم جب کہ مطلق بولا جائے۔ خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مصطفیٰ

ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید

شریفؒ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے" لہ

### حضور کا دل مبارک اسرار غیب کا محرم

حضرت شہ اسماعیل شہیدؒ نے جہاں جہاں یہ لکھا ہے کہ انبیاء و اولیاء علم غیب نہیں

کہتے۔ اس سے ان کی یہ مراد ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان بندگان کو اسرار غیب پر اطلاع نہیں

بخشی۔ حاشا و کلا یہ برگز ان کی مراد یہ تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ خود

ثبوتی سلک نور میں لکھتے ہیں ۔

دل اُن کا جو ہے محرم سرِ عیب  
مبرا خطائے ہے بے شک و ریب

(سلیس) آپ کا دل مبارک عیب کے رازوں کا جاننے والا ہے اور سرِ عیب کے جاننے میں وہ دل بلاشبہ و شک غلطی اور خطائے پاک اور معصوم ہے۔

حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ یہاں پوری وضاحت سے موجود ہے۔ یہاں عیب کا لفظ علم کی طرف مضاف نہیں کیونکہ شاہ صاحب کے عقیدے میں علم عیب سے مُراد علم ذاتی ہے جو بے عطا و غیر از خود قائم ہو اور یہ صرف اللہ رب العزت کا علم ہے کہ بے عطا و غیر از خود قائم ہے شاہ صاحب ان ہزاروں سرِ عیب اور اہل اعانتِ خبیثہ کا ہرگز انکار نہیں کرتے جن سے اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنے مقبولین کو نوازا اور شرف فرمایا ہے شاہ صاحب کا عقیدہ ہے کہ عیب کی کنجیاں صرف اللہ کے پاس ہیں۔ اس نے یہ کسی مخلوق کے ہاتھ میں نہیں دیں کہ وہ جب چاہے اور جو چاہے چابی لگا کر خبیث امور کو از خود معلوم کر لیا کرے، نہیں ہرگز نہیں لیکن اس سے مُراد بھی ہرگز نہیں کہ اللہ رب العزت خود بھی عیب کا قفل کسی کے لیے نہیں کھولتا۔

اللہ والوں کے لیے خزانہ عیب کے قفل کھلنا

حضرت مولانا اسماعیل شہید لکھتے ہیں :

”یقین یوں رکھنا چاہیے کہ عیب کے غزلے کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے۔ اس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچہ نہیں مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا چس کو چاہے، بخش دے۔ اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا۔“

### مقام غور :

غور کیجیے حضرت شاہ صاحب کس مراحت سے اس عبارت میں غیبی خبروں کے بدلنے اور غیب کے فعل کھلنے کا اقرار فرماتے ہیں یہی وہ اطلاعات غیبی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے مقررین اور مقبولین کو نوازتے ہیں لیکن چاہی چوکنہ صرف اسی کے ہاتھ میں ہے اس لیے جتنے غیب پر اللہ تعالیٰ اطلاع بخشیں، اس سے زیادہ معلوم کر لینا یہ کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔

### اللہ نے جتنا دیا اس سے زیادہ معلوم کر لینا

حضرت شاہ صاحب کی نفی علم غیب سے یہ مراد بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو جن اسرار غیب سے نوازتے ہیں ان سے بڑھ کر کسی بات کا معلوم کر لینا یا کسی محل بات کی تفصیل از خود معلوم کر لینا یہ ان کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اس کے لیے بھی وہ اللہ تعالیٰ کی ہی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وہ چاہتے تو بتا دے نہ چاہتے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ اطلاع نہ دے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس وقت کنویں میں ڈھے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں :

”اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی یا الہام سے بتائی کہ فلاں کام کا انجام بخیر ہے یا بُرا۔ سو وہ محل بات ہے اور اس سے زیادہ معلوم کر لینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی (پالینی) ان کے اختیار سے باہر ہے“ لے

اس عبارت سے تہہ چلا کہ حضرت شاہ صاحب کے پیش نظر نفی علم غیب سے غیبی امور کے بارے میں وحی و الہام کا انکار ہرگز نہیں اور شاہ صاحب ان غیبی خبروں کو تسلیم فرماتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے انبیاء و اولیاء کو وحی یا الہام سے اطلاع بخشی ہو اور اس اطلاع کی زالی شان ہوتی ہے۔

## وحی کی زالی شان

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو جن غیبی اطلاعات یا احکام سے سرفراز فرماتے ہیں وہ ایسے قطعی اور یقینی ہوتے ہیں کہ ان میں کسی دخلِ شیطانی، اضافے یا کمی یا کسی بھول چوک کا امکان ہرگز نہیں۔ الہی ضمانت ان کے شامل حال اور غلامی حفاظت ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ لویا! اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ کسی امورِ غیبی سے نوازتے ہیں مگر ان کے ساتھ وہ وعدہ نہیں جو پیغمبروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو وحی اور الہام دونوں سے شرف کیا جاتا ہے اور ان میں شیطان کا دخل کسی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ مولانا شبید کہتے ہیں :

”بڑے لوگ جو بات عقل اور قرینہ سے کہتے ہیں سو اس میں کمی و دست برد باقی ہے اور کبھی چوک مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی یا الہام ہو، سو اس کی بات زالی ہے۔  
الہام کا لفظ لویا! اللہ کی اطلاعات غیبی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور کبھی یہ لفظ انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی آتا ہے۔ الہی الہام خواہ انبیاء کو ہو یا لویا کو وہ اپنی جگہ زالی نہ رکھتا ہے لیکن جو الہام انبیاء کو ہو اس میں دخلِ شیطانی سے پوری حفاظت ہوتی ہے۔ یہ الہام بھی وحی کی طرح ہے اور وحی میں غلطی کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا اسماعیل شبید لکھتے ہیں :

”پیغمبروں کی وحی میں کبھی غلطی نہیں پڑتی“  
وحی نبوت کی طرح الہام نبوت بھی غلطی سے پاک ہوتا ہے نہ خدا کی حفاظت ہر وقت ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کا خواب بھی دخلِ شیطانی سے محفوظ ہوتا ہے حضرت ابراہیمؑ ایک خواب دیکھ کر حضرت اسماعیلؑ کو تو رہا کرتے تھے۔

## دین کے بارے میں کُل علم

حضرت مولانا اسماعیل شبید کا عقیدہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دین کے بارے میں کُل علم رکھتے ہیں اور دینی ہدایت کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کا کُل علم آپ کو عطا نہ کیا گیا ہو، مولانا لکھتے ہیں :

”دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتلا دیں اور سب بندوں کو اپنے

رسول کی تابعداری کا حکم دیا۔“

حضرت مولانا اسماعیل شہید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو آفاقی سمجھتے تھے، لکھتے ہیں

”پیغمبر خدا کے علم کو ایک شخص کے علم میں منحصر نہ جانا چاہیے بلکہ آپ کا علم تمام جہانوں

میں پھیلا ہوا ہے۔“

وہ علم جو دین سے تعلق نہیں رکھتے یا جو پیغمبر کی شان کے لائق نہیں ان کی پیغمبر سے نفی کرنا پیغمبر

کی ہرگز بے ادبی نہیں بلکہ ان کی عظمت کا اقرار ہے قرآن کریم میں ہے: وما علمناہ الشّعواء یبغی لہ

(ترجمہ) اور ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھایا اور نہ آپ کی شان کے لائق تھا۔ یہ حضرت مولانا شہید

کے عقائد کا ایک اجمالی نقشہ ہے جو مدیہ قارئین کیا گیا ہے، یہ چند جزئیات ان مغالطوں کے ازالہ کے لیے

کافی ہیں جو ان ابواب میں مغالطہ یا کم فہم لوگوں کی طرف سے حضرت مولانا شہید کے خلاف عام طور پر پھیلائے

جاتے ہیں ان حقائق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگوں نے حضرت مولانا اسماعیل شہید کے خلاف بہت غلط تصورات

قائم کر لیے اور جب حقیقت کھلی تو بڑا اس حقیقت کا اعتراف کر لیا، حضرت مولانا سید بغدادی بھی ان لوگوں

میں سے تھے جنہوں نے نہایت صراحت سے حقیقت واقعہ کا اقرار کیا، حضرت مولانا اسماعیل شہید جب کا پتہ

میں تھے تو آپ نے جناب دلا بغدادی صاحب کو اپنے عقائد و نظریات کے بارے میں خط لکھا تھا ۱۲۴۰ھ میں

بغدادی صاحب نے حضرت شہید کو بذریعہ خط اطلاع دی :

”میں نے جو کچھ آپ کی نسبت کہا وہ بالکل محض اس وجہ سے تھا کہ میں آپ کا

کلام سمجھ نہ سکا کیونکہ رسالہ اردو میں تھا اور میں عرب کا رہنے والا ہوں۔“

حضرت مولانا اسماعیل شہید کے عقائد پر آپ مطلع ہو چکے اب حضرت کے فقہی

موقف پر بھی نظر ڈالیں۔

# مولانا اسماعیل شہید کا موقف فقہ

## شاہ صاحب کا خاندانی مسلک

حضرت مولانا اسماعیل شہید اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو باپ دادا سے حنفی مسلک پر کاربند چلا آتا تھا۔ شاہ صاحب خود بھی اسی مسلک کے پابند تھے۔ ہاں مولانا اس بات کے شدید مخالف تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت کو کوئی مسلمان بے ادبی یا نفرت کی نظر سے دیکھے۔ ائمہ مجتہدین کے ہاں رائج اور مرجوح کا اختلاف کسی عقلمند کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ جو سنن دوسرے ائمہ کے نزدیک رائج ہوں وہ انھیں تشحر کا موضوع بنائے یا حتی و باطل کا معیار بنائے۔ آپ نے رفع الیدین کے مسئلہ پر تنویر العینین اسی جذبہ کے تحت لکھی تھی۔ شکر اللہ سعید۔ لیکن جہاں تک آپ کے اپنے عمل کا تعلق ہے آپ حنفی مسلک پر کاربند تھے۔ آپ اور آپ کے رفقاء جہاد کے بارے میں بعض لوگوں نے افسرہ باندھا۔

ایں جماعت مسافرین ہیچ مذہب ندارند و ہیچ مسلک عقیدت نیستند

(ترجمہ) یہ مسافر کوئی فقہی مسلک نہیں رکھتے اور کسی طریق کے پابند نہیں۔

جواباً مولانا اسماعیلؒ نے کشیش حضرت سید محمد نے اپنی شہادت سے ایک سال پہلے ۱۳۲۵ھ میں ایک خط ملا ریشاؤ کے نام لکھا، آپ کی یہ تصریح تمام نورو مجاہدین کو بھی شامل ہے کیونکہ اعتراض سب کے بارے میں تھا اس سے حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کے مسلک کی پوری وضاحت ہوئی گی

ایں فقیر و خاندان ایں فقیر و بلاد ہندوستان گناہ نیست الوہ الوہ انام

از خواص و عوام ایں فقیر و اسلاف ایں فقیر رائے داند کہ مذہب ایں فقیر با

عن جہ حنفی است و بالفعل ہم جمیع اقوال و افعال ایں ضعیف بر قوانین اصول

خفیفہ و آئین ایشان منطبق است



(ترجمہ) یہ فقیر اور اس کا خاندان ہندوستان میں غیر معروف نہیں۔ علم و فہم  
لاکھوں آدمی مجھے اور میرے اسلاف کو جانتے ہیں کہ اس فقیر کا سلک باپ دادا  
سے حنفی چلا آرہا ہے اور عملاً بھی اس عاجز کے تمام اقوال و افعال حنفی قوانین اور  
ان کے طریقہ کے مطابق ہیں۔

### مولانا عبدالحی صاحب دہلویؒ کا بیان

حضرت مولانا عبدالحیؒ اور مولانا اہل شیعہ سے ۱۲۲۰ھ میں بوسہ قبر کے اختلاف کے  
موقع پر مختلف سوال کیے گئے تھے حضرت مولانا عبدالحی صاحب نے اپنی اور مولانا اہل شیعہ کی  
طرف سے جو جوابات لکھے ان میں مرقوم ہے :

• قیاس را معتقد ام و در قیاسات واجتماعات متعلقہ مذہب حنفی ام ؟  
(ترجمہ) "میں قیاسات کے مسائل میں قیاس کا قائل ہوں اور اجتماعی امور میں حنفی مذہب کا مقلد ہوں"  
پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

• من بزمہ مذہب حنفی مثل طحاوی و کرخی ام یا سنا و صحیح کاربندے شوم نہ  
مثل صاحب التل یا سنا م ؟

(ترجمہ) "میں امام طحاوی اور کرخی کی طرح صحیح طریق پر حنفی مذہب کا پابند ہوں نہ جابل و گول کی طرح

### اعمال میں چار مذہبوں کی متابعت

جس طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حق کو ان چار مذہب میں نہر بتلایا  
تھا اور ان سے نکلنے کو سوا فہم سے نکلتا قرار دیا تھا اسی طرح ان کا پورا خاندان اس اصول پر  
کاربند اور مذہب اربعہ کی متابعت کا داعی رہا۔ مراد مستقیم جس کی جمع و ترتیب میں مولانا عبدالحیؒ

۱۔ الصواعق اللانیہ ص ۲۶ طبع ۱۳۸۷ھ مطبع احمدی ۲۔ دیکھیے رسالہ اشاعت السنۃ النبویہ  
مولانا محمد حسین ثبوتی مدظلہ العالی ص ۱۸۸ ۳۔ فتاویٰ مجددیہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

اور مولانا اسماعیل شہید دونوں شامل ہیں۔ اس میں ہے :

”اعمال میں ان چار مذہبوں کی متابعت جو اہل اسلام میں رائج ہیں بہت عمدہ ہے لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو ایک شخص کے علم میں منحصر نہ جانا چاہیے بلکہ آپ کا علم تمام جہان میں پھیلا ہوا ہے“  
مولانا اسماعیل شہید ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

”جو مسئلہ کہ صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ثابت نہ ہو یعنی صحابہؓ کے وقت میں ایسا واقع نہ ہوا جو اس پر حکم نظر کر دو اجماع کہتے تو ایسی بات پر بتیوں کے قیاس صحیح کے موافق عمل کرے پھر وہ مجتہد بھی ایسا ہو کہ جس کا اجتہاد اُمت کے اکثر عالموں نے قبول کیا ہو جیسے امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور قیاس بھی فاسد نہ ہو“

**مجتہدین کی کوششوں کے ثمرات** | مجتہدین کرام کی کوششوں سے شریعت محمدیہؐ کا دائرہ اتنا وسیع ہوا کہ ہر زمانے کا ہر

مسئلہ اپنے اصولوں کی طرف لوٹا اور اہل اسلام یہ کہنے کے حقدار ہوئے کہ شریعت محمدیہؐ وہ کامل نظام حیات ہے جس میں زندگی کے ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔ یہ اصول کتاب و سنت کی وہ باریک راہیں تھیں جو مجتہدین پرکھیں اور صحیح یہ ہے کہ ان باریک راہوں میں ہر کوئی نہیں چل سکتا۔ مجتہدین اپنی کوششوں سے یہ درجہ پا گئے کہ انبیاء کرامؑ کی متابعت میں امت ان کی بھی اقتدا کرنے لگی۔ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں :

فزون عربیہ کے استادوں اور اجتہاد کے اماموں اور علم کلام کے دانوں اور تہذیب اخلاق اور حکمت ایمانیہ والوں کی کوششوں سے باریک علم ظاہر ہوئے اور بزرگوں کو اسی کوشش کی وجہ سے علماء امتی کا بنیاد بنی اسرائیل

کے زمرے میں جگہ ملی ہے لیکن

مولانا اسماعیل شہیدؒ کے عقیدہ میں فقہاء کا دور اس امت کے لیے پہلی الہی ہدایت

مقی جس کے تحت اسلام ایک کامل دین کی صورت میں جلوہ گر ہوا کتاب و سنت کی باریک راہیں روشن ہوئیں اور فقہ نے ترتیب پائی۔ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:

نوع انسانی کے امر و نہی کی تربیت میں بھی زلزلے اور طرقتی بدلا کرتے ہیں جس دورہ میں جواہل کمال اپنے کمال کو پہنچتے ہیں وہ عالم کہ ان کے دورہ کے مناسب ہیں لکھ دلوں میں ڈال دیے جاتے ہیں اور ان کو انہی علوم کی تکمیل میں غلام بنایا جاتا ہے، پھر جب وہ تربیت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو ایک تربیت کی بنیاد رکھ دی جاتی ہے اور ایک نئی ہدایت کی بنیاد کو مضبوط کیا جاتا ہے مثلاً اس امت کے دوروں میں کا پہلا دورہ فقہاء کا تھا پھر متکلمین کا دورہ ظاہر ہوا اور اس کے بعد صوفیاء کرام کا دورہ آیا۔ یہ تمثیل کے طور پر ذکر کیا گیا ہے ورنہ ادوار انہی میں منحصر نہیں تھے

صحابیہ کے زمانے میں مسائل اتنے پھیلے ہوئے نہ تھے جتنے اگلے دور میں پھیلے۔ جوں جوں ضرورتیں بڑھتی گئیں نئے نئے مسائل سامنے آتے گئے اور ان موضوعات میں شریعت کی راہیں روشن ہوتی گئیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ کرام میں کوئی کمی تھی بقدر کلام یہ ہے کہ ضرورت کے وقت خدا تعالیٰ کی غیرت جن اہل کمال پر اتاری وہ فقہاء تھے اور یہی مولانا اسماعیل شہیدؒ کا مسلک تھا:

مجتہدین کے اجتہاد کا امتزاج بین اور تبع تابعین کے زمانے میں اس قدر جلوہ گر

ہوا کہ اس کا عشر عشر بھی مصابہ کرام کے زمانہ میں واقع نہیں ہوا تھا اور اس کمال والے خدا تعالیٰ کی غیرت اس مقام کے لوازمات میں سے ہے۔ کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ ان لوگوں میں سے تھے جو کہتے تھے فقہ کی ضرورت نہیں، حتیٰ یہ ہے کہ غیر منصوص مسائل میں ہر عامی کو تقلید مجتہد کی ضرورت پڑتی ہے۔ گمان ہوتا ہے کہ وہ وہی بات بتائے گا جو اس کے ہاں دلیل سے ثابت ہے گو یہ شخص اس سے دلیل لینے یا اسے پرکھنے کی استعداد نہ رکھتا ہو۔

### غیر منصوص مسائل میں تقلید مجتہد

حنفیہ کرام کے ہاں تقلید امام قرآن و حدیث کے مقابلہ میں نہیں۔ غیر منصوص مسائل میں ہے یہی بات مولانا اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں:

”جب تک مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو تب تک مجتہد کی پیروی

اور تقلید کرے“ ۱

حضرت یزید احمد شہیدؒ اپنی پوری جماعت کے ساتھ آخر دم تک تقلید پر قائم رہے۔ آپ نے فرمایا:

”یہ وقت ترک تقلید کا نہیں ہے، ہم کو اس وقت کفار سے جہاد کرنا ہے۔“

تقلید کا جھگڑا اٹھا کر اپنے اندر تفرقہ و انہماک نہیں“ ۲

### مولانا قاری عبد الرحمن پانی پتی کی شہادت

مولانا قاری عبد الرحمن پانی پتی صاحب نے حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کا زمانہ پایا ہے اور

ان سے ملاقات بھی کی ہے۔ قاری صاحب لکھتے ہیں:

مولوی اسماعیل صاحب کو ہم نے دیکھا۔ اہل سنت و اجماعت حنفی و محدث و غیرہ تھے۔

۱ ایضاً ص ۶۸ ط ۱۹۵۵ء سوانح احمدی ص ۱۹۳ از تحفہ فی مہرم ۱۳۰۹ھ

۲ ص ۲۳ ماخوذ از خیر التقید

اس سے پتہ چلا کہ آپ کو مسلک حنفی تھے مگر محدث اور مفسر بھی تھے اس میں اشانہ ہے کہ اگر آپ کسی مسئلہ میں فقہ حنفی کی کسی خبری سے اختلاف کریں تو آپ اس علمی مقام پر ہیں کہ آپ کو اس کا حق پہنچتا ہے۔

## نواب صدیق حسن صاحب کی شہادت

نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم ان محدثین کرام کے پورے گھرانے کے شائق لکھتے ہیں :

بل هو بیت علم الحنفیۃ  
(ترجمہ) یہ حضرات دہلی حنفی مذہب کے علم کا گھر ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم آپ کے عقائد کے بارے میں فرماتے ہیں :-  
عقیدہ اوسمہ موافق اہل سنت و جماعۃ است۔ ہرچہ بہ نسبت او نے گویند  
محقق و موضوع است و وے بدال راضی نیست دایں افتراء و کذب ہم در  
حیات وے پر وے کذب و وے ازیں تبراکر دو برال انکار کردہ  
ترجمہ آپ کے عقائد سب اہل السنۃ و الجماعۃ کے تھے۔ لوگ آپ کے ذمہ جو  
عقائد لگاتے ہیں یہ سب من گھڑت اور موضوع باتیں ہیں۔ آپ ان سے ہرگز  
راضی نہ تھے لوگوں نے یہ کذب و افتراء خود ان کی زندگی میں ان پر باندھا آپ  
نے اس سے پوری طرح اظہارِ نیرازی کیا اور ان غلط عقائد کا انکار کیا۔

فقہ میں آپ کی عظیم مہارت کا ذکر آپ ان الفاظ میں کرتے ہیں :-  
احول فقہ بر لوک زبان داشت و علم صاحب در انگشتان قرآن و حدیث خود  
محفوظ سینۃ ابوہ و وفقہ و متقول مشق و میریۃ اور

اس بات کے ثبوت میں کہ آپ حنفی الذہب تھے نواب صاحب لکھتے ہیں کہ ترک

لہ احکم فی ذکر اصحاب السنۃ ص ۵۵ استغاث البلاء المستقین ص ۲۱۹

۳۵ ایضاً ص ۲۱۹



اور جناب الہی سے دعا کرنا اس کے پہنچانے کا طریق ہے اور یہ بہت بہتر اور محسن طریقہ ہے۔

پھر ایک مقام لکھتے ہیں :

جو چیز کہ اس وقت فقیروں اور محتاجوں کے حق میں زیادہ مفید ہو خالص نیت کے ساتھ خرچ کرے اور اگر دعا بھی کرے تو بہتر ہے۔

فاتحہ کے لیے پُر تکلف کھانوں کی تعین اور پھر یہاں تک تعین کہ گوشت بکری کا ہو گائے کا نہ ہو یا دال ہو مگر اس میں ادک ضرور ہو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے آج نیا طبقہ ختم اور ایصالِ ثواب کی ان اداؤں پر ہنستا ہے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی وصیت ہی دیکھ لیجئے آپ نے اپنی وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے کھانوں کی کسی عجیب فہرست تیار فرمائی :

فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ جمیع دیا کریں (۱) دودھ کا برف خانہ ساز اگر بمینس کا دودھ ہو۔ (۲) مرغ کی بریانی (۳) مرغ پلاؤ خواہ بکری کا ہو (۴) شامی کباب (۵) پراٹھے (۶) بالائی (۷) فیرنی (۸) روکی پھر بری دال مع ادک و لوازم (۹) گوشت بھری کچوریاں (۱۰) سیب کا پانی، انار کا پانی (۱۱) سوڈے کی بوتل۔

مولانا اسماعیل شہیدؒ ایصالِ ثواب کے لیے کھانا کھلانے یا فاتحہ خوانی کے خلاف نہ تھے۔ آپ صرف رسموں کی پابندیوں کے خلاف تھے اور طرح طرح کے کھانوں اور ان کی اقسام کی پابندی کو بُرا سمجھتے تھے جو پابندی شریعت نے نہیں لگائی اسے اپنی طرف سے لگا لینا اگر شریعت میں دخل دینا نہیں تو اور کیا ہے۔ التزام مالا یلزم اضافی بدعت ہے۔

۱۔ ایضاً ص ۶۳ ط ۹۳ ۲۔ ایضاً ص ۶۶ ط ۹۴

۳۔ دمایا شریف ص ۸ مطبوعہ ندوی کتب خانہ لاہور۔

فوت شدگان کو طعام سے فائدہ پہنچانا [حضرت مولانا اسماعیل شہید لکھتے ہیں:-  
یہ بھی گمان نہ کیا جائے کہ فوت شدگان

کو طعام سے فائدہ پہنچانا اور ان کی فاتحہ خوانی ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ کام تو بہت بہتر اور افضل ہے۔ ہماری غرض صرف یہ ہے کہ رسم کا پابند نہ ہونا چاہیے تاریخ اوردن اور طعام کی جنس اور قسم کی تعین کے بغیر جس وقت اور جس قدر کہ موجب ثواب ہو بجالائے اور جب میت کو نفع پہنچانا منظور ہو تو اسے کھانے کھلانے پر ہی موقوف نہ سمجھنا چاہیے اگر ہر سکے کو بہتر سے ورنہ صرف سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کا ثواب بہت بہتر ہے۔

### چند الزامات کی وضاحت (باب الشفاعة کا ایک ق)

سوال :- اکھیت کے باب الاستفسارات کے ذریعہ شاہ اسماعیل شہید کے متعلق بہت سی باتیں مکی ہیں اور بہت سے شکوک و شبہات جو پہلے ذہن میں گھوم رہے تھے یا لوگوں نے مشورہ کر رکھے تھے مجھ پر واضح ہو گئے ہیں، میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم نے مولانا مرحوم کی پوری طرح سمجھنے کی پہلے کوشش ہی نہ کی تھی یہ خیال ہے کہ شاہ صاحب کی بڑا کلام کو سمجھنے میں اگر تھوڑی سی بھی توجہ اور محنت کی جائے تو کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔

اس سلسلہ میں براہ کرم دو اور باتوں کی بھی وضاحت فرمادیں۔ اس تفصیل سے اور بہت سے لوگوں کے شبہات بھی دور ہو سکیں گے اور قسط الزام لگانے والے علماء مشرور کا جھوٹ بھی کھل جائیگا۔  
مولانا اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں :

”ہر مخلوق چھوٹا ہوا بڑا اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی ذلیل ہے۔“ (تو تیرا لایان)  
اس عبارت کے متعلق پانچ باتیں تفصیل طلب ہیں، ان کی وضاحت ہو جائے تو میرے



خیال میں بات صحت ہو جائے گی۔

۱۔ ہر مخلوق کے لفظ میں انبیاء علیہم السلام بھی آجاتے ہیں یا نہ؟ کیا مولانا اسماعیل دہلوی نے مراحت سے اس میں حضور پاکؐ کو داخل کیا ہے؟ اگر نہیں تو سب سے پہلے اس بحث میں حضورؐ کا نام لانے کی جرات اس انداز سے کس نے کی ہے؟

۲۔ چار کو محاورت سے دیکھنا کیسا ہے جو مسلمان چار کا کام کرتا ہو وہ مسلمانوں کی دینی برادری میں برابر کا شریک ہے یا نہ؟

۳۔ مذکورہ عبارت میں ذیل کے معنی حقیر کے ہیں یا عاجز کے کیا یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے تشریف میں کے لیے استعمال ہو سکتا ہے؟

۴۔ چار اور دوسرے کسی ایسے پیشے والے شخص میں جو فوق ہے کیا وہ کسی وقت ختم ہو سکتا ہے؟ اور اللہ اور بندے میں جو فوق ہے کیا وہ بھی کسی وقت ختم ہو جاتا ہے؟

۵۔ کیف چار بادشاہ کے سامنے جتنا کمزور اور عاجز ہے، بادشاہ خدا کے آگے اس سے زیادہ کمزور اور عاجز ہے یا اس سے کم عاجز اور محتاج ہے جتنا چار اس کے آگے کمزور تھا؟  
فقط والسلام مجدد

### الجواب ومنہ الصدق والصواب

۱۔ ہر مخلوق کا لفظ اپنے مہم میں انبیاء علیہم السلام کو بھی شامل ہے لیکن اس قسم کے حکم عام میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو مراحت سے داخل کرنا بے ادبی ہے۔

۲۔ حضرت مولانا اسماعیل شہید نے اس بحث میں مراحتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور پیغمبر کا نام نہیں لیا۔ ان کی یہ مروتی وہ ایک حکم عام سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کر رہے ہیں۔

انبیاء کرام کے بارے میں اس طرح بات کرنے کی بے ادبی اہل نے نہیں کی۔ نہ ان کے عقیدے کا کوئی شخص اس قسم کی بات کر سکتا ہے۔

۳۔ ہر مخلوق کے لفظ پھیلا کر اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیر بحث لے آنے کی بجائے ادبی سب سے پہلے مولوی احمد رضا خاں نے کی تھی اور اب ان کے پیرو اس بات کو کھینچ کھینچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لاتے رہتے ہیں، ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مولانا ابراہیم شہید پر حضور کی بے ادبی کا الزام قائم کیا جاسکے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ مولانا مرحوم کی مخالفت میں وہ حضور کی بے ادبی کے مرتکب ہو رہے ہیں کیونکہ مولانا شہید کی اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی ہرگز تصریح نہیں۔ نہ کوئی سلطان اس قسم کی جبارت کر سکتا تھا۔ عمومی اذاز میں اس طرح کی جبارت پہلے بزرگوں کے کلام میں بھی ہوتی ہیں اور آج تک کسی شخص نے ان کے عدم کو پھیلا کر اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو داخل نہیں کیا نہ اس محوم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحث کرنے کی کہیں جبارت کی ہے۔

ستید اختر شیخ عبدالقادر جیلانی (۵۶۱ھ) نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

”الخلق عند اهل العرف كالذباب والزنا بئر  
كدود القز“ ۱

حضرت شیخ شباب الدین سرحدی (۶۳۲ھ) لکھتے ہیں:

”لا يكمل ايمان امرء حتى يكون الناس عنده

كالاباعرثم يرجع الى نفسه فيراها اصغر صاعز“ ۲

(ترجمہ) کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوا جب تک اس کے ہاں لوگ اونٹ کی ٹانگوں کی طرح نہ ہو جائیں پھر وہ اپنے نفس پر غور کرے اور اسے سب سے چھوٹا پائے۔

اب تک کسی شخص کو جبارت نہیں ہوئی تھی کہ اس حکم عام کو پھیلا کر اس میں انبیاء و اولیاء کو

بھی لے آئے ضد اور مخالفت میں یہ کہاں درست ہے کہ انسان ان عبارات میں انبیاء

پر بحث کرنے لگے۔ مولانا اسماعیل شہید نے بھی ایک عام بات کہی تھی مگر افسوس کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس عزم کی دعوت میں حضورؐ پر بحث چھیڑ دی اور مولانا شہید پر الزام قائم کرنے کے لیے حضور اقدسؐ کی ذات گرامی کا بھی احترام نہ کیا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (۷۲۵ھ) کے ملفوظات میں ہے :

”ایمان کے تمام شوق تاہم خلق نر و اوہ چنانہاں نمائند کہ شکے شتر“

(ترجمہ) ایمان اسی وقت مکمل ہوتا ہے کہ ساری مخلوق اس کے ہاں اونٹ کی جینگنوں کی طرح مہو جائے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) ایک مقام پر لکھتے ہیں :

”مردم سپران آدم اند و آدم از خاک و خاک خوار و پست است تعز و ترفع او رابزودہ“

(ترجمہ) سب انسان اولاد آدم ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ مٹی خوار اور پست ہے۔ عزت اور بلندی اس کی فطرت نہیں۔

اس مقام پر کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے معاذ اللہ! انبیاء اور اولیاء کو خوار اور پست بتلایا ہے؟ بجز نہیں۔ کوئی مسلمان اس قسم کی گستاخی نہیں کر سکتا۔ بات سمجھنے کا سلیقہ چاہیے۔ اہل اللہ سے بدگمان ہونے اور لوگوں کو ان سے بدگمان کرنے کی تحریک بہت بڑی حرکت ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

”تاہم دنیا و ہندگی ہائے آن در نظر او خاک بود و اہل آن در دل او شگے نمائند“

(ترجمہ) جب تک سب دنیا اور اس کی بڑائیاں اس کی نظر میں خاک اور اس کے رہنے والے اس کے دل میں مٹی کے ٹوٹنوں کی طرح نہ ہو جائیں...

کوئی شخص اس قسم کی عبارتوں سے ان کے عموم کے سوا بے اہل اللہ پر اس قسم کے الزامات قائم کرے تو اس کی نیت اور آخرت کہاں تک درست ہو سکتی ہے اس پر آپ عذر فرمائیں۔  
۲۔ چار یا کسی اور لفظ پر پیشے کے کارکن کو سخاوت کی نظر سے دیکھنا جائز نہیں کوئی شخص معص اپنے پیشے کی وجہ سے حقیر نہیں ہو جاتا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب خود بھی لکھتے ہیں :

”اگر کوئی چار مسلمان ہو تو مسلمان کے دین میں اسے سخاوت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے۔ وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

انما المؤمنون اخوة (بیک سب مسلمان بھائی ہیں) ۱۔

لاکاش کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب اس لفظ کی تفسیر سے ناجائز فائدہ اٹھا کر تقریر لایا ان کی محرابِ بلا عبارت کو کھینچ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تک نہ لے جاتے۔ اس کا قصور بھی بڑی گستاخی اور بے لوثی ہے۔

۳۔ اس عبارت میں ذیل کا لفظ کمزور کے معنی میں ہے، حقیر کے معنی میں نہیں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ صحابہ کرام کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور کسی نے اس سے حقیر کے معنی مراد نہیں لیے۔ صحابہ کرام بدر کے دن کمزور تو تھے لیکن حقیر وہ کبھی نہ تھے۔ پس قرآن کریم میں صحابہ کے لیے ذیل کا لفظ کمزور کے معنی میں ہے، حقیر کے معنی میں نہیں۔

واقد نصوکه الله ببدر وانتھ اذلہ (ب آل عمران ج ۱۳)

(ترجمہ) اور بیک اللہ نے تمہاری بدر کی لڑائی میں مدد کی تھی لہذا تم ذلیل (کمزور) رہتے۔

اذلہ ذیل کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہم سب عاجز اور کمزور ہیں۔ حدیث میں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اندازِ عبودیت یہ تعلیم فرمایا ہے :

اذا قمت بین یدی فقہ قیام العبد الذلیل وما جفی

بقلب وجل ولسان صادق لہ

(ترجمہ) جب تو میرے حضور میں نماز کے لیے کھڑا ہو تو ایسے کھڑا ہو جیسے ذلیل (عاجز) غلام کھڑے ہوتے ہیں۔ ڈرتے ہوئے دل سے اور سچی زبان سے میری مناجات کر۔

۴۔ چار اور کسی بڑے آدمی کے مابین جو فاصلہ ہے وہ کتنا ہی کیوں نہ ہو۔ دو انسانوں کے مختلف مراتب کا فاصلہ ہے۔ یہ فاصلہ حالات پیدا ہونے پر چند لحظوں میں ختم ہو جاتا ہے۔ کافر اور مومن کا فاصلہ بھی کافر کے ایمان لانے پر فوراً ختم ہو جاتا ہے۔ چار ایک دن میں پیشہ بدل کر اس فاصلے کو مٹا سکتا ہے۔

۲۔ بندے اور خدا کے درمیان جو فاصلہ ہے اور خالق اور مخلوق میں جو فرق ہے وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ خدا کے مقبول بندے قرب خداوندی میں کتنے ہی کیوں نہ بڑھ جائیں۔ بندہ کبھی خدا نہیں ہو سکتا نہ کبھی اس میں خدائی صفات آجاتی ہیں۔ بندہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرے وہ بندہ ہی رہتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے کرم و فضل سے بندہ کے کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو جائے وہ خدا ہی رہتا ہے۔ خدا بندہ نہیں ہو سکتا اور بندہ خدا نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں :

قوله قدس سرہ (هل الفناء البقاء موجب اتصاف السالك بالصفات الوجودية)

اقول الوجدان الصریح یحکم بأن العبد عبد ومان ترقی، والمرتب وادب  
تنزل، وإن العبد قط لا یتصف بالوجوب أو بالصفات اللازمة للوجوب ولا  
یعلم الغیب إلا أن ینطبع شئی فی لوح صدرہ، ولیس ذلك علما بالغیب إنما ذلک  
الذی یکون من ذاته والأفلاکیا والاولیا یعلمون لا محالة بعض ما غیب عن العامة۔

۵۔ ایک چار بادشاہ کے سامنے آٹھ عاجز اور کمزور نہیں جتنا بادشاہ خدا کے آگے عاجز اور

کمزور ہے کیونکہ چار اور بادشاہ اس فوق مراتب کے باوجود انسان ہی ہیں اور ایک انسان دوسرے

انسان کے سامنے جتنا عاجز اور کمزور ہو سکتا ہے اس سے زیادہ ہر انسان اللہ رب العزت کے حضور میں کمزور اور اس کا محتاج ہے وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے ستغنی اور بے پڑا نہیں رہ سکتا۔ انسان ہر وقت خدا کا محتاج اور اس کی رحمت کا طلبگار ہے۔ ایک چھوٹا انسان کسی بڑے انسان سے کئی گھنٹوں اور دنوں تک بے پردہ رہ سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم ایک لمحہ کے لیے بھی باہر نہیں آ سکتے۔

مولانا اسماعیل شہید ہی کہہ رہے ہیں کہ ہر فقیر و بادشاہ اللہ جل شانہ کے آگے اس سے کہیں زیادہ عاجز اور کمزور ہے جتنا کوئی چھوٹے سے چھوٹا آدمی بڑے سے بڑے آدمی کے سامنے عاجز اور کمزور ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خالق و مخلوق کے فاصلے کسی صورت میں جبر نہیں ہوتے۔ مولانا شہید کی عبارت میں لفظ ذیل سے حقیر مراد نہیں۔ یہ لفظ یہاں کمزور کے معنی میں ہے اور عربی میں یہ لفظ زیادہ تر کمزور کے معنی میں ہی آتا ہے۔

### ایک اور شبہ کا اظہار

مولانا اسماعیل دہلوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

”میں بھی ایک دن مرکزِ مٹی میں بننے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق

ہوں۔ سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ مرے کبھی۔ (تقویۃ الایمان ص ۱)

اس سے لگان جوتا ہے کہ مولانا اسماعیل حضور کے حیاتِ اہمیتی ہونے کے قابل نہ تھے

حالانکہ سب مسلمان اس پر متفق ہیں کہ پیغمبروں کے اجساد ان کی قبور میں محفوظ رہتے ہیں، مٹی کے رتخ

مٹی نہیں ہو جاتے۔۔۔۔۔ آپ سے گزارش ہے کہ مذکورہ بالا عبارت کی وضاحت

کرتے ہوئے ان چار باتوں پر خاص طور سے روشنی ڈالیں :

۱۔ کیا موت یا مرنے کا لفظ حضور پاک کے لیے استعمال ہو سکتا ہے ؟

۲۔ کیا مٹی کا لفظ حضور پاک کے ہم مبارک کے ساتھ بولا جاسکتا ہے ؟

۲۔ مٹی میں جلنے کا کیا معنی ہے؟ مٹی ہو جانا یا مٹی کے ساتھ پیوستگی اور ملنا؟

۳۔ مولانا اسماعیل شہید کے معتقدین حضورؐ کے قبر مبارک میں جانے سے کیا معنی مرا دیتے ہیں؟

### اجواب ومنہ الصدق والاصواب

مذکورہ بالا عبارت مولانا اسماعیل شہید نے اپنی طرف سے نہیں لکھی بلکہ آپؒ نے حضور اکرمؐ

کی حدیث بیان کی ہے۔ صیغہ تکتلم (میں کا لفظ) بتا رہا ہے کہ یہ مضمون خود حضورؐ کی طرف سے بیان ہوا

ہے اور یہ ساری بات حضورؐ کی حدیث کا خلاصہ ہے۔ حدیث کے مضمون کو مولانا شہید کی بات ٹھہرانا

علم و دیانت کے خلاف ہے۔

جو لوگ حضورؐ پاکؐ کو سجدہ کرنا چاہتے تھے حضورؐ نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا تم میری قبر کو بھی سجدہ

کرو گے؟ انھوں نے کہا ”نہیں“ اس سے حضورؐ نے استدلال کیا کہ سجدہ اسی ذات کے لائق ہے جس

پر کبھی موت وارد نہ ہو جس نے بھی موت کا ذاتاً چھنا ہے وہ ہرگز سجدہ کے لائق نہیں۔ یہ حضورؐ کے

ارشاد کا خلاصہ ہے۔

مولانا اسماعیل شہید نے ہی نہیں شیخ عبدالحی محمدؒ دہلویؒ نے بھی حدیث کا یہی مطلب لیا

کیا ہے :

”چوں من ازیں عالم ہر دم وزیر پردہ شوم سجدہ کننید پس سجدہ برائے زندہ باید

کہو کہ ہرگز نمیزد“ ۱۷

(ترجمہ) جب میں اس جہان سے رخصت ہو جاؤں اور پردے میں چلا جاؤں تم سجدہ نہ

کرو گے پس سجدہ اس زندہ کو کرنا چاہیے کہ کبھی نہ مرے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کے عقیدے میں بھی مٹی میں جلنے سے مراد زیر پردہ چلا جانا ہی ہے

۱۷۔ یہ حدیث سنن ابی داؤد باب فی حق الزوج علی المرأة مشکوٰۃ باب شرة النساء میں موجود ہے۔ مولوی

احمد رضا خانؒ جہاں نے بھی اسے الزیۃ الزکیۃ ص ۱۹ پر نقل کیا ہے ۱۷ اشعۃ اللمع جلد ۲ ص ۳۵

مولانا شہید لکھتے ہیں :

ان آنکھوں سے ہر چیز وہ جسم پاک      بظاہر ہر مومن معتق زیر خاک  
 لئے نذر ان کا ہے قتل تمام      کہ ہر پاک دل میں ہے ان کا مقام ۱  
 ۱۔ موت یا مرنے کا لفظ قرآن پاک نے بھی آپ کے لیے استعمال کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:  
 انتك ميت و انهم ميتون      بیشک آپ مرنے والے ہیں اور بیشک وہ بھی مرنے والے ہیں۔  
 افان مات او قتل انقلبتم      اگر وہ مر جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم  
 علی اعقابکم      اپنی اثیروں پر اٹھ پھر جاؤ گے۔ ۲

حضرت اکرم کی وفات شریفہ پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا :

من كان منكم يعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن  
 كان منكم يعبد الله فان الله حي لا يموت ۳  
 ترجمہ : تم میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا پس بیشک آپ فوت ہوا اور جو کوئی  
 تم میں سے خدا کی عبادت کرتا تھا پس بیشک اللہ تعالیٰ زندہ ہے جو کبھی نہ مرے گا۔  
 مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی ایک مقام پر فرماتے ہیں :

"موت ایسی چیز ہے کہ سوا ذات باری عزوجل کے کوئی اس سے بچے گا" ۴  
 پس آپ کی ذات گرامی کے لیے موت کا لفظ استعمال کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں اور  
 مولانا کبیر اللہ شہید نے حدیث مذکورہ کی تشریح کرنے میں کوئی جرم نہیں کیا۔  
 ۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے مٹی کا لفظ مرتع طہر استعمال فرمایا ہے۔ آپ  
 نے فرمایا : "نہیں اور ابو بکر و عمر ایک مٹی سے بنے اور اسی میں دفن ہوں گے" ۵

۱۔ ثنوی سبک زندہ ۲۔ الذم ۳۔ ۳۱ پک آل عمران ۴۔ صحیح بخاری جلد ۶ ص ۸۷  
 ۵۔ ملفوظات حصہ ۲ ص ۸۵ فتاویٰ ازیقہ ص ۸۵



ایک اور حدیث کا ترجمہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یوں لکھا ہے :

”پہلے دفن کنسید مرہیں بنری وسولت بیندازید برین خاک را“ لے

ترجمہ : جب تم مجھے دفن کرو تو مجھ پر مٹی نرمی ادا آرام سے ڈالنا۔

اس میں حضورؐ کا اپنا بیان ہے کہ مجھے بھی ایک دن قبر میں جانا ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی لکھتے ہیں :

حضرت عروبن عاص رضی اللہ عنہ کا ارشاد صحیح مسلم سے ابھی گزرا کہ :

”جب مجھے دفن کرچو تو مجھ پر مٹی ختم ختم کروانا“ لے

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مٹی میں مدفون ہونا اسی

صراحت سے بیان کیا ہے جس صراحت سے مولانا اسماعیل شیبہؒ نے آپ کے لیے مٹی میں بطنے کا لفظ

استعمال کیا تھا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :

لے مدعیو خاک کو تم خاک نہ سمجھو اس خاک میں مدفون شدہ بطنی ہے ہمارا

ہے خاک سے تعبیر مزار پر شدہ کو نہیں سمجھو اسی خاک سے قبہ ہے ہمارا لے

ہم سمجھتے ہیں کہ اس تعبیر میں جس طرح مولوی احمد رضا خاں صاحب نے کوئی غلطی نہیں کی اس

طرح مولانا اسماعیل شیبہؒ نے بھی حضورؐ کے لیے یہ لفظ استعمال کرنے میں کوئی جرم نہیں کیا۔ پس آپ کی

ذات گرامی کے لیے مٹی کا لفظ استعمال کرنے میں بے ادبی کا کوئی پہلو نہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک مقام پر لکھتے ہیں :

”مردم پسران آدم اندو آدم از خاک و خاک خوار و پست است تعز و

ترفع اور انبود“ لے

ترجمہ ہبلوگ آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے اور مٹی عاجز اور پست ہے، موت اور بلندی اس کے مناسب نہیں

۳۔ مولانا اسماعیل شہید کا عقیدہ ثنوی مسلک نور کے حوالے سے پیش کیا جا چکا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ مٹی میں بننے کا معنی زیر پر و پلے بننے کے لیتے ہیں۔ مٹی میں مٹی ہو جانا نہ یہ آپ کا عقیدہ ہے نہ آپ نے تقویر الایمان میں یہ بات بھی کہی ہے۔ مٹی میں بننے سے یہاں مراد مٹی سے اوراق اور پختگی ہے۔

۴۔ انبیاء کرام کے اجساد مٹی میں مٹی نہیں ہوتے۔ یہ اجساد مطہر مٹی کے لیے بھی نہایت لائق احترام ہیں وہ ان کا استقبال کرتی بنے انھیں ریزہ ریزہ نہیں کرتی۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے آپؐ اور زقم اکحروف نے مقام حیات میں اس کی پوری تفصیل کی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا اسماعیل شہید کا یہ عقیدہ ہرگز نہ تھا کہ انبیاء کرام کے اجساد وفات کے بعد مٹی ہو جاتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے بدنوں کو مٹی بنائے۔ یہی عقیدہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا ہے جیسا کہ اس عبارت سے واضح ہے

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں :

جواب : مٹی میں بننے کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی زمین کے ساتھ غلط ہو جاوے جیسا سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی بن جاتی ہیں دوسرے مٹی سے ملائی و متصل ہو جائی مٹی سے مل جانا تو یہاں مراد دوسرے معنی میں اور جبردا نبیاء علیہم السلام کا خاک نہ ہونے کے مولانا حرم بھی قائل ہیں چونکہ مردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مردہ کی مٹی سے جبردا مع کفن ملائی (ملائی؟) ہوتا ہے یہ مٹی میں ملنا اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے کچھ اقراض نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم

## مولانا شہید اور مسئلہ امکانِ نظیر

مولانا اعلیٰ شہید اور مولانا فضل حق خیر آبادی میں مسئلہ امکانِ نظیر میں بحث چلی اس وقت اس کی تفصیل بیان کرنی پیش نظر نہیں صرف اس کا مفہوم بتلانا ہے اختلاف کے باوجود ان دونوں بزرگوں نے نہ ایک دوسرے کی تفسیق کی نہ تکفیر مسئلہ علمی تھا، علمی حدود میں محدود رہا ایسے اختلافات میں علماء میں بہت وسعت ہوتی ہے۔

مولانا اعلیٰ شہید کے ہاں امکانِ نظیر کا یہ مفہوم نہ تھا کہ ممکن ہے حضور صلی علیہ وسلم کے مرتبے کا کوئی اور انسان پیدا ہو جائے۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ نصوص میں آچکا ہے کہ آپ سید اولادِ آدم اور خاتم النبیین ہیں اور جمیع کمالات علیہ وعلیہ آپ پر ختم ہیں اب شرعاً ممکن نہیں کہ آپ کے مرتبے کا کوئی انسان پیدا ہو۔

مولانا اعلیٰ شہید کی مراد امکانِ نظیر سے صرف یہ تھی کہ وجود مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تحت قدرتِ الہیہ ہے گو تحت تکوین نہیں کہ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ ہاں اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ آپ کا مثل پیدا کر سکے لیکن یہ اس کے اپنے فیصلے کے مطابق تکوین میں نہیں سوا ایسا کبھی نہ ہوگا۔

بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کی عدم تکوین کی شریعت نے خبر دی ہے شرعاً ان کا وقوع محال اور منتہی ہے مگر وہ ہیں تحت قدرتِ الہیہ اور خدا تعالیٰ انہیں وجود میں لانے پر قادر ہے۔ مثلاً حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر عذاب عام کبھی نہ آئے گا۔ اس امتناع کے باوجود قرآن کریم میں ہے

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ

تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا پٹ الانفاخ)  
ترجمہ :- آپ کیس کہ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے  
اوپر سے بھیج دے یا تمہارے نیچے سے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قدرت الہیہ معدومات کو بھی شامل ہے اور ہر متغیہ بالغیر تحت  
قدرت الہیہ ہے وجود مثل پیغمبر دلائل شریعہ سے متغیہ بالغیر ہے پس یہ بھی تحت قدرت الہیہ  
ہے سو یہ ممکن بالذات ہو گا۔ گویا کبھی نہ ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی خلاف خبر دے چکے ہیں۔  
ہر متغیہ بالغیر ممکن بالذات ہے اور ہر ممکن بالذات تحت قدرت الہیہ ہے۔ مسئلہ  
امکان نظیر سے مولانا کی مراد صرف یہ ہے کہ وجود مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تحت قدرت الہیہ  
ہے گو تحت تکوین نہیں۔

حقیقہ کرام کے ہاں تکوین اور صفت ہے اور قدرت اور۔ تکوین کے بغیر وقوع لازم  
نہیں آتا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۰۳۵ھ) اپنے رسالہ مبذومہ و معاد میں لکھتے ہیں

اما حق آنست کہ تکوین صفت حقیقہ علیحدہ است مافدا لے قدرت و ارادہ۔

بیانش آئکہ قدرت بمعنی صحت فعل و ترک است و ارادہ تخصیص یکے اذین و نظر

قدرت است کہ فعل و ترک باشد پس رتبہ قدرت مقدم شد بر رتبہ ارادہ و تکوین

کہ ما اورا از صفات حقیقہ مے دایم رتبہ او بعد از رتبہ قدرت و ارادہ

است کاراں صفت ایجاد آں طرف مخصص است پس قدرت صحت فعل است

ارادہ مخصص آں و تکوین موجد آں پس از تکوین چارہ بود لے

ترجمہ :- حق یہ ہے کہ تکوین قدرت اور ارادہ سے علیحدہ ایک اور

صفت ہے اسے یوں سمجھئے کہ قدرت کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کی

صفت کا نام ہے ارادہ ان دو طرفوں میں سے ایک کی تخصیص کرتا ہے پس رتبہ قدرت ارادہ و تکوین ہر دو پر مقدم ہے تکوین کی باری قدرت اور ارادہ کے بعد ہے تکوین کا کام اس طرف تخصیص کو جہاد دہانے کی تھی وجود میں لانا ہے۔ حال یہ کہ قدرت فعل کے ہو سکنے کا نام ہے ارادہ دہانے اور نہ ہونے میں سے ایک کی تخصیص کرتا ہے اور تکوین اسے وجود میں لاتی ہے پس تکوین کے بغیر چارہ نہیں۔

مسئلہ امکانِ نظیر سے حضرت مولانا سید شہیدؒ کی مراد یہ تھی کہ وجودِ مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تحت قدرت الہیہ ہے گو تحت تکوین نہیں۔ اور ایسا کبھی نہ ہو گا۔

**ایک سو سوہ اور اس کا ازالہ** | بعض لوگ کہتے ہیں کہ وجودِ مثل آنحضرتؐ کو ممکن بالذات ماننا گواصلاً درست ہے لیکن

اس میں حضورؐ کی شان میں بے ادبی ہونے کا احتمال ہے ادب کا تقاضا ہے کہ یہ بات بھی نہ کہی جائے۔ جواباً گزارش ہے کہ جس طرح اولیاء کرام سے لوازمِ ندرت (جیسے نزول وحی)۔

ماوریت اور مصمم ہونا) کی نفی ان کی تنقیص اور بے ادبی نہیں اسی طرح لوازمِ الوہیت (جیسے واجب الوجود ہونا، علم کا محیط ہونا، ہر چیز پر قادر ہونا، لاشریک ہونا) کی انبیاء کرام سے نفی بھی ان کی تنقیص اور بے ادبی نہیں۔ وجودِ مثل آنحضرتؐ کو ممکن بالذات اور متنع بالآخر ماننے سے حضورؐ کی بے ادبی کا اتنا احتمال نہیں جتنا معدومات پر قدرت الہیہ کے شامل نہ

ہونے میں ذاتِ حق جلا و علا کی بے ادبی ہے اور گستاخی کا احتمال ہے۔ جہلا اپنے دماغوں میں یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ اب خدا میں بھی قدرت نہیں کہ آنحضرتؐ عیسا اور کسی کو پیدا کر سکے (معاذ اللہ) اللہ کی شان میں اس کلمی بے ادبی سے بچنے کے لیے امکانِ نظیر کو ممکن بالذات

متنع بالآخر مان لیا جائے تو اس میں عوم قدرتِ باری تعالیٰ اور ختم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں اسلامی عقیدے اپنی جگہ پورے محفوظ رہ جاتے ہیں۔

اس علمی مسئلہ میں آپ اختلاف کر سکتے ہیں لیکن اس اختلاف کی وجہ سے دوسرے فریق کی تغلیط یا اسے گمراہ قرار دینا کسی طرح درست نہیں حضرت بیرمہر علی شاہ صاحب ایک مقام پر فرماتے ہیں :-  
 ”مسئلہ امتناع نذیر میں اس مقام پر امکان یا امتناع نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنا مقصود سے نہ تسویب و تغلیط کسی کی فرقتیں یعنی اسمعیلیہ و غیر آباد میں سے بیشکر اللہ تعالیٰ سیہم۔ راقم سطور دونوں کو ماہر و مشاب جانتا ہے فائدہ الاعمال بالنیات و لکل امرء ما فوی لہ

### مولانا اسماعیل شہیدؒ کے مخالفین کی اصولی غلطیاں

جو لوگ مولانا شہیدؒ کی عبارتوں میں مختلف قسم کے شبہات پیش کرتے ہیں ان کی اسرلی غلطی یہ ہے کہ وہ مولانا کی عبارتوں میں اپنے معنی داخل کرتے ہیں علم کا اصولی ضابطہ یہ ہے کہ مصنف کی مراد اس کی اپنی دوسری تصریحات کی روشنی میں ہی طے کی جائے یکطرفہ کاروائی کرنے سے علم کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔

ان حضرات کی دوسری اصولی غلطی یہ ہے کہ وہ شرک و بدعت کے اس ماحول کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو ہندو و انہ عقائد کے زیر اثر ان دنوں قائم تھا۔ انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کرتے ہی ہندوؤں کی دینی تہذیب کو اجماعاً مشروع کر دیا تھا۔ یہ تہذیبی اثرات مسلم معاشرے پر بڑی طرح اثر انداز ہو رہے تھے، مولانا شہیدؒ کی دینی محنت مسلمانوں کو ہندو و انہ عقائد اور ہندو تہذیب سے بچانے کے لیے تھی۔

ان حضرات کی تیسری اصولی غلطی یہ ہے کہ وہ ان عبارات کو مولانا اسماعیلؒ کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ حالانکہ بیشتر عبارتیں قرآن و حدیث کے ترجمے ہیں یا ان کی تشریحات و مرادات۔ یہ حضرات اگر ان آیات و احادیث کو سمجھنے

کی کوشش کرتے تو یہ نزلہ عتاب مولانا پر نہ گرتا۔

ان حضرات کی چوتھی اصولی غلطی یہ ہے کہ وہ یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ اس قسم کی عبارات کیا پہلے بزرگوں سے بھی تو منقول نہیں۔ اگر یہ لوگ متعلقہ آیات اور احادیث کے تحت سلف صالحین کی تفاسیر قرآن اور مروج احادیث کی طرف رجوع کرتے تو معاملہ یہاں تک طول نہ پکڑتا انھیں تپہ چل جاتا کہ پہلے بزرگ بھی وہ باتیں کہہ چکے ہیں جو انھیں سخت نظر آرہی ہیں۔

ان حضرات کی پانچویں اصولی غلطی یہ ہے کہ وہ عبارات زیر بحث ہیں جن عقائد کو مخرج سمجھتے ہیں ان موضوعات میں وہ حضرت شہید اور ان کے ہم مسلک علماء کی دوسری صریح عبارات کو دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ کوئی پیش کردے تو ان کا اعتبار نہیں کرتے۔ علم کا تقاضا تھا کہ پیچیدہ عبارت کو صریح عبارت کے تابع کر کے مصنف کے عقیدے کا تعین کیا جاتا اور کوشش کی جاتی کہ مشابہت حکمت کے تابع رہیں اور یہی سلاحتی کی راہ ہے۔ البس منکر و جلہ رشید

## ایک اہم گزارش

اس مختصر تحریر میں حضرت مولانا سید شہید کی زندگی قربانی اور اخلاص و عقائد کے بہت سے پہلو آپ کے سامنے آچکے ہیں اور یہ بھی آپ حضرات جانتے ہیں کہ بریلویوں کے عام حلقوں میں حضرت مولانا شہید کے بارے میں دن رات کیا زبان استعمال ہوتی ہے اور کون سا کفری عقیدہ نہیں جو حضرت شہید کی طرف منسوب نہ کیا جاتا ہو۔

بریلوی لوگ اس سلسلہ میں جو عبارات پیش کرتے ہیں اگر حضرت شہید نے ان میں وہ کفری معنی مراد نہ لیے ہوں جو یہ بریلوی حضرات ان کی طرف نسبت کرتے ہیں تو ان کفری معنوں کا بار بار تذکرہ اور حضرت شہید کی طرف ان کا انتساب کیا یہ کہیں خود تو گت انھی رسول نہیں؟ ذرا اس پر بھی کسی صفت میں غور کیجئے اور تو اور مولانا احمد رضا خاں بھی تسلیم کرتے ہیں :

”فقہہ کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سوا  
پہلو نکل سکیں ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو  
جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کفر کا پہلو مراد کھلایا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں  
گئے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو۔“ لے  
پھر ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :

”کتب فتاویٰ میں جتنے الفاظ پر حکم کفر کا جزم کیا ہے، ان سے مراد وہ ضرورت  
ہے کہ قائل نے ان سے پہلوئے کفر مراد لیا ہو ورنہ ہرگز کفر نہیں۔“ لے

آپ غور کریں کہ مولانا شہید کی عبارتوں میں کفری پہلو مراد ہونا کیا واقعی قطعی اور صریح ہے مولانا  
احمد رضا خاں نے اس کے متعلق جو فیصلہ کیا ہے وہ تبارہ ہے کہ ان عبارات میں کفری معنی ہرگز صریح  
اور یقینی مراد نہ تھے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :

”علمائے متاخرین انھیں کافر نہ کہیں یہی ثواب ہے۔ وہ جواب و بیہفتی

وعلیہ الفتویٰ و هو المذهب و علیہ الاعتماد و نیہ السلام و السود

حضرت شاہ اسماعیلؒ پہلے بزرگ نہیں جن پر دنیا پرست علمائے انبیاء و اولیاء کی گستاخی  
کی تہمت لگائی ہو آپ سے پہلے آپ کے نقشبندی سلسلہ کے بزرگ حضرت مجدد الف ثانیؒ پر بھی  
اس قسم کی تہمتیں لگ چکی ہیں۔

شاہجہان اور اورنگ زیب مالگیر کے عہد کے ایک عالم عبداللہ خلیلیؒ قسوری تھے۔  
سلسلہ میں آپ جزئی ہند چلے گئے اور زیادہ عرصہ اورنگ آباد میں رہے۔ وہیں آپ نے سلسلہ  
میں اخبار الادبیہ اور سلسلہ میں معارج الولاہیت لکھیں اور سلسلہ میں واپس قسور آئے۔  
حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جس علم ہندی سے شرک و بدعت کی مذمت کی تھی اس کا تناظر



تھا کہ علماء بدعت ان کے خلاف لاوا لگیں۔ عبداللہ خویشگی المعروف عبدی اس میں آگے بڑھے اور علماء بدعت کے ساتھ مل کر حضرت مجدد الف ثانی پر کفر کا فتوے لگایا۔

عبدی پر اپنے استاد کو شیخ نعمت اللہ لاہوری کے بھی اثرات تھے جو حضرت مجدد کے خلاف تھے۔ عبدی خالی مونی شیخ برہان الدین برہانپوری شکاری اور اس کے پیر شیخ عیسیٰ سندھی سے بھی بہت متاثر تھے۔ شیخ عبداللطیف برہانپوری گو شیخ برہان الدین کو بدعتی کہتے تھے مگر حضرت مجدد الف ثانی کے وہ بھی خلاف تھے۔ جناب اقبال مجددی لکھتے ہیں:-

لیکن انوس ہے کہ اس راسخ العقیدگی کے باوجود شیخ عبداللطیف برہانپوری حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اور شیخ آدم بنوری سے نسبت رکھنے والے کو طہ اور زندقہ کہتے تھے اور ان کی اقتدا میں نماز ناجائز قرار دیتے تھے۔ عبداللہ خویشگی اپنی کتاب معارج الولاہیت میں امام ربانی کے بارے میں لکھتے ہیں:-

چوں علماء عرب و عجم در رد او چہ استقامت فوشتہ اند و ایراد ہر چہ اربط کلام سے کشید و بطل عبارت می انجم امید برابر او کیے ازال اختصار می رود۔

کیا یہ وہی آدم از نہیں جو آج کل علماء بدعت سے علماء دیوبند کے خلاف نسی جا رہی ہے کہ علماء عرب و عجم نے حسام اکھر میں ان کی تکفیر کی ہے، کیا حضرت مجدد الف ثانی کو خلاف ہی شریعت نہیں دھڑا لگایا؟

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے رسالہ مبدا و معاد میں ایک بات کہی، اس پر علماء بدعت بیگٹے۔ میر محمد نعمان بخشنی نے آپ سے اس کی وضاحت بھی کرائی، مگر انوس کہ ایک شخص عبدالوہاب نامی جو اپنے آپ کو مرید شاہ جیلان کہتا تھا گستاخانہ جبارتوں کا الزام دے کر ایک گمراہ کن استفادہ مرتب کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس فتوے کا حاصل یہ تھا کہ نبی کی توہین کرنے والا کافر و زندقہ اور واجب القتل ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا کہیں حضرت مجدد الف ثانی نے کسی نبی کی توہین کی ہے؟ جو شخص بھی تحقیق سے کام لے گا اسے اس کا جواب نفی میں ملے گا۔

حضرت مولانا اسماعیل شہید پر جب اس قسم کی تہمتیں لگی ہوں گی تو وہ بھی کہتے ہوں گے۔  
 نہ من تنہا دریں سے غاۓ مستم جنید و شبلی و عطار ہم مست

حضرت مولانا اسماعیل شہید تو پھر بھی اچھے رہے کہ ان کے سب سے بڑے مخالف مولانا  
 احمد رضا خاں کو بالآخر یہی کہنا پڑا کہ علماء قضاطین انہیں کافر نہ کہیں اسی میں سلامتی ہے۔

بریلوی حضرات سے گزارش ہے کہ وہ خواہ مخواہ ان عبارات میں حضرت مولانا شہید کی طرف  
 کفری معنوں کی نسبت نہ کریں۔ اس جرات میں امت کی تفریق بھی ہے انبیاء و اولیاء کی گستاخی بھی  
 اور آخرت میں روسیاء بھی۔ سو اس سے بچنا ہی چاہیے اسی میں سلامتی ہے۔

مولانا ابوالحسن محمد احمد بھی تو آخر بریلوی ہی تھے وہ اگر اس انداز میں سوچ سکتے ہیں تو انکی  
 سوچ سے مسلمانوں کو کیا پھر اتحاد کی گم گشتہ دولت نہیں مل سکتی۔ مولانا مرحوم نے مسلمانوں میں اتحاد  
 کی فضا پیدا کرنے کے لیے ۱۹۵۵ء کو جو بیان دیا تھا۔ اسے ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

مولانا ابوالحسن نے فرمایا :

”مجھے کہا گیا ہے کہ میں معین طود پر بیان کروں کہ بریلویوں اور دیوبندیوں  
 کے درمیان اساسی عقائد کے اعتبار سے کیا اختلاف ہے؟ سب سے پہلی بات تو  
 یہ ہے کہ بریلی اور دیوبند دونوں جگہ بہ خیال اور عقیدہ اور مذہب کے لوگ  
 موجود ہیں اس لیے بریلویوں اور دیوبندیوں کے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا  
 موضوع تقریر کا یہ عنوان ہی صحیح نہیں۔ علاوہ ازیں بریلی اور دیوبند دونوں مقام  
 ہندوستان میں رہ گئے، اس لیے پاکستان میں ان کے اختلاف کا سوال بے معنی  
 ہے۔ اگر موضوع سے مڑو رہے کہ بریلی کی دینی درسگاہ اور دیوبند کی دینی درسگاہ سے  
 تعلیم و تربیت حاصل کرنے والوں کے نظریات و افکار کے اختلاف پر روشنی ڈالی  
 جائے تو میں اعلان کیے دیتا ہوں کہ اساسی عقائد کے اعتبار سے دونوں مکتبوں کے

دریان کوئی اختلاف نہیں۔ بریلوی علماء حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ توہین کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور دیوبند کے علماء بھی پہلی طور پر اس کلیہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ دونوں سلسلوں کے علماء کے درمیان بعض عبادت کے متعلق رائے کا اختلاف ہے۔ بریلوی علماء دیوبندی علماء کی بعض تحریریں پر متعین ہیں اور یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان تحریریں کے ظاہری معانی کو صحیح سمجھنے والا شخص گمراہ ہے۔ دیوبندی اپنے اکابر کی ان تحریریں کو قابل گرفت یا مورد تنقید خیال نہیں کرتے لیکن اصول و اساس میں بریلوی علماء سے سو فیصدی متفق ہیں۔ لہ

### اصلاح حال کی ایک موثر تجویز

سمجھ دار لوگ ماضی سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ رفتار زمانہ بتا دیتی ہے کہ عامۃ الناس نے کسی پہلی تحریک سے کیا اثر لیا ہے۔ ماضی سے آنکھیں بند کر کے مستقبل کے اندھیروں میں چلے جانا کوئی دانائی نہیں۔ مولانا احمد رضا خان نے جب سے اہل السنۃ والجماعۃ کے دو ٹوک پڑے کئے ان کی اس تحریک پر اس پہلو سے بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تحریک کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو رہا ہے۔ علمائے حق کے خلاف غلط پروپیگنڈا اب تک جاری ہے الزامات کی بھر مار ہے تحریف کا کوئی پہلو نہیں جو علماء حق کی عبارات میں نہ لایا گیا ہو۔ توہین رسالت کے اشتعال انگیز الزام سے مسلمانوں کے ان پڑھ طبقے کو بری طرح بھڑکایا گیا مگر فطرت کا فیصلہ دیکھئے کہ اس تمام کاروائی کے باوجود دونوں مسلک اپنی اپنی جگہ موجود ہیں۔ دونوں کی مسابد میں اور ان کے مدارس ہیں۔ عامۃ المسلمین جو مذہبی جھگڑوں کو پسند نہیں کرتے اور انہی کی اکثریت ہے وہ بغیر کسی امتیاز کے ہر دو مسلک کے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں اور جو لوگ بیاں سے حج پر جاتے ہیں انکی ننانوے فیصد اکثریت ائمہ حرمین کے پیچھے نماز پڑھتی ہے۔ پیغمبر پاک و ہند میں نماز جنازہ کے موقع پر آپ نے عام دیکھا ہو گا کہ عوام بلا کسی امتیاز کے ہر امام

کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔

کیا قادیانیوں کے بارے میں بھی کبھی اس قسم کی رواداری دیکھی گئی ہے قطعاً نہیں۔ قادیانی میتیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہو پائیں اس کے لیے ہم نے تحریکیں چلی دیکھیں لیکن اس قسم کا اعتقادی فاصلہ آپ نے دیوبندی اور بریلوی جنازوں اور اماموں کے مابین بھی دیکھا ہوگا۔

اس صورت حال سے یہی سمجھیں آتا ہے کہ عالمین  
**صورتِ حال کا صحیح جائزہ** نے اور مسلمانوں کے عام پڑھے لکھے طبقے نے مولانا

احمد رضا خان کے اس اعلان تکفیر کو کبھی دل سے قبول نہیں کیا۔ خان صاحب کے پیر و علماء جن باتوں کو اختلافات کہہ کر پیش کرتے ہیں عام پڑھا لکھا طبقہ انہیں الزامات سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا اُنہا سے تفریق بین المسلمین کی ایک مذموم کوشش کہتا ہے حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی بریلوی اختلافات کی وجہ سے آج تک کسی عدالت میں کوئی نکاح خفیہ نہیں ہوا اور نہ دیوبندی بریلوی مسلمانوں کے اس قسم کے اختلافات سے کہیں رشتے ٹوٹے ہیں اور نہ کسی شہر میں ہم نے دیوبندیوں اور بریلویوں کے علیحدہ علیحدہ قبرستان دیکھے ہیں اس کا حاصل اس کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ مولانا احمد رضا خان کی تحریک تکفیر عالمی اور ملکی سطح پر فیل ہو چکی ہے اور بریلوی علماء کی تمام تر کوششوں کے باوجود عام مسلمان مولانا احمد رضا خان کے اس فتویٰ تکفیر کو رد کر چکا ہے۔ کیا اب بھی وقت نہیں کیا کہ ہم علماء دیوبند ہوں یا بریلوی تمام ہرد کو اہل السنۃ والجماعہ ہی سے سمجھیں۔

مولانا احمد رضا خان کے قریب کے لوگوں  
**اصلاحِ حال کی مختلف کوششیں** میں اس صورتِ حال کا احساس پہلے مولانا

عبد العظیم صاحب صدیقی کو ہوا۔ آپ نے مبلغ اسلام کی حیثیت سے مختلف افریقی ممالک اور جزائرِ غرب الہند وغیرہ کے دورے کیے۔ باہر کی دنیا کو قریب سے دیکھا اور مسلمانوں کی مدد ان کے سامنے ایک ضرورت بن کر ابھری۔ نیو کاسل جنوبی امریکہ کے مولوی

قاسم سیما، کپ ٹاون کے مولانا قطب الدین صدیقی، ڈبرن کے مولانا عبدالحق عمر جی، ٹرنی ڈاڈ کے مولانا آدم جی، سوری نام کے حاجی گلاب دین اور جزیرہ باربیڈوس کے مولوی یوسف اور برٹش گیانا کے دینی حلقوں سے پوچھیے کہ مولانا عبد العظیم صدیقی کس طرح ہر جگہ دارالعلوم دیوبند اور علمائے دیوبند کی علمی منزلت اور خدمات حدیث کا کھلے بندوں تذکرہ کرتے رہے انہیں سننے اور دیکھنے والا ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ وہ مولانا احمد رضا خاں کی تکفیر سے کلیدتہ بیزار ہو چکے ہیں۔ مولانا عبد العظیم کے داماد فضل الرحمن صاحب بھی اسی عقیدہ پر پلے ان کے خطوط جن میں انہوں نے بریلویوں کے شوق تکفیر کی مذمت کی جنوبی امریکہ کے سفر میں کئی ہماری نظر سے بھی گزرے ہیں۔ سیاست کا بڑا ہو کہ اس نے مولانا عبد العظیم کے بیٹے کو پھر مولانا احمد رضا خاں کی لائن پر ڈال دیا جس سے ان کے والد صاحب اتڑ چکے تھے۔

پاکستان بننے کے بعد مولانا ابوالحسنات محمد احمد نے کچھ اس طرف توجہ کی ان کا بیان آپ روزنامہ نوائے پاکستان کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائیے مگر افسوس کہ ان کے بعد ان کے بیٹوں کو بریلوی قیادت میں آگے نہ آنے دیا گیا اور ان کی بجائے ان کے بھتیجے مولانا احمد رضا نان کی لائن پر چل کر پھر سے تکفیر کے سنگٹل دینے لگے۔

بھیرہ کے پیر کرم شاہ صاحب کا تردیدی بیان | پیر کرم شاہ صاحب بھیڑی  
چند دنوں کے لیے مصر گئے

تھے۔ علامہ ازہر کو انہوں نے قریب سے دیکھا تھا انہوں نے کچھ مہمت کی اور مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے کی پرزور تردید کی جو انہوں نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خلافت لکھا تھا کہ مولانا (معاذ اللہ) ختم نبوت کے قائل نہ تھے۔ پیر کرم شاہ صاحب مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:-

مولانا احمد رضا خاں کا یہ الزام پرورد غلط فتویٰ الکی کتاب حسام المؤمنین کے ص ۶ پر موجود ہے مولانا احمد رضا خاں نے اس میں حضرت مولانا محمد قاسم کی کتاب تحذیر الانس سے مطلق عبارات لے کر انہیں ماکر ایک عبارت بنائی ہے حالانکہ یہ عبارت اس طرح تحذیر الانس میں نہیں ہے۔ یہ عبارت اس طرح اس لیے جوڑی گئی کہ اس پر فتوے تکفیر آسانی سے آتا جا سکے۔

حضرت قاسم العلوم کی تصنیف لطیف مستی بہ تخذیر الناس کو متعدد بار غور و تامل سے پڑھا اور ہر بار نیا لطف و سرور حاصل ہوا۔ علماء حق کے نزدیک حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوة و سلام مثلاً بہات سے ہے اور اس کی صحیح معرفت انسانی حیطہ امکان سے خارج ہے لیکن جہاں تک فکر انسانی کا تعلق ہے حضرت مولانا قدس سرہ کی یہ نادر تحقیق کئی شہر و چشموں کے لیے سرمہ بصیرت کا کام دے سکتی ہے۔ رہے فریفتگان حسن مصطفویٰ تو ان کے بے قرار دلوں اور بے تاب نگاہوں کی وارفتگیوں میں اضافہ کا ہزار سامان اس (تخذیر الناس) میں موجود ہے۔

بریلوی علماء عام طور پر اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ پیر کرم شاہ صاحب کا تعلق مشرق پنجاب سے ہے جیسے خواجہ محمود صاحب تونسوی، حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب سیالوی، جناب پیر مر علی شاہ صاحب گولڑوی۔ ان حضرات نے علماء دیوبند کی تکفیر میں مولانا احمد رضا خان کا ساتھ نہیں دیا بلکہ علماء دیوبند سے اپنے روابط قائم رکھے اس لیے پیر کرم شاہ صاحب کی تحریرات ہم پر حجت نہیں ہیں۔

پیر کرم شاہ صاحب دیوبندی بریلوی ہر دو طبقوں کو اہل السنۃ والجماعۃ میں سے سمجھتے ہیں ان میں قطعی تفریق کے قائل نہیں چنانچہ ایک مقام پر تفریق ملت کا المیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

اس باہمی اور داخلی انتشار کا سب سے المناک پہلو اہل السنۃ والجماعۃ کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔ دین کے

۱۔ ہم نے پیر کرم شاہ صاحب کے اس خط کا عکسی فوٹو شرح تخذیر الناس کے مقدمہ میں ص ۲۵ اور ص ۲۶ پر دے دیا ہے۔ پیر صاحب کا غلط پانے والے اس کو اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ تخذیر الناس کی یہ شریعتیہ ضمیمہ کی مسجد گربانوالہ نے شائع کی ہے اور مکتبہ ختم نبوت اردو بازار لاہور سے مل سکتی ہے۔

اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی صفاتی حضور نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت قرآن کریم، قیامت اور دیگر ضروریات  
دین میں کلی موافقت ہے۔<sup>۱</sup>

مولانا عبدالستار صاحب نیازی نے بھی اتحاد کا ایک فارمولا پیش کیا تھا اس میں  
انہوں نے مرتجح طور پر لکھا تھا کہ علمائے دیوبند کی عبارات کا وہی مطلب مراد لیا جائے جو  
انہوں نے اپنے عقائد کی وضاحت میں المہند علی المہند میں لکھ دیا ہے۔ اس بات  
کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ ان عبارات کا جو مطلب مولانا احمد رضا خان نے حسام  
المحرین میں لکھا اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ اور تصنیف را مصنف نیکو کند بیان کے اصول کے  
مطابق علماء دیوبند کی عبارات کا وہی مطلب مراد لیں جس کی خود انہوں نے المہند میں وضاحت  
کر دی ہے۔ یہ بات کسی طرح لائق قبول نہیں کہ عبارت کسی کی ہو اور اس کا مطلب کوئی دوسرا  
شخص بیان کرے خصوصاً جب کہ مصنف خود اپنی مراد واضح کر چکا ہو۔

افسوس کہ علماء سونے مولانا عبدالستار نیازی کی اس تجویز کو بھی ٹھکرا دیا اور جب بھی  
ان میں کوئی شخص حقیقت حال کی تائید کیلئے اٹھا انتشار پسند علماء سواس کے آٹے آ گئے۔  
جب تک علماء اختلاف کے موقع پر ایک دوسرے کو اس کی بات کی توجیہ و تشریح کا حق دیے دے  
مسلمانوں میں اتحاد من حیث المجموعہ کسی نہ کسی درجے میں باقی رہا ہے دیوبند اور محدوں کے  
حوصلہ پست رہے لیکن جب سے تعصب نے شدت اختیار کی کہ تجو آپ کے سامنے ہے کہ شیطان  
دن دہانے کی بیڑی پھیل رہا ہے اور کوئی شخص اس کے پاؤں میں بیڑی ڈالنے والا نہیں ہے۔  
قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق بات واضح کر دی ہے، جو شخص نیک نیتی سے اس کتاب کو پڑھے گا،  
وہ کبھی اہل حق سے بدگمان نہ رہے گا یہ ناچیز کوشش ان ابلھے ذہنوں کو قریب کرنے اور شیرازہ  
کشت کو یک جا کرنے کے لیے غلصانہ صدا ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس پر لبیک کہیں  
خالد محمود عفی عنہ حال مقیم مانچنٹر

ہو جس پر عبادت کا دھوکا، مخلوق کی وہ تعظیم نہ کر  
جو خاص خدا کا حصہ ہے، بندوں میں اُسے تقسیم نہ کر

ایک روز مولانا عبدالحی صاحب نے حضرت شاہ عبد العزیزؒ کی خدمت میں عرض کیا مجھے سلوک الی اللہ کی تعلیم کیجئے۔ نمازیں حضورؐ قلب کی استعا کی جیسا کہ صحابہ کی نمازیں ہوتا تھا۔ شاہ صاحب نے فرمایا تیند احمدؒ سے رجوع کرو آپ حضرت تیند صاحبؒ کی خدمت میں رہنے لگے۔ ایک رات اچانک دھوکا لگ کر دیا اور نماز کا امر فرمایا۔ نمازیں ایسے مشاہد، جلال میں غرق ہوئے کہ کچھ بخوش باقی نہ رہا۔ مولانا عبدالحی صاحب نے نماز کے فوراً بعد تیند صاحبؒ کی بیعت کر لی اور زندگی بھر نماز کا لطف اٹھاتے رہے آپ نے اس کا ذکر شاہ اسماعیل صاحبؒ سے بھی کیا۔ شاہ صاحب نے بھی بیعت کر لی۔ نماز کا یہ مقام خوش قسمت لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ نمازیں کبھی اور طرف دھیان نہ باندھے ہر تنہا ہست خدا کی طرف الٹائے کسی دوسری طرف صرف ہمت نہ کرے۔ حضرت تیند احمدؒ شہیدؒ نے یہ بات بیان بھی کر دی جسے حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے مراوا مستقیم کے دوسرے باب میں نقل کر دیا تھا قرآنین کے لیے یہ نعمت عظمیٰ ہے جو مکمل کر سامنے آگئی لاکھوں انسان نماز کی لذت سے آشنا ہوئے جن کی قسمت میں یہ نماز نہ تھی اسے یوں لے اٹھنے کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ کے ہاں نماز میں بڑی کا خیال آنا نماز کی آفت ہے وہ خیال آنے اور خیال باندھنے میں فرق نہ کر سکے۔ غلامانے حق کے خلاف الزامات میں یہ ان کا ناشتہ ہے۔



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ خُصُوصاً عَلَىٰ سَيِّدِ الرَّسُولِ  
خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ أَمَّا بَعْدُ فَانْمَا يَحْشَى اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ  
دُعَاءُ الشَّهَادَةِ فَإِنَّهُمْ الَّذِينَ قَتَلُوا نَكُونُ كَلِمَةً اللَّهُ هِيَ الْعِلْمُ

علماء کرام کی کاوشوں اور قربانیوں سے دین کی حمارت قائم اور ان کے خطبہ و فتوے سے  
دین کی شوکت دائم ہے انبیاء کی ہر اہت ہمیں دینار نہیں ان علماء حق کا وجود ہے جو احکام  
الہی کے امین اور تشریح ربانی کے مسند نشین ہیں۔ تاہم انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دین کا مغز اہل  
معرفت پر ہی کھولا جاتا ہے اور وہی حکمت سادہ کی اسرار کی دولت پاستے ہیں اور یہی وہ لوگ  
ہیں جن کی زندگی خشیت الہی کے جلو میں ظاہر ہوتی ہے اور یہی حقیقت میں علماء ربانی ہیں۔  
جو دین کے احکام و رموز کی گہرائیوں میں اتر کر اس کی حقیقی لطافت پاستے ہیں اور اپنی توجہ  
بالہی سے اپنے علم و حقیقت کے دل گرستے ہیں

مسلسلہ نبوت کے ختم ہونے پر ولایت کا دروازہ پوری وسعت سے کھلنے لگا اور اللہ  
کی پھواروں پر ترقی رہی اور اس اُمت کے ہزاروں نفوس تدریجاً تدریجاً ربانی کی گہروں  
میں پہنچ کر اس مقام محبت میں داخل ہو گئے جس میں سالک اپنی ذات میں فنا اور خدا  
کی ذات سے ہمایا کی دولت پاتا ہے اس بنا کی دولت پانے والوں کو مردہ نہ کہ مردہ زندہ  
ہیں گو تم ان کی زندگی کا شور نہیں رکھتے۔

ابھی خوش قسمت اولیاء اللہ میں حضرت سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل محدث دہلویؒ  
بھی تھے۔ یہ وہ بزرگ ہیں جو عرفان و علم کی اقصاء گہرائیوں میں اتر کر قربانیوں سے اپنی تباہی گن کر  
چکے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ناز کے مقام توحید کی لذت بخشی تھی اور ان کی ناز اتنی اونچی تھی کہ  
شیطان سٹ بنا کر رہ گیا۔

اولیاء کرام کی بڑی دولت ولایت ہے اور ولایت اللہ تعالیٰ سے محبت اور دوستی  
کا وہ قطعی ہے جس پر یہ حضرات جم جاتے ہیں۔ ان کی ہمت مقصود پر توجہ پڑ جانا ہوتی ہے اور ان  
کی محنت ہر کسی کو اللہ کے سامنے لانا ہوتی ہے ان حضرات کی پوری زندگی رضائے الہی کی طلب  
تھی اور اسی کا اثر تھا کہ ناز کا مقام توحید ان پر کھلا اور یہ سب حضرت شاہ عبدالعزیز  
محدث دہلوی کا فیض نظر اور اثر محبت تھا۔

مجاہد شہید حضرت سید احمد کے ان روحانی مقامات و ارشادات کو ان کے خلفائے  
قلبید کیا۔ صراط مستقیم اپنی روحانی افاضات اور باطنی اصلاحات کا مجموعہ ہے۔ مقدمہ  
باب اول اور باب چہارم حضرت شاہ اسماعیل کا تحریر کردہ اور باب دوم اور  
باب سوم حضرت مولانا عبدالغنی دہلوی کا تحریر فرمودہ ہے اور یہ دونوں  
حضرات عاتق احمد شین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔  
کتاب بظاہر مولانا اسماعیل شہید کی طرف منسوب ہے اور اسی عام شہرت کے

حضرت

سید محمد شہید

کا

مقام ولایت

تحریر

شاہ اسماعیل شہید



باعث کتاب زیر نظر میں جا بجا اس کی نسبت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی طرف کی گئی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ نہ یہ ان کی کتاب ہے نہ اس کی خاص ذریعہ بحث عبارت ان کی قلمبند کردہ ہے۔ یہ جو عبارت باب دوم میں ہے جو حضرت مولانا بعد اعلیٰؒ نے قلمبند کیا تھا اور جو بھی کتاب ان دونوں کے شیخ طریقت حضرت سید احمدؒ کے اصلاحی ارشادات ہیں۔ حتیٰ یہ ہے کہ یہ بحث نماز کے تمام قواعد کو سمجھانے کے لیے ایک عظیم الہی ہے۔ ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ حضرت شیخ کی مراد بیان قارئین پر مکمل چلے اور وہ نماز کے مقام توحید کو پا کر اس کے ثمرات اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگیں۔ اور قرب الہی کی دولت خود ان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہو جائے۔

کتاب صراط مستقیم اور اس کی یہ عبارت شہرت عام میں حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی طرف منسوب ہے اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ حضرت شاہ اسماعیل کے عقائد و نظریات پر چند درجہ نیات بھی دیے تاکہ قارئین کو دی جائیں۔ جو کہتا ہے ان اولیاء اللہ کے خلاف ہے بنیاد اور خلافت مراد باتیں کہنے والے اس میں اپنے دوسروں سے شفا پائیں۔ ان ارباب الاصلاح و مہاتو فیقہ الہیہ علیہ توفیقت والیہ انیب

### حضرت شاہ اسماعیلؒ کا رسالہ کے بارے میں عقیدہ

بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں باقی سارے مراتب اس سے نیچے ہیں  
مولانا اسماعیل شہیدؒ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بھی مانتے تھے آپ اکابر کہتے ہیں :-  
سو اوّل ہی پیدا ہوا ان کا نور  
الہی ہزاروں درود سلام  
تو بھیج اس پر اور اس کی امت پر تمام  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں :-  
سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور لوگوں نے ان کے بڑے بڑے  
معجزے دیئے انہی سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انہی کی پیروی سے بڑی حاصل ہوئی تھی  
پھر لکھتے ہیں :-

”ہمارے پیغمبر سب جہاں کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بڑا ہے  
اور اللہ کے احکام پر آپ سب سے زیادہ قاصر اور لوگ اللہ کی راہ دیکھنے میں ان کے محتاج ہیں تھے  
اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر کا درجہ بڑے معانی کے برابر قرار دینا بالکل کفر ہے آپ کا مرتبہ تو سب سے بڑا ہے  
علم دیکھنے میں سب آپ کے محتاج ہیں پس کسی کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی برابر نہیں کر سکتا۔ آپ  
لکھتے ہیں :-

دین کی سب باتیں خدا نے اپنے رسول کو بتلا دیں تھیں  
آپ کا علم تمام جان میں پھیلا ہوا ہے  
ان کلمات سے یہ بات روشن کی طرف واضح ہے کہ حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ صحیح العقیدہ اہل سنت  
والجماعت بزرگ تھے اور حقیقت میں انہی جیسے بزرگوں پر نماز میں مقام توحید رکھنا عقائد حضرت مولانا حضورؒ  
کثرت سے درود و سلام کے قائل تھے۔ ہم حضرت مرحوم کے اس شعر پر اس تعارف کو ختم کرتے ہیں۔  
الہی ہزاروں درود و سلام  
تو بھیج اس پر اور اس کی امت پر تمام

## نماز کا مقام توحید

### نماز کی اہمیت

الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى ؕ الله خير اعياش كون

کلمہ شہادت کے بعد اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے یہ ایک روحانی عمل ہے جس سے انسان بتدریج خدا تک پہنچتا ہے، نماز بندے کو خدا سے ملاتی ہے اور بندہ نماز میں خدا سے مناجات کرتا ہے۔ سارا دن اپنے دنیوی کاموں میں گزرا تھا اس میں صرف نماز کی گھڑیاں ہیں، جن میں وہ مالکِ حقیقی کے آگے سر ابرائیم دنیاز حاضر ہے اور اپنے پیدا ہونے کا حق ادا کر رہا ہے۔ یہی چند لمحات ہیں جن کی خاطر انسان کو خلقت کی قبا پہنائی گئی تھی

وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون ﴿۱﴾ الذاریات

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی لیے پیدا کیا کہ وہ مجھے بچائیں، میری عبادت کریں۔ عبادت اگر واقعی عبادت کے طور پر ہو تو بندہ ان گھڑیوں میں اپنے مقصدِ تخلیق کو پالیتا ہے اور پھر اس کا فیضان اس کی پوری زندگی پر پھیلتا نظر آتا ہے یہ بندہ مومن کی نماز ہے جس نے اسے قائم کر لیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے ضائع کیا اس نے دین کی عبادت گرا دی۔

نماز کے کچھ آداب ہیں یہ وہ طریقے ہیں جن سے نماز ادا ہوتی ہے، بہترین طریق نماز حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے پھر نماز میں نماز کے مقامات ہیں یہ بندہ مومن کا تدریجی عروج ہے۔ پھر نماز کے کچھ ثمرات ہیں یہ اس کا وہ فیضان ہے جو پوری زندگی پر پھیلتا ہے اصولاً

یہ الہی یاد ہے اور مالک کے حضور میں غلام کی حاضری ہے مالک کریم قرآن کریم میں ارشاد فرمائیں  
اقم الصلوٰۃ لندکریٰ پُطہ ج۔ اور نماز قائم رکھ میری یاد میں۔

نماز سے مقصود اعظم خدا کی یاد ہے اور نماز سے غفلت خدا سے غافل رہنا ہے نماز کے  
بغیر خدا کے آگے جھکنے کی کوئی راہ نہیں۔ وہی مومن فلاح پاتے ہیں جو نماز میں مالک کے آگے  
جھکنے والے ہوں۔

قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلوٰۃم خاشعون پُطہ المؤمن  
کامیاب ہو گئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں جھکنے والے ہیں  
مومن کا خشوع و خضوع اور سجدہ و رکوع اسے روحانی عروج بخشتے ہیں کچھ  
عرصے کی مشق اور اقامت اسے مقام نماز سے آشنا کر دیتی ہے بندہ جتنا خدا کے آگے  
گمنا ہے اللہ تعالیٰ اسے اتنا ہی اٹھاتے ہیں وہ جتنا عبدیت کا اقرار اور بندگی کا اظہار  
کرتا ہے اسے اتنا ہی سرفراز فرماتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان مقامات قرب کی کہیں  
انتہا نہیں۔

جو گرے ہیں تیری راہ میں وہی دراصل میں منجمل گئے

حدیث میں ہے: اقرب ما لکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ۔ بندہ اپنے  
رب کے سب سے زیادہ نزدیک حالت نماز میں ہوتا ہے۔ وہ جتنا جگے دل سے حاضری  
دے قرب الہی میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:  
واستجبوا لربکم (پُطہ) اعلیٰ۔ اپنے رب کو سجدہ کرو اور قرب میں بڑھتا چلا  
بندہ سجدے میں اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ حکم ہوا کہ اس میں تو  
زیادہ سے زیادہ بڑھتا چلا جا یہی تیرا اقتراب ہے۔

یہ تدریجی ترقی اور عروج کی مختلف منازل نماز کے روحانی مقامات ہیں۔ نماز اس  
عروج کا زینہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الصلوٰۃ فی الحج الیوم من عین

نماز مومنوں کی معراج ہے۔ اور خشوع اس ذرینہ پر چلنے کی رفتار ہے۔ جتنا خشوع زیادہ ہوگا روحانی عروج کی رفتار اتنی تیز ہوگی۔

خشوع کے معنی اللہ رب العزت کے آگے خوف و ہیبت کے ساتھ ساکن اور پست ہونا ہے، چہرے آنکھیں یہاں تک کہ آوازیں بھی اللہ رب العزت کے آگے پست ہوتی ہیں اور خشوع کی نسبت اللہ تعالیٰ نے آوازوں کی طرف بھی کی ہے۔

و خشعت الاصوات للرحمن فلا تسع الا همسا

ترجمہ: اور وہ گیس آوازیں جن کے حضور میں پھر تم کانوں کان کی سی آواز کے سوا اور کچھ نہ سن پاؤ گے۔

چہرے، آنکھیں، سر اور مجملہ اعضا خدا کے آگے جھکتے اور خشوع کا مصدر بنتے ہیں اس نیاز مندی کا مرکز مومن کا دل ہے اور خشوع اصولاً دل کی صفت ہے۔ دیگر سب اسناد بنی اس کے تابع ہیں۔ قرآن کریم نے قلوب کو اللہ کے آگے جھکنے والا فرمایا اس کے ثمرات ہیں کہ سر بھی اس کے آگے جھکنے لگتے ہیں اور یہ اس کے مقامات ہیں کہ خیالات ادھر ادھر بھٹکتے نہیں ایک مقصود پر جم جاتے ہیں۔ یہ ایک خدا کی عبادت ہے اور توحید کے اسی آئینہ میں رب العزت کا جلوہ نظر آتا ہے اور اسلام کا چہرہ کھلتا ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں یہی مرد مومن کی منزل ہے قرآن کریم میں ہے:

العیان للذین امنوا ان تخشع قلوبهم لذكر الله وما نزل من الحق

ترجمہ: کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں پر کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے گڑ گڑا اٹھیں اور جو اتنا ہے سچا دین اس کے لیے جھک جائیں۔

نماز کے ثمرات کے سلسلے میں بیان فرمایا:

واقم الصلوة ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر ولذكر الله اکبر

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ - ۲۱ العنکبوت ع ۵

ترجمہ : اور قائم رکھ نماز بیشک نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے۔ اور اللہ کی یاد سب سے بڑی ہے اور اُسکو خبر ہے جو تم کہتے ہو یاد رکھنا چاہیے کہ دوا کے لیے ضروری نہیں کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لیے کافی ہو جائے بعض دوائیں خاص مقدار میں مدت تک التزام کے ساتھ کھانی جاتی ہیں اس وقت ان کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے، بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے منافی ہو۔ پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی تاثیر دوا ہے۔ جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ نماز کا بُرائیوں سے روکنا بطور اقتضار ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہ الہی میں اپنی بندگی فرمانبرداری خضوع اور تذلل اور حق تعالیٰ کی ربوبیت الوہیت اور حکومت و شہنشاہی کا اظہار و اقرار کر کے آیا ہے۔ مسجد سے باہر اگر بھی بد عہدی اور شرارت نہ کرے اور اس شہنشاہ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو گویا نماز کی ہر ایک ادا نمازی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ ادبندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنے والے واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہے اور بزبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی اور شرارت و سرکشی سے باز آ۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اسے روکتی اور منہ کرتی ہے۔

یہ واضح رہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اسی درجہ تک ہوگا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو، کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اُٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں سب سے بڑی چیز اس میں خدا کی یاد ہے۔ نمازی ارکان نماز ادا کرتے وقت قرأت قرآن یا دعا و تسبیح کی حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کو مستحضر اور زبان و دل کو موافق رکھے گا اتنا ہی اس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سنے گا اور اسی قدر اس

کی نماز برائیوں کو کھینچنے میں مؤثر ثابت ہوگی۔ (تفسیر فوائد القرآن للعلاء العثماني ص ۵۲)  
 نماز کے ثمرات نماز کے مقامات پر مرتب ہوتے ہیں عبادت کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ  
 گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہو اور یہ نہیں تو کم از کم اتنا اعتقاد تو ساتھ ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے  
 اگر یہ بھی نہیں تو تیری نماز فقط ایک رسم ہوگی عبادت نہیں۔ نماز کی ابتداء نیت باندھنے  
 سے ہوتی ہے اور نیت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو خدا کے حضور میں حاضر کرے نیت میں ضروری  
 کسی اور طرف نہ ہونی چاہیے یہ اخلاص فی العبادت کے خلاف ایک بہت بڑی عقادی  
 آفت ہے قرآن کریم عبادت کے مقام توحید کو یوں بیان کرتا ہے۔

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ - حَفَاءَ اللَّهُ رِيقِيحُوا الصَّلَاةَ  
 وَلِيَتُؤَدُّوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ - پُتِ الْبَيْتِ

ترجمہ: اور ان کو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی عبادت کریں اسی کے واسطے بندگی  
 خالص کر کے۔ اسی کے لیے ایک رُخ ہو کر اور قائم کریں نماز اور دیں زکوٰۃ  
 اور یہی راہ ہے مضبوط لوگوں کی۔

حضور اکرمؐ نے نماز کے مقام توحید کو یوں بیان فرمایا:

ان تعبدوا الله كأنك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك

تو اس طرح خدا کی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور تو اسے دیکھ  
 نہ پائے تو اس طرح عبادت کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

یہ مقام کہ میں خدا کے حضور میں حاضر ہوں وہ مجھے دیکھ رہا ہے مقام مراقبہ  
 ہے پھر جب نمازی کو یہ مقام نصیب ہو گیا وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے تو وہ مقام مشاہدہ  
 میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور انتہائی مقامات سے گزرتا ہے۔ غایت ہیبت، تعظیم، اجلال،  
 خضوع، خشوع، حياء، محبت، انجذاب، شوق، ذوق اور ظاہری و باطنی مجمع خاطر کے  
 انتہائی مراتب سے مالا مال ہوتا ہے یہ مجاہدہ کے بعد مشاہدہ کی شان ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لِنَهْدِيَهُمْ فَمَا نَهَدْنَاهُم مِّنْ مَّسْجِدٍ وَلَا مَلَأْنَا لَهُمُ الْخَيْرَ لَعَنَ اللَّهُ الْفَاسِقِينَ (پ)

یہ نیت کہ میں خدا کے سامنے حاضری دے رہا ہوں، اس کی ہنگامی کو رہا ہوں، وہ مجھے دیکھ رہا ہے پوری نماز میں قائم رہتی چاہیے، نمازی کو اجازت نہیں کہ ایک لمحہ کے لیے خدا سے توجہ ہٹا کر کسی دوسری طرف نیت باندھ لے نماز میں کسی اور طرف صرف ہمت کرنے (یعنی توجہ پھیرنے) کی اسلام میں قطعاً اجازت نہیں عبادت میں کسی اور طرف نیت باندھنے سے اسلام کا عقیدہ توحید شرک سے آلودہ ہو جاتا ہے، اور اس میں اخلاص (کہ توجہ صرف ایک طرف بندھی ہو) قائم نہیں رہتا پس نمازی کو حق نہیں کہ دوران نماز کسی موقع پر یہ نیت باندھ لے کہ اب میں کئی کئی کے سامنے پیش ہو گیا ہوں نہ یہ جائز ہے کہ وہ دوران نماز اپنے پروردگار یا کسی اور بزرگ ولی یا کسی فرشتے کی توجہ باندھ لے، حضرت علامہ عینیؒ حدیث احسان کی شرح میں لکھتے ہیں

ان تعبدوا الله عباداً من سري الله تعالى ويراه الله تعالى فانه لا يستقيم

شيء من الخضوع والانحلاص وحفظ القلب والجوارح ومراعاة الآداب  
مادام فی عبادتہ

تو نماز میں اس شخص کی سی عبادت کر چرند اگو دیکھتا ہو اور خدا سے دیکھ رہا ہو کیونکہ ایسا شخص جب تک نماز میں رہے عاجزی، اخلاص، دل و اعضاء کی حفاظت اور آداب کی رعایت میں کوئی بات رہنے نہیں دیتا (کی نہیں کرتا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

ان الله عز وجل مقبل على المصلی ما لم يلتفت

اللہ تعالیٰ نمازی کی طرف متوجہ رہتے ہیں جب تک وہ کسی طرف توجہ نہ پھیرے  
حضرت امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ نمازی جس طرح پوری نماز میں اپنے سر اور آنکھ کو کسی اور طرف پھیرنے کا مجاز نہیں وہ اپنے دل کو بھی کسی اور طرف نہ پھیرے



حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) بھی لکھتے ہیں :

المطلوب استحضار العبد انه بين يدي الحق وملاحظته ومراقبته  
اياہ وهذا مقدور للعبد۔

نماز میں مقصود بندے کا یہ استحضار ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے اسے دیکھ رہا ہے  
اور یہ کہ وہ اس پر توجہ کئے ہیں۔ بندے کے اختیار میں بس یہی ہے

حاصل ایکہ مومن جب تک نماز میں ہے اسے کسی دوسری طرف توجہ باندھنے کی اجازت  
نہیں نماز میں کسی انسان کی طرف توجہ باندھنا شرعاً منع ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی  
ایک دوسری بحث میں لکھتے ہیں :

خطاب کردن بہ بشر در نماز منھی عنہ است۔  
توجہ: نماز میں کسی انسان کو مخاطب کرنا منع ہے۔

مومن جب تک نماز میں رہے اسے کسی طرف توجہ باندھنے کی اجازت نہیں کہ سمجھے اب میں  
کسی اور کے سامنے حاضر ہو گیا ہوں نہ نماز میں کسی اور کی تعظیم کی اجازت ہے حتیٰ کہ کسی اور  
شخص نے نماز پڑھتے ہوئے کسی اور شخص سے جو نماز میں شامل نہیں ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم  
کا نام مبارک سنا اور درود شریف پڑھ لیا تو اس کی نماز جاتی رہی کیونکہ اس نے نماز میں  
ارادنا اور تعظیماً اپنی توجہ حضور کی طرف پھیری تھی اور تو اور۔ مولوی امجد علی صاحب بھی لکھتے ہیں  
نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود پڑھنا نماز جاتی رہی۔

بے شک نیت دل کا فعل ہے نماز جب اخلاص سے نماز کی نیت باندھتا ہے تو  
اسے پوری نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور خوف و ہیبت اور بندگی و عاجزی سے حاضر رہنا  
چاہیے پوری نماز میں وہ کسی اور طرف نیت نہ پھیرے ورنہ نماز نہ رہے گی اور توجہ مقصود

۱۔ لغات التنقیح جلد اول ص ۶۹ ۲۔ مابج النبوة جلد ۱ ص ۴۱ ۳۔ بہار شریعت حصہ سوم  
ص ۱۵۱ ۱۶۱ ۴۔ درغنائیں ہے المقبر فیہا عمل القلب جلد ۱ ص ۳۸۵

پر نہ جے گی مومن کمال التفات سے اپنے مقصود پر توجہ جمائے تو وہ نماز کی سعادت کو پالے گا  
امام ربانی مجدد الف ثانی <sup>۴</sup> (۱۰۳۵ھ) ایک خط میں لکھتے ہیں :

جب تو ہمت کو پوری توجہ سے طلب کرے تو تجھے بشارت ہو کہ تو صحیح اور کامیاب  
واپس لوٹے گا لیکن اس میں ایک ضروری شرط ہے وہ یہ کہ قبلہ توجہ صرف ایک ہو توجہ اگر  
ایک مقصود سے تجاوز کرے گی تو یہ ممالک کا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔

مومن نماز سے اپنے روحانی سفر کی ابتدا کرتا ہے اور اس کی انتہا بھی نماز میں ہی کھلتی  
ہے اس فتنہی درجہ میں پھر کئی مقامات ہیں اور ترقی کی کوئی انتہا نہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم  
فرماتے ہیں نماز میری آنکھوں کی ٹنڈک ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
پر بھی قرب الہی کی لذت کسی ایک مقام پر فتنہی نہ تھی آپ کو ہر نماز میں قرب الہی کی ایک  
نئی دولت ملتی تھی۔ پس مومن جب تک نماز میں ہے وہ اس نیت کا پابند ہے جو اس نے ابتدا  
نماز میں کی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے وہ نماز میں کسی وقت اس نیت سے  
باہر اگر کسی دوسری طرف پھرنے کا مجاز نہیں۔ علامہ طحاوی <sup>۵</sup> لکھتے ہیں :

الاخلاص لله تعالى على معنى انه لا يشرك معه غيره في العبادة

توجہ : نیت کو خدا تعالیٰ کے لیے خالص کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ اس میں  
کسی اور کو اس کے ساتھ نہ ملائے۔

## نماز مومنوں کی معراج ہے

نماز مومن کی معراج ہے اور اسی سے وہ زینہ بزمہ روحانی مقامات طے کرتا ہے پس  
نماز کی ہر دخل شیطانی سے حفاظت کرنا بہت ضروری ہے نماز کا جو ہر یہ ہے کہ قبلہ توجہ اور

۱۔ ہمت صرفیئے اکرام کی ایک اصطلاح ہے اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

۲۔ المنتقات ص ۳۲۔ ۳۔ رد المحتار جلد اول صفحہ ۳۸۵

مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے مومن کے لیے یہ دنیا امتحان گاہ ہے یہاں عبادت بھی امتحان کا مورد بنتی ہے اور شیطان نمازی کو بھی ہر قدم پر نماز کے ثمرات اور اس کی صحیح کیفیات سے محروم کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں کہا تھا کہ میں تیرے بندوں پر ہر طرف سے حملہ کروں گا اور اس کا یہ حملہ آج تک جاری ہے ہاں جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں ان پر اسے قبضہ نہیں ملتا۔ اور یہ ان پر خدا کی نظر کرم ہے۔

نماز میں دو درجہ کار خیالات کی آمد اور طرح طرح کے دوسرے نماز کی آفتیں ہیں ان کی وجہ سے نمازی یکسوئی اور خشوع کی لذت سے محروم رہتا ہے بھران آفتوں کے کئی درجے ہیں اور اندھیروں پر اندھیرے ہیں سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ نماز میں توجہ ماسوی اللہ پر بھی لگی رہے اور یہ توجہ تعظیم و احترام کی انتہائی شان کے ساتھ ہوس صورت میں یہ محض معیار یا خیال نہ رہے گا عبادت بن جائے گا اور اللہ رب العزت کی عبادت کے ساتھ ساتھ ایک اور متوازی عبادت راہ پائے گی۔ یہی شرک ہے پھر جب اس قسم کا دھیان خود لایا جائے اور اس موضوع پر اس طرح توجہ جمائی جائے کہ نمازی کی توجہ اللہ تعالیٰ پر بھی نہ رہے اس سے پھر جائے جسے صرف ہمت (پوری توجہ پھیرنا) کہتے ہیں تو یہ ایمان کی پوری ہلاکت ہے۔ ضروری ہے کہ نماز کی ہر دخل شیطانی سے حفاظت کی جائے قرآن کریم میں ہے :

سَافِطُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوَسْطَىٰ وَقَوْمُوا لِلَّهِ ثَانَتَيْنِ (پل البقرہ ۲۳۵)

ترجمہ : حفاظت کرو سب نمازوں کی اور درمیانی نماز کی اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے۔

اس آیت شریفہ میں نماز کی حفاظت کی یہ راہ بتلائی کہ اس میں پوری عاجزی سے اللہ کے حضور میں کھڑے رہو ایسی کوئی حرکت یا نیت نہ کرو کہ جس سے معلوم ہو کہ اب تم نماز نہیں پڑھ رہے یا تم نے اللہ کے سامنے حاضر ہونے سے نیت بدل لی ہے اور توجہ کسی اور طرف پھیر لی ہے۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ پوری نماز میں اللہ کے حضور میں حاضر رہنا چاہیے

اور یہی ارادہ دہمت نماز کی پوری حفاظت ہے درمیانی نماز عین اس وقت آئی جب انسان زیادہ تر دنیوی امور میں مصروف ہوتا ہے اور اس کی توجہ کئی طرف بٹی ہوتی ہے اس کا خصوصی ذکر فرما کر تاکید کی کہ اس نماز کو کیسوی اور ادب کی لازوال دولت سے آباد کرو جس طرح کی یہ نماز ہے اسی طرح پوری پابندی سے ادا کی جائے نمازوں میں ترتیب رہے وقت پر پڑھی جائیں اور کان سنت کے مطابق ادا کئے جائیں اسی طرح نماز کی یہ حفاظت بھی کی جائے کہ اسے اندرونی آفتوں سے بچایا جائے دور از کار خیالات کی آمد سے کسی دوسری طرف توجہ جانے اور صرف دہمت کرنے سے اس کی پوری حفاظت کی جائے، اور قوموا للہ قانتین کے حکم الہی کے تحت پوری نماز میں اللہ کے حضور میں حاضری رہے اور ارادہ عبادت کی انتہائی حالت قنوت اور عاجزی صرف اسی کے سامنے ہو

## قرآنی مضامین بنیت تلاوت

نماز میں قرآن شریف کی قرأت کرتے ہوئے ان واقعات اور مضامین کی طرف ذہن چلا جاتا ہے جو اس حصہ قرأت میں مذکور ہوں اور ان میں بسا اوقات خطاب کے صیغے بھی آجاتے ہیں جیسے **وَإِنِّي لَآظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُورًا** (پہا بنی اسرائیل ع) تو ایسے موقعوں پر نماز پڑھنے والے کو ہمیشہ تلاوت کی نیت رکھنی چاہیے۔ تلاوت سے مراد ان الفاظ اور مضامین کی ثانوی ادائیگی ہے۔ یہ عبادات اور الفاظ جب اپنے موقع پر کہے گئے تھے تو یہ ان کی ادائیگی تھی اب انہیں جب بھی دہرائیں یہ ان کی ثانوی ادائیگی ہوگی۔ عربی میں تلاوت ثانوی ادائیگی کہتے ہیں۔ چاند سورج کے پیچھے چلے تو اسے والشمس وضحاہ والہمرا اذا تلاھا دیتا۔ توجہ: قسم سورج کی اور مہرب پڑھنے کی اسکی ادائیگی جب وہ سورج کے پیچھے آئے اسے ذکر کیا گیا ہے۔

نماز میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے کہیں خطاب کے الفاظ آئیں تو یہ خیال نہ کرے

کہ میں اب اس شخص کو مخاطب کر رہا ہوں انبیاء کرام کا ذکر آئے اور وہ آیات آئیں جب اللہ تعالیٰ نے انہیں مخاطب کیا تھا تو یہ نیت نہ کرے کہ میں اب ان پیغمبروں کے سامنے حاضری دے رہا ہوں اور انہیں پکار رہا ہوں ان آیات کی قرأت برہیل حکایت کرے کہ یہ واقعات کبھی پیش آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں کو اس طرح خطاب کیا تھا اگر نمازی یہ نیت کرے کہ وہ اب ان پیغمبروں کو پکار رہا ہے تو اس کی نماز نماز نہ رہے گی ان آیات کا پڑھنا ہمیشہ بہ نیت تلاوت ہونا چاہیے

جب ان آیات کی تلاوت کرے۔ یا آدھ اسکن انت وزوجک الجنة۔ یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا۔ وما تملک یمینک یا موسیٰ۔ یا زکریا انا نبشرك بغلام۔ یا یحییٰ خذ الکتاب بقوة۔ یا عیسیٰ انا متوفیک ورافعک الی۔ یا ایہا المدثر قم فأنذر۔ تو ان خطابات سے برہیل نقل واقعات گزرے انشاء (بات اپنی طرف سے کہنے) کی نیت نہ کرے یہ نہ سمجھے کہ میں ان پیغمبروں کو پکار رہا ہوں اپنی نیت یہی رکھے کہ میں خدا کے حضور میں حاضر ہوں اور اسی کے سامنے سر راہ بجز و بندگی ہوں یہ بھی نماز کی حفاظت ہے قوموا للہ قانتین پر عمل ہے اور اپنی نیت عبادت کو ایک مقصود پر جاملے اس سے توجہ پوری ہمت سے ایک طرف لگ جاتی ہے اس مقام پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ ارشاد بھی ملحوظ رکھنا چاہیگا

خطاب کردن بہ بشر در نماز منہی عنہ است۔ مدارج النبوة جلد ۱ ص ۴۱

ترجمہ: نماز میں انسان سے مخاطب ہونا ممنوع ہے۔

## تشہد کی حالت میں نمازی کی نیت

تشہد میں بھی نمازی اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہے اور وہ اس وقت بھی قوموا للہ قانتین پر عمل پیرا ہے اب بھی اس کی یہی نیت ہے کہ وہ اللہ کے حضور میں حاضر

ہے اور اللہ تعالیٰ سے توجہ پھیرنے اور صرف ہمت کرنے کی اسے یہاں بھی اجازت نہیں۔  
 تشہد میں جب وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے تو اس وقت بھی وہ اللہ  
 کے حضور میں حاضر ہے پوری نماز خدا کی بندگی ہے اور نماز کے کسی بھی حصے میں اسے نماز کی  
 نیت سے نکلنے کی اجازت نہیں حضور پر سلام پڑھتے ہوئے اگر وہ خدا تعالیٰ سے توجہ پھیر لے  
 اور یہ نیت کر لے کہ اب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر حاضر ہوں تو اس نیت بدلنے  
 سے نماز نماز نہ رہے گی یہ صرف ہمت ہے جو ممنوع ہے السلام علیک ایہا النبی  
 کہتے ہوئے بھی وہ یہی عقیدہ رکھے کہ وہ خدا کے سامنے پیش ہے اور حضور کو جو سلام بھیج رہا ہے  
 وہ اللہ کے فرشتے حضور پر پیش کر دیں گے، یہ پیغام رسانی فرشتوں کے سپرد ہے اور وہ زمین  
 پر سیاحت کرتے پھرتے ہیں، جہاں کسی نے سلام بھیجا وہ اسے حضور کی خدمت میں پہنچا دیتے  
 ہیں۔ نمازی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ سے توجہ ہٹا کر اسے حضور اکرم پر لگا دے اسلام  
 اس صرف ہمت کی اجازت نہیں دیتا نماز عبادت ہے اور صرف اللہ کی عبادت ہے  
 اس میں ارادہ عبادت کی انتہائی حالت اللہ کے سوا کسی اور سے متعلق کرنے کی اجازت نہیں۔  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تشہد میں خطاب کرنے کی تین صورتیں ہیں ان میں سے جو  
 صورت بھی اختیار کی جائے اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹانے اور حضور کی طرف صرف ہمت کرنے  
 کی کہیں گنجائش نہ ملے گی۔

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہونے کی بجائے وہ حضور اکرم کی شخصیت  
 کریمہ کو اپنے دل میں لا کر آپ پر بایں عقیدہ سلام عرض کرے کہ فرشتے اسے حضور کی خدمت  
 میں پہنچا دیں گے، اور وہ خود صرف خدا کے حضور میں حاضر رہنے کی نیت رکھے اس صورت میں  
 اس نے حضور کے خیال میں اپنی توجہ خدا سے نہیں ہٹائی نہ صرف ہمت کی ہے اسے السلام علیک  
 کہتے ہوئے پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ اس کا درود و سلام حضور کو پہنچا  
 رہے ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ نے خطاب کی یہ صورت تجویز کی ہے۔

وَأَحْضِرْ فِي قَلْبِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَهُ الْكَرِيمَ وَقُلْ  
 إِسْلَامًا عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ وَلْيَمْدُقْ أَمْلَكَ فِي أَنْتَ بِلِقَائِهِ  
 تَوَجَّهْ بِمَا هُوَ تَحْضُرُ نَبِيَّ كَرِيمٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ كِي تَخْفِضَ كَرِيمُ كُودِلْ فِي حَاضِرِكَ  
 أَوْ كَرِهْ لَنْتَ نَبِيَّ أَنْتَ بِرَسُولٍ هُوَ أَوْ تَتَرَى أَمِيدَ لُطْفِي هُوَنِي جَابِيَةً كَرِيمَ سَلَامٍ حُضُورُ كُودِلْ فَرَشْتُونَ  
 كے ذریعہ، پہنچ جاتا ہے۔

۲۔ نمازی اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہوئے اگر اس اونچے درجے پر جا پہنچے کہ اللہ تعالیٰ  
 کہتے ہوئے اس کے لیے عالم ملکوت کا دروازہ کھل جائے اسے واقعی اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری  
 نصیب ہو اور وہ دربار الہی میں باریابی پائے اور پھر وہ خدا کے حضور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو بھی حاضر پائے تو اللہ سے توجہ ہٹائے بغیر وہ حضور پر پورا راست سلام پیش کر دے فرتوں  
 کا تصور بھی درمیان میں نہ رہے تو اس سلام بھیجنے سے بھی اس نے اللہ تعالیٰ سے توجہ نہیں  
 ہٹائی نہ وہ صرف بہت کام تکب ہوا ہے یہ حضور کی طرف دھیان باندھنا نہیں بلکہ  
 عالم ملکوت کے انکشاف پر خود کا سامنے آجانا ہے۔ فقہاء اسلام کہتے ہیں کہ اس طرح حضور  
 پر سلام عرض کرنا انھی لوگوں کی منزل ہے جو اس مقام کے ہوں حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں  
 ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدخول  
 فی حرم الحی الذی لا یموت فقررت اعینہم بالمناجات فذهبوا علی  
 ان ذالک بواسطہ بنی الرحمة وبرکتہ متابعتہ فاذا التفتوا فاذا  
 الحبيب فی حرم الحبيب حاضر فاقبلوا علیہ قائمین السلام علیک  
 ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ

توجہ : ایسے نمازی جب التحیات کہتے ہوئے باب ملکوت پر دستک  
 دیتے ہیں تو انہیں اس ذات واجب کے دربار میں جو ہمیشہ کے لیے زندہ  
 ہے حاضری کی اجازت مل جاتی ہے اس کی مناجات سے ان کی آنکھیں

ٹھنڈی ہوتی ہیں انہیں اس وقت بتلایا جاتا ہے کہ یہ مقام انہیں نبی رحمت کے طفیل اور آپ کی تابعداری کی برکت سے ملا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے حضور میں موجود پاتے ہیں۔ تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسلام علیک ایہا النبی کہتے ہوئے سلام عرض کرتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا تنبیہ خود دھیان میں لانا اور آپ پر پوری توجہ جانا، یہاں تک کہ خدا سے بھی توجہ ہٹ جائے اور صرف ہمت ہو جائے یہ وہ صورت نہیں صرف ہمت کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں ہے نماز عبادت ہے اور ایک خدا کی عبادت ہے خدا تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے کی نیت بدل کر یہ نیت باندھنا کہ اب میں حضور کے سامنے حاضر ہو گیا ہوں اس سے نماز کی یہ نیت کہ یہ خدا تعالیٰ کی بندگی ہے، بالکل بدل جاتی ہے ۳۔ نمازی تشہد میں السلام علیک ایہا النبی واقعہ معراج کی یاد میں کہے

یہ تشہد اس رات کا ایک تذکرہ ہے معراج کی رات حضور اکرم نے التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ - وَالصَّلَوَاتُ - وَالطِّبَّاتُ کہہ کر تین تحفے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کئے تھے کہ سب زبانی عباد میں، بدلی عباد میں اور مالی عباد میں صرف اللہ کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں تین تحفے حضور پر پیش فرمائے تھے۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ اے میرے پیغمبر آپ پر سلام رحمت اور برکت ہو نماز میں حضور پر سلام واقعہ معراج کی حکایت ہے۔ اور یہ سلام دواہل بندے کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے اس کے حبیب پاک پر پیش ہوا تھا۔ اور مومن اب اس سلام کے ضمن میں اپنا سلام عرض کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے سلام کی حکایت اب بندہ مومن کی طرف سے دہیہ سلام ہے۔

حنفیہ کے جلیل القدر محقق علامہ ابن نجیم (۷۹۹ھ) کہتے ہیں:

اما قولہ السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ حکایۃ سلام



اللہ تعالیٰ علی نبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی ثلثۃ بمقابلتہ

الثلثات الّتی اشغی بہا النبی علی ربہ لیلۃ الاسراء

ترجمہ: السلام علیک ایھا النبی وراصل اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت ہے

جو اس نے اپنے نبی پاکؐ پر معراج کی رات بھیجا تھا۔ یہ تین تھے ان میں پہلی

کے جواب میں ملے تھے جو اس رات آپؐ نے اپنے پروردگار کے حضور میں

پیش کی تھیں۔

پس نمازی کا سلام حضور پاکؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر واقعہ معراج کی حکایت کے ضمن میں پہنچا

ہے سلام پیش کرنے کی یہ تیسری صورت ادا ہے ان تینوں صورتوں میں سے جو بھی پیش نظر ہو

صرف ہمت کا کسی میں شائبہ نہیں۔

## ہمت کی اصطلاح

ارادہ عبادت کی انتہائی حالت | خدا تعالیٰ کی طرف پوری توجہ لگائے رکھنا

نماز کا جو ہر ہے ارادہ عبادت کی

انتہائی حالت کو صوفیہ کرام کی اصطلاح میں ہمت کہتے ہیں۔ مومن جب پہلے اشتیاق سے

خاص مقصود کی طرف دھیان جمائے تو اس ہمت کے مرد نماز میں اپنے خدا کو پالینے میں ایسے

نمازیوں کو نماز میں خدا ملتا ہے اور نماز ان کی آنکھوں کی ٹنڈک بن جاتی ہے ارادہ عبادت

کی اس انتہائی حالت میں نمازی جب تک خود رُخ نہ بدلے کسی اور طرف توجہ کرنا اس کے

لیے ممکن نہیں رہتا۔

ہمت صوفیہ کرام کی اصطلاح میں ارادہ عبادت کی انتہائی حالت کا نام ہے عام نمازی

آقاؐ نماز میں تو اخلاص نیت سے چلتے ہیں صرف ایک طرف نیت باندھتے ہیں کہ خدا کے

سامنے حاضر ہیں لیکن پوری نماز اسی کیفیت سے ختم کرنا صرف اہل ہمت کو ہی نصیب ہوتا

ہے یہ کیفیت اپنے درجے کے مومنین کو نماز میں ہر وقت حاصل رہتی ہے۔ اور وہ اپنی توجہ کسی اور طرف نہیں پھیر پاتے۔ شیخ الاسلام حضرت شیخ ہریریؒ منازل السائرین میں لکھتے ہیں:

(باب الہمة) الہمة ما یملک الانبعاث للمقصود صرفاً۔

ترجمہ: ہمت (بندہ مومن کا) وہ ارادہ ہے جس کے تحت وہ مقصود حقیقی کی طرف پورے اشتیاق سے متوجہ ہو اور اس پر اس طرح دھیان لگائے کہ اپنے مقصود کے سوا کسی اور طرف توجہ نہ ہو سکے،

مأدج السالکین میں ہے:-

الہمة فخلّة من الهم وهو مبدا الارادة ولكن خصوصاً بانہیامۃ الارادة فالہم جیدہا والہمة نہایتہا ضلّ

ترجمہ: ہمت خلّے کے وزن پر ہے۔ اس کی اصل ہمت ہے یہ ارادہ کی ابتداء حالت ہے جب حالت انتہائی مدبجے میں ہو تو اسے ہمت کہتے ہیں ہمت ابتدا ہے اور ہمت اس کی انتہا۔

ارادہ عبادت اس مدبجے میں ہو تو مومن کو حضور قلب کی دولت مل جاتی ہے اور دل عبادت میں لگ جاتا ہے حضرت امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:-

ان حضور القلب سبب الہمة فان قلبک تابع لہمتک فلا یحضر فیما یہتمک

ترجمہ: بے شک حضور قلب کا ذریعہ ہمت ہے جب ہم تیرا دل تیری ہمت کے ساتھ ساتھ چلے گا تو حضور اسی مقصود کا ہو گا جہاں تیری ہمت لگی ہے

نماز میں بندہ کی پوری توجہ جب صرف خدا تعالیٰ پر مچی ہو کسی اور طرف نہ لگے تو یہ حضور قلب کا مقام ہے اور یہ دولت اسی وقت ملتی ہے جب اس پر یہ بات کھلی ہو کہ غرض مطلوب صرف اسی سے وابستہ ہے اور یہی ایمان ہے۔ امام غزالیؒ پھر لکھتے ہیں:

فلا حيلة ولا علاج لاحضار القلب الا بصرف الهمة الى الصلوة  
والهمة لا تقصر اليها ما لم يتيقن ان الغرض المطلوب  
منوط بها وذاك هو الايمان<sup>۱</sup>۔

ترجمہ : حضور قلب کا مقام پانے کے لیے نماز کی طرف صرف ہمت  
کے سوا اور کوئی جملہ اور علاج نہیں اور ہمت (ارادہ کی انتہائی حالت)  
نماز پر نہیں لگتی جب تک یہ نہ واضح ہو جائے کہ مطلوب تک پہنچنا اسی سے وابستہ  
ہے اور سچی ایمان ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ صرف ہمت یہ ہے کہ دل اپنے مقصود حقیقی سے ایک لمحہ کے لیے بھی  
غائب نہ ہونے پائے یہ حضور قلب کا مقام ہے اور حضور یہ ہے کہ اس میں ذرا غفلت نہ ہو۔  
ارادہ کی انتہائی حالت پوری نماز میں قائم رہے دل کسی اور طرف ذرا بھی نہ جھکے تو اس ہمت  
کے مرد حضور قلب کا مقام پالیتے ہیں بندہ مومن سے ارادہ عبادت کی یہ انتہائی حالت مطلوب  
ہے یہ قصد دل جب انتہائی توجہ سے جس کا تقاضا یہ ہے کہ کسی اور طرف توجہ نہ رہے (تمام  
ہو تو مومن اپنے اس نیک سفر سے کامیاب واپس لوٹتا ہے۔ حضرت امام ربانی سیدنا مجدد  
الف ثانی (۱۰۳۵ھ) مرزا بدیع الزمان کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

وحيث طلبت الهمة من كمال الالتفات فبشرى لك ترجع سالماً  
وغانماً لكن لا بد من ان تراعى شرطاً واحداً وهو توحيد قلبك<sup>۲</sup> التوجه  
فان جعل قلبك التوجه متعددة القوا سالك نفسه الى التفرقة<sup>۳</sup>  
ترجمہ : اور جب تو کیفیت ہمت کو پوری توجہ سے طلب کرے تو نتیجہ بشارت  
ہو کہ تو سالم اور کامران اس ہم سے واپس لوٹے گا۔ لیکن اس میں ایک ضروری

شرط ہے اور وہ قبلہ توجہ کا ایک ہر نلہ ہے۔ (کہ توجہ صرف ایک ہی طرف ہو)  
توجہ اگر کئی طرف رہے تو سالک نے اپنی جان کو تفرقہ میں ڈال دیا (جس  
سے توجہ کسی مقصد پر نہ جم سکے گی حالانکہ وہی ہمت کا تقاضا تھا) مدارج السالکین  
میں ہے۔

ان همة العبد اذا تعلقت بالحق تعالى طلباً صادقاً خالصاً محضاً  
فذلك هي الهمة العالية

ترجمہ: بندہ کی ماری توجہ جب طلب صادق سے اللہ تعالیٰ سے جا ملے  
اور یہ توجہ خالصاً صرف خدا تعالیٰ کے لیے ہو کسی اور طرف توجہ کرنے کی کوئی  
راہ باقی نہ رہے تو یہ ہمت عالیہ ہے۔

دوسری طرف توجہ کرنے کی کوئی راہ باقی نہ رہنا مقام احسان ہے کہ باقی ہر ایک  
کے لیے اب یہاں رکاوٹ ہو۔ اس ہمت والے مرد اپنی منزل پر جلد پہنچتے ہیں اور  
اپنے مقصد کو پا لیتے ہیں۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:  
الهمة عبارة عن اجتماع الخاطر وتأكد العزيمة بصورة التمتني  
والطلب بحيث لا يحظر في القلب خاطر سوى هذا المراد  
كطلب العطشان الماء

(ترجمہ) ہمت کے معنی اپنے دل کو طلب و آرزو کے ساتھ ایک  
مقصد پر مٹھانا اور اس پر عزم کو اس طرح جمانا ہے کہ دل میں اس خاص  
مقصد کے سوا اور کسی بات کی طرف دھیان نہ رہے۔ جیسے پیاسے کو

پسایس کے وقت بس پانی کی ہی طلب ہوتی ہے۔

پسایس کی حالت میں کتنے ہی حالات سے کیوں نہ گزرے اس کی ہمت پانی پر ہی جمی ہوتی ہے اور اس کی توجہ اس میں لگی ہوتی ہے۔ اہل حق کے نزدیک مومن کی ہمت نماز میں صرف اللہ تعالیٰ پر جمی رہنی چاہیے۔ اور وہ پوری پوری طلب و آرزو سے اس قبلہ مقصود پر اپنا دھیان جمائے رکھے۔ خیالات کتنے ہی کیوں نہ گزریں وہ دھیان صرف خدا پر جمائے، خیال آنا اور دھیان جانا دو مختلف حالتیں ہیں۔ دھیان جانے کی حالت صرف خدا سے متعلق ہونی چاہیے مومن کے لیے دل کسی اور طرف پھیرنا خواہ وہ انبیاء ہوں یا فرشتے اس کے ارادہ ہمت کے خلاف ہونا چاہیے۔ ”صرف ہمت“ سے مراد دل کو مقصود سے پھیر لینا ہے۔ اور ہمت سے مراد اسے مقصود پر جمائے رکھنا ہے۔

کالمیں مقصود پر توجہ جانے میں اتنے کامیاب ہوتے ہیں کہ فنا فی اللہ کا مقام پالیتے ہیں۔ اس مقام میں خیال لانا تو درکنار خیال آنا بھی باقی نہیں رہتا یہ مقام فنا بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے لیکن ہمت اور قصد دل باندھنا مومن کے لیے خدا کے سوا اور کسی طرف جائز نہیں۔ نماز میں بلا قصد کتنے ہی خیالات آئیں اللہ تعالیٰ سے درگزر اور معافی کی امید ہے لیکن توجہ کو قصد اخلا سے ہٹانا اور صرف ہمت کر کے اسے اپنے پیر و مرشد یا کسی ولی دہخیر پر جمانا نماز کے لیے ہمت بڑی آفت ہے اور نماز کے مقام توحید میں شیطان کی صریح مداخلت ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ایک مقام پر لکھتے ہیں :  
قلب ماسوی اللہ سے چٹکارا حاصل کر کے سلامتی پائے اور مقصود کے سوا ہر چیز کے دیکھنے اور سمجھنے سے فارغ ہو جائے۔ اس مقام پر اللہ

کے سوا کسی کا خیال بتکلف بھی اسے یاد دلا تیں وہ ادھر نہ آئے گا۔ دل میں اس کا ہرگز خیال نہ گزرے گا۔ ہمیشہ اپنے مطلوب میں مستغرق اور فنا ہے گا۔ جب معاملہ یہاں تک پہنچے تو سمجھو ایک قدم اس راہ میں اٹھ گیا ہے لہ

مومن جب نماز میں نہ ہو اور اپنے شیخ سے روحانی فیض چاہے تو اپنی ہمت کو شیخ و

### نماز سے باہر شغل رابطہ

مرشد پر پوری طرح متوجہ کر سکتا ہے لیکن یہ عبادت نہیں استغناء ہے گویا وہ اپنے شیخ و مرشد کے سامنے حاضر ہے اور انوار الہی شیخ کے واسطے اس کے دل پر

اتر رہے ہیں۔

بعض حضرات نے اس شغل رابطہ میں برقیہ کی راہ اختیار کی ہے اس میں شیخ و مرشد اس کے لیے بمنزلہ لباس ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ کے حضور میں حاضر ہے اور شیخ اس پر برقیہ کی صورت میں محیط ہے جس میں وہ گھرا ہوا ہے یہ شغل رابطہ عبادت میں صرف ہمت نہیں، نہ اس میں توجہ خدا سے ہوتی ہے نہ صرف ہمت ہوتا ہے۔ اس تجویز سے اختلاف ہو سکتا ہے اس میں آنے والے خطروں سے بھی انکار نہیں۔ لیکن یہ بھی درست ہے کہ اس میں شیخ و مرشد کی طرف صرف ہمت نہیں جو صریح شرک ہے۔

نماز میں شیخ و مرشد کی طرف توجہ باندھنا اور خیال جانا کسی طرح بھی جائز ہوتا تو بعض اہل تصوف یہ صورت ہرگز تجویز نہ کرتے صورت برقیہ میں شیخ بھی عابد قرار پاتا ہے مہیود نہیں جناب پیر مہر علی شاہ صاحب لکھتے ہیں :-

عند تحقیق اس پر کوئی قباحہ شرعیہ لازم نہیں خصوصاً تصور برقیہ پر یعنی خلج

تعیین خود صورت شیخ کو برقعہ کی طرح اپنے اوپر کر لینا کہ اس صورت میں تعین و مقصود تعین  
شیخ، عابد ہو گا نہ مجبور دلہ

یہ تجویز بتا رہی ہے کہ نماز میں شیخ کی طرف صرف ہمت کی جناب پر صاحب  
مبھی اجازت نہیں دے رہے ورنہ آپ یہ صمدت برقیہ ہرگز تجویز نہ کرتے اس  
صورت میں شیخ قبلہ مقصود نہیں بنتا وہ صرف خدا کی ذات رہتی ہے اس سے توجہ  
نہیں ہٹتی نہ صرف ہمت ہوتا ہے شغل رابطہ کی صورت جو اس راہ کے سالکین  
سے ملتی ہے وہ نماز سے باہر ہوتی ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے  
ہیں کہ سالک شیخ کے حضور میں اس طرح بیٹھے گویا اپنے آپ کو اس میں کھوپکے  
پھر شیخ سے دوری کی حالت میں بھی اس کا دھیان اسے فیض صحت سے فیضیاب  
کرے گا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں :

فاذا صاحبه غلى نفسه عن كل شئ الا محبته وينظر لما  
يفيض منه ويغض عينيه او يفتحها وينظر بين عيني الشيخ  
فاذا اخاض شئ فليتبعه بمعجام قلبه وليحافظ عليه  
واذا غاب الشيخ عنه يخل صورته بين عينيه بوصف المحبة  
والتعظيم فتفيد صورته ما تفيد صحبتة له

ترجمہ جب وہ شیخ کی صحت میں بیٹھے اپنے دل کو شیخ کی محبت  
کے سوا ہر چیز سے خالی کرے اور اس کی طرف سے فیض کا مستقر ہے  
اپنی آنکھوں کو بند کرے یا کھلا رکھے اور شیخ کی آنکھوں کے پیچ دیکھتا  
رہے پھر جب (شیخ کی طرف سے) فیض آئے تو پورے دل کے دھیان

سے اس کے پیچھے پڑے اور اس کی نگہبانی کرے۔ اور شیخ کی عدم موجودگی میں اس کی صورت پوری محبت و تعظیم سے اپنی آنکھوں کے سامنے لائے۔ شیخ کی یہ خیالی صورت اسے اسی طرح فیض پہنچائے گی جیسے اس کی محبت سے اُسے فیض پہنچتا ہے۔

واضح رہے کہ شغل رابطہ نماز میں نہیں دوسرے اوقات کا عمل ہے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے بھی ایک مقام پر اس کا ذکر کیا ہے۔

و تصور شغل مذکور ایں است کہ برائے دفع خطرات و جمعیت ہمت صورت شیخ را کما یشغی بہ تعین و تشخیص در خیال حاضر کند و خود با ادب و تعظیم تمام بھیگی ہمت خود متوجہ بآں صورت سے شوند کہ گویا با ادب و تعظیم بسیار مد بروئے شیخ نشسته اند و دل بالکل بآں سو متوجہ سازند۔

ترجمہ :- شغل مذکور کی عملی شکل یہ ہے کہ خطرات کے دفع کرنے اور یکسوئی پیدا کرنے کے لیے شیخ کی صورت کو پوری تعین اور تشخیص کے ساتھ جیسا ہونا چاہیے اپنے خیال میں حاضر کریں اور پورے ادب و تعظیم اور محبت کے ساتھ اس کی صورت پر متوجہ ہوں۔ گویا پورے آداب اور تعظیم کے ساتھ شیخ کے سامنے بیٹھے ہیں۔ اور دل کو پورے طور پر اس کی طرف متوجہ کئے ہوئے ہیں۔

اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ اس شغل رابطہ کے یکسر خلاف

نہیں۔ ہاں وہ نماز کے اندر اس کے ہرگز قائل نہیں۔ صوفیہ کرام نے جہاں بھی اس کی تجویز کی ہے نماز کے باہر کی ہے۔ شغل رابطہ میں سالک عامل اور فاعل جاہل

---

۱۷۸ مطہر مستقیم ص ۱۸ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بھی حضرت شہیدؒ کی طرح اس کی اجازت دی ہے۔



میں فرق کرنا ضروری ہے۔ جاہل متصوف نماز میں بھی شیخ و مرشد یا فرشتہ و پیغمبر کا تصور  
 باندھ لیتے ہیں۔ انہیں کون روکے؟ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پہل ہرگز اسلام کا نہیں،  
 شرک کی نہایت تاریک راہ ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں  
 کہ نماز میں یہ شغل کرنا اس سے بدتر ہے کہ انسان دنیا کی کسی عام چیز میں کھوجائے یہ  
 معمولی چیزیں صرف اس کی غفلت کا نشان ہوں گی۔ ان میں شرک کا اندیشہ نہ ہو گا۔  
 لیکن نماز میں شیخ کی طرف دھیان جانا یہاں تک کہ خدا کی طرف سے بھی توجہ ہٹا  
 لینا ”صرف ہمت کرنا“ شرک نہیں تو کون سا ایمان ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب  
 نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہی۔ اپنے شیخ و مرشد حضرت سید احمد بریلویؒ  
 کے ارشاد سے لکھی ہے۔ اس عبارت میں موضوع تردید نماز میں شیخ کی طرف صرف  
 ہمت کرنا ہے اتفاقاً کسی خیال کا آنا نہیں ہے۔

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہے کہ ہمت کوئی عام لفظ نہیں ہے محض ایک  
 خیال کہہ دیا جائے۔ بلکہ یہ ایک خاص اصطلاح ہے اندیہ بندہ مومن کی وہ حالت ہے  
 جب وہ ایک مقصود پر اپنی توجہ جمائے اس کے لیے یہ لازم ہے کہ قصد دل کی یہ کھڑکی  
 کسی اور طرف نہ کھلی ہو ورنہ میں یہ قصد دل صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور ارادہ  
 عبادت کی انتہائی حالت اللہ رب العزت کے سوا اور کسی کے لائق نہیں۔ صرف ہمت  
 کی اصطلاح خیال۔ دوسرے واردات اور مکاشفات سے کہیں مختلف ہے اہل علم میں  
 سے بھی اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اہل دل بھی ہوں

مقصود سے توجہ ہٹنے کی مختلف صورتیں | سب اہل علم اس پر متفق ہیں  
 کہ نماز میں مقصود حقیقی صرف  
 اللہ رب العزت کی ذات ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں لیکن اس سے

بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسان ارادہ عبادت کے باوجود دانستہ یا ندانستہ بہت سے دوسرے خیالات میں بھی کھو جاتا ہے مثلاًخ اور پیر و مرشد روحانی طیب ہوتے ہیں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے متوسلین اور عقیدت مندوں کو بتدریج نفسانی ظلمتوں سے نکالیں بڑی آفتوں سے نکال کر چھوٹی آفتوں پر لے آئیں اور پھر چھوٹی آفتیں بھی ایک ایک کر کے چھوٹی جائیں۔ یہاں تک کہ سالک اپنے مقصود کو پالے مقصود سے توجہ ہٹنے کی مختلف صورتیں ہیں سب سے ادنیٰ صورت نماز میں دنیوی چیزوں کا خیال ہے۔ اور سب سے بدتر صورت یہ ہے کہ انسان نماز میں اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹا کر اپنے مرشد کے سامنے حاضر ہونے کی نیت باندھ لے اور عقیدہ توحید سے منہ پھیر لے۔

۱۔ خیالات اور دوسرے بھی کئی طرح کے ہیں نماز میں دنیوی چیزوں کا خیال آنا بُرا ہے لیکن گناہ کا خیال جیسے زنا کا دوسرا اس سے بھی زیادہ بُرا ہے نماز میں دنیوی خیالات عبادت کی لذت سے محروم رکھتے ہیں۔ لیکن گناہ کا دوسرا کئی ظلمتیں پیدا کرتا ہے زنا کے دوسرے کی نسبت اپنی بیوی کا خیال کم بُرا ہے ویسے دونوں صورتیں نماز کی آفتیں ہیں۔

۲۔ اس سے بڑھ کر آفت یہ ہے کہ انسان نماز میں اس قسم کے خیالات خود لائے کہیں دکان کا حساب کتاب کرنے لگے اور کہیں مارکیٹوں میں گھومنے لگے۔ خیالات کا خود آنا بھی اچھی بات نہ تھی لیکن ایسے خیالات خود لانا اور بھی بُرا ہے۔ ایسا شخص چتر معرفت سے پیسا واپس لوٹتا ہے اور گناہ کا خیال خود لانا اس بھی بدتر ہے۔

۳۔ اس سے بڑھ کر نماز میں کسی ذی وجاہت شخص کی تعظیم ہے نمازی نماز میں بادشاہ صدر کسی وزیر یا کسی افسر سے احترام برتے امام ہو تو کسی چودھری صاحب یا علاقہ دار کے لیے قرأت یا رکوع کو بجا کر دے تو یہ صورت پہلی دو صورتوں سے بھی زیادہ بڑی

آفت چرگی۔ ناز اللہ کی انتہائے تعظیم تھی اس میں کسی اور تعظیم کو شامل کرنا کسی طرح جائز نہیں تھا۔ ۴۔ نماز میں یہ احترام اگر کسی ایسے شخص کا نہ ہو جو بعض دنیوی طور پر ذی وجاہت اور صاحب عزت ہے بلکہ ایسی شخصیت کا ہو جس سے نازی کا ایمان اور تکویم کا تعلق ہو۔ وہ نماز میں اپنے پیرو مرشد یا کسی ولی اور بزرگ کی تکویم کرنے لگے یا کسی سے صحابی رسول کا نام سن کر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا حضور کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنے لگے تو یہ صورت پچھلی تین صورتوں سے بھی زیادہ کڑی ہوگی کیونکہ اس میں نازی عبادت الہی میں ایک اور روحانی تعظیم کو بھی شامل کر رہا ہے۔

۵۔ نماز میں کسی عظیم لائق احترام دینی شخصیت پر پوری توجہ جادینا یاں تک کہ خدا کا دھیان بھی نہ رہے ان تمام حالتوں سے زیادہ ضرر رساں ہے جو پہلے بیان ہوئیں اگر خدا سے عداوت توجہ ہٹائی جائے اور اسے کسی بزرگ یا فرشتے پر لگا دیا جائے تو یہ نماز کی سب سے بڑی آفت ہے اسے صرف بہت کہتے ہیں اپنے پیرو مرشد یا کسی اور بزرگ اور ولی کی طرف توجہ باندھنے سے خدا کی عبادت جاتی رہے گی اور مخلوق کی عبادت راہ پا لے گی مقصود سے توجہ ہٹنے کی مختلف صورتوں میں سے یہ بدترین صورت اور سب سے بڑی آفت ہے۔

پہلی دو صورتوں میں نہ صرف عمل پر پڑتی ہے انسان عبادت کی لذت نہیں پاتا لیکن پچھلی دو صورتوں میں نہ ایمان پر بھی بڑھ رہی ہے جس کے بعد کچھ باقی نہیں رہتا۔

## نماز میں تصور برزخی کی غلط صورت

بعض جاہل صوفی نماز میں تصور برزخی کے قائل ہیں اور وہ نماز میں اپنے پیر یا کسی بزرگ کا تصور باندھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے پیر کے واسطے سے اپنے خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔ اور پیر کے آئینہ میں انہیں خدا کا جلوہ نظر آ رہا ہے یہ وہی تصور ہے جو ہندوؤں

نے اپنے بتوں کے بارے میں قائم کیا تھا وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بت جن بزرگوں کی یاد میں  
 بنے ہیں وہ ان بزرگوں کے واسطے سے خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔  
 مسلمانوں کے لیے اس قسم کے تصور برزخی کی راہ نکالنا اسلام پر ایک بڑا ظلم ہے اور  
 خدا سے توجہ پھیر کر (صرف ہمت کر کے) ہم تن اپنے پیر میں ڈوب جانا نماز کی سب سے  
 بڑی آفت ہے۔

برزخی ذکر میں مرید ہم تن شیخ کی طرف متوجہ رہتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ پیر خدا کی  
 عبادت میں مشغول ہے اور وہ پیر کو برزخ بنا کر اور درمیانی واسطہ بٹھا کر اس عبادت الہی میں  
 شریک ہے اس میں مریدوں کو تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ خود ذکر نہ کریں تاکہ خدا کی طرف  
 کہیں دھیان نہ چلا جائے ہم تن پیر کی طرف دھیان رکھیں۔ (معاذ اللہ)

مولانا احمد رضا خاں اس تصور برزخی کے قائل تھے لیکن نماز میں اسے اختیار کرنے  
 کی انہوں نے بھی اجازت نہیں دی۔ یہ ان کے مریدوں کی اپنی اپنی ایجاد ہے کہ وہ  
 نماز میں بھی اپنے پیر یا کسی بزرگ اور ولی کی طرف صرف ہمت کرنے لگے ہیں ہاں مجلس ذکر  
 میں وہ ضرور تصور برزخی کی تعلیم دیتے تھے ان کے ملفوظات میں ہے :

”شیخ کے حضور بیٹھ کر ذکر بھی نہ کرے کہ ذکر میں دوسری طرف (خدا کی طرف) مشغول ہو  
 گا اور یہ حقیقتاً ممانعت ذکر نہیں بلکہ تنجیل ذکر ہے کہ وہ جو کرے گا بلا تامل ہوگا اور شیخ کی  
 توجہ سے جو ذکر ہوگا وہ متوسط ہوگا یہ (برزخی ذکر) اس سے بدرجہا افضل ہے۔  
 اللہ کی شان دیکھئے کہ اللہ کے نام پر اللہ کے ذکر سے روکا جا رہا ہے کہیں خدا کی طرف دھیان  
 نہ چلا جائے اس کے لیے احتیاط بتلائی جا رہی ہے برزخی ذکر کی یہ صورت اگر نمازیں بھی  
 آجائے اور مرید ان اپنے پیر کی طرف صرف ہمت کرنے لگیں تو پھر ہندوؤں کی بُت

پرستی اور عبدِ اہلِ مسلمانوں کی صرف ہمت میں کیا فرق رہ جائے گا۔ لازم آئے گا کہ ایسے مسلمان بھی مشرک شمار ہوں یا ہندوؤں کی بت پرستی بھی مشرک نہ رہے۔

مولانا احمد رضا خاں نماز کے اندر تو صرف ہمت کے قائل نہ تھے لیکن ان کا ذہن اس طرف ضرور مائل تھا کہ ہندوؤں کی بت پرستی کو مشرک سے پاک قرار دیا جائے حضرت مرزا مظہر جانانا کے نام ایک خط منسوب کر کے مولانا احمد رضا ہندوؤں کے بارے میں لکھتے ہیں ان کی بت پرستی مشرک سے منزہ (پاک) اور صوفیہ کرام کے تصور برزخ کی مثل ہے۔

انگریز کے عہد میں ایک یہ وقت بھی آتا تھا کہ مسلمان تصور برزخ کی راہ سے ہندوؤں کی بت پرستی سے سمجھوتہ کرنے لگیں وہ مشرک قومیں جن کے مشرک میں اب تک کسی جائز تاویل نے راہ نہ پائی تھی اب اس کے لیے بھی راہ مہوار ہونے لگی بت بنانا بھی کفر نہ رہا اور بت بنانے بھی جائز ہو گئے انگریزی عہد میں مولوی فضل رسول بدایونی نے فتوے دیا تھا۔

بہینید کہ سائنس بت کفر نیست و دوجہ از حج دیکھو بت کا بنانا کفر نہیں اور اس کی خرید و فروخت کے آں تفصیل علی الاطلاق و ضروری سائنس کا جائز ہونے میں کچھ تفصیل ہے بت خانہ بنانے کی ضروری و براہِ فہم نہ موجود محسوس جائز ہے اور آتش پرستوں کی آگ جلانے کی ضروری جائز ہے

اگر ہندوؤں کی بت پرستی بھی مشرک نہیں بتوں کی طرف توجہ باندھنا محض ایک برزخی وجہ ہے عبادت حقیقت میں خدا کی جو رہی ہے تو پھر مشرک تو دنیا میں کہیں نہ ہو گا جاہلیت کے عرب بھی بتوں کی پوجا اسی نظریے سے کرتے ہیں کہ وہ خدا کی عبادت میں ان کا وسیلہ ہیں قرآن کریم میں ان کا منقولہ پوں منقول ہے :-

ما نعبدہم الا لیقریونا الی اللہ زلفا (۱۲۸) ہم انہیں اسی لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں قریب کر دیں اللہ کے۔ درجے ہیں۔

۱۔ احکام شریعت احمد رضا جلد ۲ ص ۱۹۲

۲۔ فتویٰ مولوی فضل رسول بدایونی ص ۱۷ مطبوعہ المجلد پریس ۱۲۲۸ھ شاہجہان آباد

دنیا میں شرک ہمیشہ محبت اور عقیدت کی راہ سے آیا ہے شرک خدا کے مقابلے میں معبود ہیں بناتے ان معبودوں کی طرف توجہ ان کی عقیدت اور محبت کے طور پر راہ خدا میں ایک وسیلہ سمجھ کر کرتے ہیں اور اس سے لذت عبادت کی تائید سمجھتے ہیں پھر یہی شخصیتیں ان کی معبود بن جاتی ہیں عبادت میں کسی بزرگ کی تصویر سامنے رکھنا یا کسی ولی پیغمبر اور فرشتے پر دھیان جہاننا اس کی طرف توجہ باندھنا یا ارادہ عبادت کی انتہائی حالت میں صرف محبت کرنا ایک ایسا زینہ ہے جس کے ذریعہ دنیا میں بُت پرستی پھیلی شرک قوموں کی تاریخ آپ کے سامنے ہے پہلے اسے بزرگوں کی محبت اور عقیدت کا نام دیا جاتا ہے پھر اس عقیدت کو عبادت میں داخل کیا جاتا ہے اور ان کی تصویر یا تصور برزخ (عبادت میں واسطہ) بنتے ہیں اور آخر کار یہ شرک شرک کی ماس دلدل میں جا گرتا ہے جہاں سے نکلنا پھر شاید ہی کسی کو نصیب ہو مولا نا احمد رضا خود اقرار کرتے ہیں :

دنیا میں بُت پرستی کی ابتدا یوں ہوئی کہ صاحبین اللہ کے نیک بندوں کی محبت میں ان کی تصاویر بنا کر رکھیں اور اس سے لذت عبادت کی تائید بھی شدہ شدہ وہی معبود رکھیں یہ تاویل کہ عبادت میں بزرگوں کی تصویر توجہ نہ نہیں لیکن ان کا تصور جہاننا جائز ہے لائق قبول نہیں خدا کی عبادت میں کسی تاویل سے کسی کو شرک نہ کیجئے عبادت میں خدا اور بندے کے مابین کوئی برزخ درمیان واسطہ نہیں۔

### عبادت میں خدا اور بندے کے مابین کوئی برزخ نہیں

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اونچے درجے والے انبیاء کلام ہیں ان کا مرتبہ تمام ولیوں اور فرشتوں سے بالا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رسالتوں سے نوازا اور انہوں نے اللہ

کے احکام اس کے بندوں تک پہنچائے اور وہ خود بھی احکام الہی بجالائے ان پاک ہستیوں نے اپنے لیے بھی یہ حق باقی نہ رکھا کہ وہ عبادت میں خدا اور اس کے بندوں کے مابین اسطہ بنیں لوگوں کو کہیں کہ کچھ وقت تک ہماری عبادت کرو مرادیں ہم سے مانگو اپنا کارساز ہمیں سمجھو، ہماری عبادت کے توسط سے تم خدا کی عبادت کے لائق ہو گے۔ نہیں۔ جو گیوں کا یہ تصور برزخی اسلام میں نہیں ملتا اس کے برعکس قرآن کریم کہتا ہے :

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُوتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَ شَرَعَ يَقُولُ  
لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّاتِنِ بِمَا كُنْتُمْ  
تَعْلَمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ  
وَالنَّبِيِّينَ رِبًّا إِنَّكُمْ مُسْلِمُونَ رَبِّ آلِ عَالَمِينَ (۱۵)  
ترجمہ : کسی انسان کو جسے اللہ تعالیٰ کتاب حکمت اور پیغمبری عطا کریں یہ  
حق نہیں کہ لوگوں کو کہے کہ تم اللہ کے سوا میرے بندے ہو جاؤ لیکن وہ یہ کہے  
کہ تم خدا والے ہو جاؤ۔ جیسا کہ تم سکھاتے تھے کتاب اور تم خود بھی پڑھتے تھے۔  
اور نہ یہ کہے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو (خدا کے ماتحت چھوٹے) خدا ٹھہراؤ۔  
کیا وہ تمہیں کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

ان نفوس قدسہ نے عبادت کو براہ راست خدا کا حق بتلایا جو مسلمان ہوا اسے عبادت  
کے لیے پہلے دن بھی خدا کے حضور میں ہی کھڑا کیا اسے بتایا کہ وہ خدا کے سامنے پیش ہے  
وہ خود (انبیاء کرام) خدا کی راہ بتانے والے ہیں عبادت میں خدا اور بندے کے درمیان  
مرکز توجہ بننے والے نہیں کہ وہ بندہ ان کا تصور عبادت نماز پڑھے نماز ابتدائی درجے میں بھی  
ایک خدا کی عبادت ہے۔ اور انتہائی درجے میں بھی اسی ایک پروردگار کی بندگی ہے۔  
ہر گناہ گار سے زیادہ گناہ گار کا بھی وہی ایک خدا ہے اور انبیاء و مرسلین کا بھی وہی ایک  
معبود ہے ہر ادنیٰ بھی اس کے آگے جھکتا ہے اور حضرت جبریل امین اور حضور تمام انبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں  
 نماز میں ارادہ عبادت کی یہ انتہائی حالت ہے صوفیہ کرام و محرم اللہ ہمت سے تعبیر  
 کرتے ہیں۔ صرف ایک خدا کیلئے ہے اسے نماز میں کسی اور طرف پھیرنا۔ صرف ہمت کرنا۔  
 اور عبادت میں تصور ہر ذی قائم کرنا قطعاً غلط ہے اسلام میں یہ ہرگز روا نہیں تصور ہر ذی  
 اور صرف ہمت تو درکنار اسلام میں اتنی بھی گنجائش نہیں کہ امام نماز میں کسی محترم شخصیت  
 کے لیے کوئی رعایت بہت سکے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ نماز  
 میں کسی شخص کے ساتھ خاص تعلق کا لحاظ برتنا یا خدا کے سوا کسی اور کی خوشنودی کے لیے کوئی  
 عمل کرنا اس میں شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لیے کیا۔  
 کیا امام کسی شخص کی رعایت کے لیے کوع کو اتنا لمبا کر سکتا ہے کہ اسے رکعت مل  
 جائے خصوصاً جب کہ امام اسے جانتا ہو اور اس کی خوشنودی پیش نظر ہو ؟ علامہ خطابؒ  
 (۳۸۸ھ) اس مسئلہ میں لکھتے ہیں۔

کرہہ بعضہم وقال اخاف ان یکون شرکاً وھو مذہب مالکؒ  
 ترجمہ ۱۔ بعض آئمہ اسے مکروہ تحریمی کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس  
 پر شرک کا اندیشہ ہے اور یہی حضرت امام مالکؒ (۱۷۹ھ) کا مذہب ہے  
 ملک العلماء علامہ کاسانی (۵۸۷ھ) البدائع والاصناف فی ترتیب الشرائع میں  
 حضرت امام ابو یوسفؒ (۱۸۲ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اس مسئلے میں حضرت  
 امام ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ) اور قاضی ابن ابی لیلیٰ (۱۷۳ھ) سے دریافت کیا تو  
 دونوں نے اسے مکروہ تحریمی کہا۔ امام محمدؒ (۱۸۹ھ) کا فتویٰ بھی یہی ہے اور یہی  
 امام شافعیؒ (۲۰۴ھ) کا آخری فیصلہ تھا۔



علامہ ابن نجیم (۹۹۹ھ) فقہ ابو الیثم سے نقل کرتے ہیں :-

یطيل الركوع لادراك الجائز اذا لم يعرفه فان عرفه فلا و  
ابو حنيفة منع منه مطلقاً۔

ترجمہ :- آنے والا رکوع کو پالے اس کے لیے رکوع کو تب لمبا  
کے جب آئوے کو پہچانتا ہو اگر پہچانتا ہو تو اس کے لیے رکوع  
کو ہرگز لمبا نہ کرے اور امام ابو حنیفہؒ تو ہر حال میں اسے منع کرتے ہیں  
محدث جلیل ملا علی قاری علیہ رحمۃ الہی (۱۰۱۲ھ) رقمطراز ہیں :-

المذهب عندنا ان الامام لو اطال الركوع لادراك الجائز لا تقرباً  
بالركوع لله تعالى فهو مكروه كراهة تحريم و يخشى عليه من امر عظيم  
ترجمہ :- ہمارے ہاں فیصلہ یہی ہے کہ امام نے آئوے کے لیے  
اگر رکوع لمبا کر دیا کہ اس میں قرب الہی مقصود نہ تھا تو ایسا کرنا مکروہ تحریمی  
ہے اور اس پر اس سے بھی زیادہ امر (کفر) کا خطرہ ہے۔

صاحب درمختار علامہ الفقیہ علاء الدین (۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں :-

وكروه تحريماً اطالته ركوع او قرأه لادراك الجائز اي ان عرفه  
والا فلا باس به ثم

ترجمہ : کسی آئوے کے لیے رکوع کو طول دینا یا قرآن لمبی کرنا

مکروہ تحریمی ہے یہ اس صورت میں کہ آئوے کو پہچانتا ہو ورنہ نہیں۔

یہ وہ اساطین اُمت اور ائمہ دین ہیں جن پر اسرار شریعت کھلے ہیں سب کچھ میں کہ  
نہ انہیں تعلیم خاص کی بنا پر کسی کی طرف توجہ اور اس کی رعایت کسی عام شخص کی رعایت  
کسی سے زیادہ مضر اور ضرر رساں ہے اور تو اور مولانا احمد رضا خاں بھی لکھتے ہیں

لے البحر الرائق جلد ۲ ص ۲۴۱ لے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۹۰۳ لے درمختار جلد ۲ ص ۲۴۲

اگر خاص کسی شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ (خاص تعلق عقیدت) یا خوشامد (تعظیم) کے لیے منظور ہو تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی بڑھانے کی اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم نے فرمایا کہ بیخشی علیہ امر عظیم یعنی اس میں شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل ہے غیر خدا کے لیے کیا۔ اور اگر خاطر خوشامد (تعظیم) مقصود نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت۔ اور یہ اس صورت میں واضح ہوتی ہے کہ یہ اس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اس کا کوئی تعلق خاص اس سے نہ ہو نہ کوئی غرض اس سے انکی ہو تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز ہے

مولانا احمد رضا یہ کہہ رہے ہیں کہ نماز میں کسی ایسی شخصیت کا لحاظ جس سے خاص تعلق و عقیدت ہو نماز کے روحانی مدارج کو بہ نسبت کسی عام آدمی کی رعایت کے جسے آپ پہچانتے نہ ہوں زیادہ برباد کرتا ہے پہلی صورت میں اس تعظیم سے خداوندی تعظیم میں شرک کا اندیشہ ہے دوسری صورت میں یہ اندیشہ نہیں ہے کیونکہ یہاں تعظیم یکسر مفقود ہے اور شرک کا کوئی خطرو نہیں گو یہ بات بھی پسندیدہ نہیں یہی بات حضرت شاہ اسماعیل محدث دہلویؒ نے کہی تھی کہ نماز میں اپنے پیرو ٹرشد یا کسی ولی اور بزرگ کی طرف توجہ جانا کسی عام چیز کے خیال کی نسبت زیادہ مضر ہے کیونکہ پہلی صورت میں اس تعظیم سے خداوندی تعظیم میں شرک کا احتمال ہے جو دوسری صورت میں یکسر مفقود ہے اصولاً مولانا احمد رضا خاں نے وہی بات کہی ہے، جو شاہ صاحب نے کہی تھی اور فقہ حنفی میں بھی اس کی واضح تائید موجود ہے۔

مولانا احمد رضا خاں یہ نہیں کہہ رہے کہ جو شخص تعظیم و عقیدت کے لائق ہو اس سے اس عام آدمی کا درجہ زیادہ ہے جسے آپ جانتے نہ ہوں یا جانتے ہوں مگر وہ

آپ کے ہاں لائقِ تعظیم نہ ہو۔ عاشقان کی مراد یہ نہیں درجہ میں وہی زیادہ ہے جس سے آپ کا تعظیم کا تعلق ہے اور وہ کسی بات میں شرف و فضیلت رکھتا ہے مسئلہ مذکورہ میں تقابل دونوں کے درجوں کا نہیں موضوع متعلق یہ تھا کہ نماز میں کسی کی طرف توجہ توجہ جانا یا اس کی رعایت کرنا نماز کے لیے زیادہ آفت ہے، یا محض کسی کا خیال آجانا زیادہ آفت ہے؟ کہاں مشرک کا زیادہ اندیشہ ہے اور کہاں نہیں؟ مولانا احمد رضا نے یہ اصولی بات کہی ہے کہ نماز میں کسی عظیم ہستی کی طرف توجہ اور رعایت کسی عام آدمی کی رعایت سے زیادہ خطرناک ہے۔ نماز میں خدا کے سوا کسی کی تعظیم جائز نہیں۔

کوئی شخص مولانا احمد رضا پر یہ الزام لگائے کہ انہوں نے عظیم ہستیوں کی شان عام آدمیوں سے کم کر دی ہے کہ عظیم ہستیوں کی رعایت سے تو مشرک کا اندیشہ بتلایا اور عام آدمیوں کی رعایت جائز بتلائی تو یہ الزام لگانے والے کی زیادتی ہوگی کیونکہ یہ افراد کا افراد سے یا شخصیت کا شخصیت سے مقابلہ نہیں نہ عظیم ہستیوں کا عام انسانوں سے تقابل ہے تقابل نماز میں عظیم ہستیوں کی طرف توجہ باندھنے اور عام آدمیوں کی رعایت کرنے میں ہے دو متقابل افراد میں نہیں صرف دو متقابل صورت حال پیش نظر ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز میں تعلق عقیدت کی بناء پر کسی کی طرف توجہ باندھنا اور اس کی رعایت کرنا کسی عام شخص یا معمولی چیزوں کے دھیان کی نسبت زیادہ ضروری ہے کمزور کی رعایت بھی مثبت صورت میں پسندیدہ نہیں ہاں اس قدر نقصان دہ نہیں جتنی عظیم شخصیتوں کی نماز میں رعایت نقصان دہ ہو سکتی ہے۔

نماز میں کسی کمزور کی رعایت مثبت صورت میں تو پسندیدہ نہیں لیکن منفی صورت میں یہ محمود ہے اور خود شریعت نے اس کی تعظیم دی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا اُحْدَكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الصَّغِيرَ وَالْكَبِيرَ وَالضَّعِيفَ

والمریض - (صحیح مسلم جلد ۱۸ ص ۱۸۸)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی جماعت کرائے تو تخفیف سے کام لے کیونکہ

نمازیوں میں بچے، بوڑھے، کمزور اور مریض سبھی طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔

یہی وہی شریعت جس نے کسی عظیم اور ذی وجاہت شخصیت کے لیے قرأت اور رکوع

کو لبا کرنے پر شرک کا اندیشہ بتلایا تھا۔ اس نے کمزور کی رعایت کی جو تعلیم دی ہے کیونکہ کمزور

کی رعایت میں تعلیم کا کوئی پہلو نہیں لیکن کسی ذی وجاہت شخص کے انتظار میں اس کی تعلیم پٹی

ہے محض رعایت عبادت کے اتنا قریب نہیں جتنی تعلیم عبادت کے قریب ہے۔

محدث جلیل سیدنا ملا علی قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری لکھتے ہیں :-

فرق بین تخفیف الطاعة وترك الاطاعة لغرض و بین اطلاق العبادۃ

بسبب شخص فانه من الرياء المتعارف وقال الفضیل مبالغا العبادۃ

یغیر اللہ شرک - (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۹)

ترجمہ: عبادت میں کمی کر دینے اور کسی مصلحت سے اسے لبا نہ کرنے

میں اور کسی شخص کے لیے عبادت کو لبا کر دینے میں بڑا فرق کیا گیا ہے

یہ دوسری صورت کھلی رہا ہے حضرت فضیل زور دار انداز میں فرماتے ہیں کہ

اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرنا شرک ہے۔

حضرت فضیل نے یہاں کسی ذی وجاہت شخص کی نماز میں رعایت کو اس کی عبادت

سے تعبیر کیا ہے اور یہ وہی بات ہے جو حضرت شاہ اسماعیل محدث دہلویؒ اور مولانا احمد رضا

خاں نے کہی تھی کہ نماز میں کسی عظیم شخصیت کی طرف توجہ اور رعایت کسی عام شخص یا چیز

کی طرف دھیان چلا جانے سے زیادہ مضر اور ضرر رساں ہے کیونکہ پہلی صورت میں شرک

کا اندیشہ ہے جو دوسری صورت حال میں نہیں۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے ایسی صورت میں کہ مثبت پیرایہ عمل کسی تعلیم کا موجب

نہ ہو اس کی کچھ اجازت بھی دی ہے مگر اسے نہ کرنا بہر حال ادلیٰ فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں :-

ان کان لا يعرف الجائی فلا یأمن ان یطیل والاصح ان ترکہ اولیٰ

توجہ :- اگر وہ امام آئے ولے نمازی کو پہچانتا نہ ہو تو اس کے لیے قرأت یا

رکوع لمبا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ بھی نہ کرنا چاہیے

## نماز میں سترہ کی طرف دھیان

سترہ وہ پردہ یا رکاوٹ ہے جسے محمدؐ کے ناصیے پر نمازی آگے رکھ لے اور جس کے

آگے سے گزرنے والا گزرے تو گناہ گار نہ ہو مسجدوں اور مکانوں میں دیواریں سترہ ہوتی ہیں

لیکن میدانوں اور کھلی جگہوں میں نماز پڑھنے والے اپنے آگے کوئی چھڑی وغیرہ رکھ لیتے ہیں۔

نمازی کے آگے سترہ کسی معمولی چیز کا ہو جس کی تعظیم پیدا ہونے کا احتمال نہ ہو یا اس کے

آگے ہونے سے اس کی عبادت کا شبہ پیدا نہ ہو سکے تو یہ جائز ہے لیکن کسی آدمی کو سترہ بنا کر

آگے رکھ لیا جائے تو اس میں اس کی تعظیم کا احتمال عبادت کو آلودہ کر دے گا۔ حضور اکرمؐ نے تو

یہاں تک احتیاط برتے کی تعلیم دی کہ سترہ کے طور پر اپنے سامنے جو چیز رکھو اسے بھی عین

اپنے سامنے نہ رکھو ذرا بائیں طرف کر لو اس میں یہ حکمت تھی کہ سترہ کی طرف توجہ نہ ہو سکے

اور تعظیم و عبادت کا وہ تصور راہ نہ پاسکے جو مشرکین کے ہاں رائج تھا وہ بتوں کے بالکل سامنے

کھڑے ہوتے تھے اور بت بھی محض لکڑی کی چھڑی کا نام نہ تھا ان کی وضع انسانی صورتوں میں

ہوتی تھی۔ امام نسائی (۳۰۳) روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اذا صلی احدکم الی عمود او ساریۃ او الی شیء فلا یجعلہ بین

عینیہ ولیجعلہ علی حاجبہ الایسر

ترجہ :- جب تم میں سے کوئی کسی عمود یا ستون یا کسی اور چیز کی طرف  
دُخ کر کے نماز پڑھے تو اس چیز کو پوری طرح اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ ذرا  
بائیں طرف کر لے۔

یہ تو عمود یا ستون یا کسی لکڑی وغیرہ کی بات تھی جو انسان سے کم درجہ کی مخلوق ہیں  
جب ان کے بارے میں یہ احتیاط ہے تو کسی انسان کو سامنے بٹھا کر یا اسے سامنے بیٹھا تصور  
کر کے یا اپنے پیر کی طرف توجہ باندھ کر نماز پڑھنا کس طرح درست ہوگا؟ یہ بہت سوچنے  
کی بات ہے پوری احتیاط چاہیے کہ نماز میں اللہ کی تعظیم کے ساتھ کسی اور کی تعظیم راہ نہ  
پالے نہ نماز کی کسی اور طرف اپنی توجہ جمائے۔

## حضرت عمرؓ کا فتویٰ

امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کسی دوسرے شخص کو  
بطور سترہ سامنے کر کے نماز پڑھ رہا ہے۔ آپؓ نے دونوں کو دروں کی سزا دی نماز پڑھنے والے  
کو سزا دیا۔

أَتَسْتَقْبِلُ صُورَةَ فِي صَلَاتِكَ (ترجمہ) تو نماز میں کسی بت کو آگے کئے ہوئے تھا؟

اور آگے سترہ بننے والے کو فرمایا:

أَتَسْتَقْبِلُ الْمَصْلُوبَ جِهَتَكَ (ترجمہ) کیا تو اپنے چہرے کو نمازی کا قبلہ بنا رہے ہو؟

لیجئے جس شریعت میں پتھر کے ستون یا لکڑی کے عمود کو سترہ بنانا درست تھا اس میں  
کسی انسان کو چہرے کے دُخ سے سترہ بنانا درست نہ رہا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس  
شریعت میں پتھر یا لکڑی کا درجہ انسان سے زیادہ ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ پتھر یا لکڑی

کی صورت میں ان چیزوں کے اکرام کا وہ احتمال نہیں جو ایک انسان دوسرے انسان سے برت سکتا تھا۔ جتنا کسی مخلوق کا درجہ زیادہ ہوگا اتنا ہی نماز میں اس کی طرف رُخ کرنا زیادہ ممنوع ہوگا۔

حضرت انس بن مالکؓ ( ۹۱ ۷۰ ) کہتے ہیں۔

مرانی عمروانا اصلی فقال أقبرامامک فہانی۔ (المنصف لابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۳۹)

ترجمہ: میں نماز پڑھ رہا تھا حضرت عمرؓ نے مجھے دیکھا تو فرمایا تیرے سامنے قبر ہے آپ نے مجھے منع کیا کہ قبر سامنے رکھ کے نماز پڑھوں کسی مسلمان کی قبر عام پتھر یا لکڑی سے زیادہ قابلِ احترام ہے۔ مگر اس کی طرف رُخ کر کے یا اسے سترہ بنا کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ کو جب سترہ بنانے کے لیے کوئی چیز نہ ملتی اور کسی انسان کو ہی سترہ بنانا پڑتا تو آپ اسے اپنی طرف پشت کرنے کو کہتے تاکہ نماز میں اس کا چہرہ سامنے نہ آ سکے آپ اسے فرماتے:-

وَلْتَنِي ظَهْرُكَ۔ (المنصف لابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۲۹)۔ کان یقع سر جلا فیصلی

خلفہ جلد ۱ ص ۲۸)

ترجمہ: تو اپنی پشت میری طرف پھیر لے۔ آپ اسے بتا کر اسکے پیچھے نماز پڑھتے

## حضرت عثمانؓ کا فتویٰ

کرہ عثمان ان یستقبل الرجل وهو یصلی وامننا هذا اذا اشتغل به فاما اذا لم یشتغل به فقد قال زید بن ثابت ما بالیت ان الرجل لا یقطع صلوٰۃ الرجل (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۲۶)

ترجمہ: حضرت عثمان اس بات کو کہ نماز میں کوئی آدمی سامنے ہو برا مانتے

تھے (امام بخاری کہتے ہیں) یہ تب ہے جب نماز پڑھنے والے گا اس کی طرف دھیان ہو لیکن اگر وہ اس کی طرف مشغول نہ ہوتے پائے تو پھر یہ مکروہ نہیں حضرت زید بن ثابتؓ کہتے تھے میں اس میں عرج نہیں سمجھتا، آدمی دوسرے آدمی کی نماز کو سنیں توڑنا یعنی اس کی طرف دھیان باندھنے کے بغیر اس کی تعظیم کا کوئی احتمال نہیں حضرت عثمانؓ سے اس فتوے کی قاضی عیاضؒ (۲۴۴ھ) نے جہور علماء سے تائید نقل کی ہے۔  
وحکاه القاضی عیاض عن عامة العلماء وتماثل فی الخلیۃ

## حضرت علی مرتضیٰ کا فتویٰ

منذ بزار میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو کسی دوسرے شخص کی طرف رخ کئے نماز پڑھتے دیکھا آپ نے اسے نماز ٹوٹانے کا حکم دیا۔ حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں اس کراہت کو دور فرمانے کے لیے اسے نماز دوبارہ پڑھنے کا امر کیا ہے ہو سکتا ہے کہ اس دوسرے شخص کا چہرہ اس نماز پڑھنے والے کی طرف ہو۔

علامہ علیؓ نے شرح منیہ میں اسے مرفوعاً نقل کیا ہے

قال فی شرح المنیہ وهو عمل ما رواہ البزار عن علی ان النبی ﷺ علیہ الصلوٰۃ والسلام رای رجلاً یصلی الی مرجل قامرة ان یصلی الصلوٰۃ

حضرت علی مرتضیٰ نے یہ بھی فرمایا

لا تصل تجاه حش ولا حمام ولا مقبرة

حضرت امام محمدؒ (۱۶۹ھ) کتاب الاصل میں یہاں تک لکھتے ہیں کہ امام

لے رد المحتار جلد ۱ ص ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰



لوگوں سے کوئی بات کرنا چاہے تو اسے لوگوں کی طرف رخ کر لینی صرف یہی صورت میں  
اجازت ہے کہ کوئی اس کے آگے نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

## حضرت امام شافعیؒ کا فتویٰ

علامہ شافعیؒ کتاب الذخیرہ سے نقل کرتے ہیں :-

هَذَا هُوَ ظَاهِرُ الْمَذْهَبِ لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ وَجْهُهُ مُتَقَابِلَ وَجْهِهِ الْإِمَامِ  
فِي حَالَتِهِ قِيَامَهُ بِكِسْرَةٍ وَلَوْ بَيْنَهُمَا مَصْفُوفٌ<sup>۱</sup>

حضرت علامہ عینیؒ نے اسی اصول پر سترو کا مسئلہ اس طرح بیان کیا ہے:  
حضرت علامہ عینیؒ کا برخیزہ سے نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی انسان سترو کے طور پر نمازی  
کے آگے ہو تو نماز صرف اسی صورت میں جائز ہے کہ اس کی پشت نمازی کی طرف ہو اگر  
چہرہ نمازی کی طرف ہو گا تو اس کی تعظیم اور اکرام کا احتمال ہے۔  
وَجَوِّزَ بَظْهَرِ الرَّجُلِ وَمَنْعَ بَوَاجِهُ<sup>۲</sup>

آدمی کی پشت کو سترو بنانا تو جائز ہے لیکن اسے چہرے کے رخ سے سترو بنانا جائز نہیں۔  
علامہ عینیؒ کے اس فتوے کا یہ معنی نہیں کہ انسان کی پشت اس کے چہرے سے افضل  
ہے حاشا ایسا ہرگز نہیں اگر کوئی شخص ان کے ذمہ یہ بات لگائے تو یہ اس کی زیادتی ہوگی۔  
امام شافعیؒ تو مطلقاً فرماتے ہیں کہ کسی آدمی یا زندہ جانور کو سترو نہ بنایا جائے کیونکہ  
اس میں شرک کا ایہام ہے ملا علی قاری ان سے نقل کرتے ہیں :-

لَا يَسْتَحِبُّ لَهُ أَنْ يَسْتَرْجَا دُمِي أَوْ حَيْوَانٍ لَشَبْهَةِ لِعِبَادَةِ عَابِدِي الْأَصْنَامِ<sup>۳</sup>  
ترجمہ: نمازی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کسی انسان یا کسی زندہ جانور کو  
نماز میں سترو بنائے کہ اس میں بُت پرستوں سے مشابہت ہوگی۔

حضرت امام شافعیؒ یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ نازی کی نگاہ موجب سجود میں جہاں سترہ ہے کسی عظیم مخلوق پر ہونے کی بجائے کسی عام مخلوق پر درجے تو ادنیٰ درجے کا یہ دھیان نماز کی اتنی بڑی آفت نہیں کسی اعلیٰ مخلوق پر دھیان باندھنا نقصان دہ ہے کیونکہ اس میں اس کی تعظیم کا احتمال ہے جو نماز میں صرف خدا کے لیے ہونی چاہیے تھی۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ (۹۵ م) سے منقول ہے۔

انه كان يكره ان يصلي الرجل وفي قبلة المسجد مصحف له

توجہ: حضرت ابراہیم اس بات کو بُرا مانتے تھے کہ نازی کے آگے قبلہ کی

طرف قرآن شریف رکھا ہو۔ لے المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۴۵

حیوانات کا درجہ نباتات سے زیادہ ہے حضرت جابر بن زید (۲۰ م) اس

بات کو تو پسند کرتے تھے کہ نباتات پر نماز پڑھ لی جائے لیکن اسے پسند فرماتے کہ کسی

حیوان پر نماز ادا کی جائے۔

ان جابر بن زید كان يكره الصلوة على كل شئ من الحيوان وميتهم

الصلوة على كل شئ من نبات الارض۔ المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۴۵

اسلام میں جب یہاں تک احتیاط ہے تو کسی زندہ پیر کو آگے بٹھا کر یا اس کی قبر کو

قبلہ بنا کر یا اس کی طرف توجہ جما کر نماز پڑھنا یا ذکر الہی کرنا کیسے درست ہے مولانا احمد رضاؒ

نے بھی نماز میں کسی عظیم شخصیت کی طرف توجہ باندھنے یا اس کی کوئی رعایت کرنے کی اجازت

نہیں دی۔ اور اس کی بجائے کسی عام آدمی کی رعایت کو نماز میں کم خطرہ بتلایا ہے آپ

کے خلیفہ مولوی امجد علیؒ یہاں تک لکھتے ہیں کہ :-

نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود پڑھنا ناجائز نہی۔ (بہار شریعت جلد سوم ص ۱۵)

کی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ امجد علی صاحب نے درود شریف کی توہین کر دی۔ یہاں نماز

ٹوٹنے کا سبب درود شریف نہیں، درود شریف تو نماز میں خود موجود ہے یہاں نماز ٹوٹنے

کی وجہ نازی کا اس شخص کی طرف پورا دھیان کرنا اور اس کے آپ کا نام لینے کا جواب دینا ہے۔ اکی اس طرف توجہ اکی ذات کے لیے نہ ہوئی تھی جیسے کہ حرام میں ہوئی مگر نازی پھر بھی جاتی رہی  
**نماز میں خیال آنے اور لانے میں فرق** | امیر المومنین سیدنا حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

من تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوئِ هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُجِدُ

فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

توجہ :- جو شخص میرے اس وضوء کی طرح وضوء کرے اور پھر دو

رکعت ایسی پڑھے کہ ان میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اس کے پچھلے

سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں حدیث نفس (اپنے دل سے باتیں کرنے) سے

مراد حدیث مجلب اور کتب ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو انسان کھنچ کر اور اپنے دل

سے لئے۔ جو بات دل میں از خود آجائے وہ یہاں مراد نہیں ہے۔

علامہ عینیؒ کہتے ہیں :

ان حدیث النفس قسمان ما یجمع علیہا ویستغذرن دفعها

وما یستسل معها ویمكن قطعہ فیجعل الحدیث علیہ دون

الاول لیسرا اعتباراً

دل سے باتیں کرنا دو طرح سے ہے جو بات دل پر خود ہجوم کرے اور اس کا

روکنا مشکل ہو اور جو دل کے ساتھ آہستہ آہستہ چلے اور اسے ہٹانا ممکن ہو۔ حدیث

اس معنی پر معمول ہوگی۔ پہلے معنی پر نہیں کیونکہ اس کا اعتبار نامکن ہے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں :

صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اپنے دل سے باتیں نہ کرے دل میں ادھر ادھر کے خیال نہ پکائے۔ ایسا ترجمہ نہ کرنا چاہیے کہ دل میں کوئی دوسرا خیال نہ آئے کیونکہ اول اس کا کسب ہے جس کا یہ مکلف ہو سکتا ہے اور ثانی میں اس کا کسب نہیں۔ بلا قصد و اختیار ایک چیز آجاتی ہے لہذا اس کا مکلف ہی نہیں ہونا چاہیے۔ اسی لیے یہاں لایحدث فرمایا لایخطر فی نفسہ نہیں فرمایا معلوم ہوا کچھ کسب کو دخل ہوتا ہے بعض دفعہ ابتداء خیال آتے ہیں پھر یہ ڈھیل دیتا ہے اور اپنی طرف سے تعمیر کرتا جاتا ہے یہ بھی تکسب اور تحدیث میں داخل ہو جائے گا۔

ان تشریحات سے پتہ چلتا ہے کہ خیال آنے اور خیال لانے میں شروع سے ہی علماء فرق کرتے چلے آئے ہیں جب خیال لانے کو بھی پسند نہیں کیا گیا تو خیال جانے اور خیال باندھنے کی کوئی صحت جواز کیسے نکل سکتی ہے۔ شارع علیہ السلام کا منشا تو یہ ہے کہ اپنے ارادے سے اپنے دل کو کسی اور طرف متوجہ نہ کرے۔

## نماز میں خیال آنے اور توجہ جانے میں فرق

نمازی اگر ارادۂ نیت نہ بدلے اور صرف ہمت نہ کرے کہ ارادۂ توجہ خدا سے پھیر کر کسی اور ذی احترام شخصیت جیسے اپنے مرشد بزرگ یا کسی فرشتہ پر لگا دے اور خیالات قسبِ دل پھیرنے کے بغیر از خود آنے لگیں یا قرأت کے دوران خیالِ ان وادیوں میں گھومنے کے جن کا ان آیات میں ذکر ہو تو اس پر ملامت نہیں۔ فضا میں کہیں مار و لاج یا فرشتوں کا نزول ہو اور نمازی کو ان کا کشف ہونے لگے تو اس خیال اور کشف سے نشوونما میں نہ پڑے

خیال آنے اور خیال لانے میں بڑا فرق ہے خیالات بلا توجہ باندھے از خود آنے لگیں یا بغیر قصد دل فرشتوں کا کشف ہونے لگے اس میں اور خدا تعالیٰ سے ہمت پھیر کر اسے کسی اور طرف لگا دینے میں زمین و آسمان کا فرق ہے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ (۱۸۳۳ء) کی صراطِ مستقیم میں ہے:-

”اہل مکاشفات یہ خیال نہ کریں کہ نماز میں شیخ کے تصور یا ارواح یا فرشتوں کی ملاقات کی طرف توجہ کرنا بھی اسی نماز کو حاصل کرنا ہے جو مومنوں کی معراج ہے، نہیں ہرگز نہیں۔ نماز میں یہ توجہ کہ قصد خدا سے رخ پھیر کر دوسری طرف دھیان چلائے، یہ بھی شرک کی ایک شاخ ہے خواہ وہ مخفی ہو یا اخفی۔ یہ بھی نہ سمجھنا چاہیئے کہ غریب مسائل کا سمجھ میں آجانا اور ارواح یا فرشتوں کا کشف نماز میں بڑا ہے بلکہ اس کام کا ارادہ کرنا اور اپنی ہمت (قصد دل) کو اس کی طرف متوجہ کر دینا اور نیت میں اس دعا کو ملا دینا غلصہ لوگوں کے غلوں کے خلاف ہے اور خود بخود مسائل کا دل میں آجانا اور ارواح اور فرشتوں کا کشف ان فاضلہ خلعتوں میں سے ہے جو حضور حق میں مستغرق با اخلاص لوگوں کو نہایت مہربانیوں کی وجہ سے عطا ہوا کرتے ہیں پس یہ ان کے حق میں ایک ایسا کمال ہے کہ مثال کے موقع پر مجسم ہو گیا ہے اور ان کی نماز ایسی عبادت ہے کہ اس کا ثمرہ آنکھوں کے سامنے آگیا“ (صراطِ مستقیم، اردو ترجمہ ص ۶۷)

جو لوگ آخرت سے بے خوف ہو کر حضرت شاہ اسماعیل محدث دہلویؒ پر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ ان کے نزدیک نماز میں شیخ یا بزرگان دین کا خیال آجانا گدھے اور بیل کا خیال آجانے سے بھی بُرا ہے۔ وہ اس عبارت کو غصہ سے پڑھیں حضرت شاہ صاحب نے کس نفیس پیرایہ میں ان کے خیال آجانے اور ان کے دکھائی دینے کو خدا تعالیٰ کے انعامات میں سے شمار کیا ہے اہل اللہ کو نمازیں ارواح اولیاء کرام اور فرشتوں سے ملاقاتیں سمجھنے لگیں تو یہ مقام مولانا اسماعیل شہیدؒ کے نزدیک خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک

خلعت فاعزہ ہے۔ مولانا جس بات کو شرک بتا رہے ہیں خواہ وہ کتنا خفی کیوں نہ ہو وہ یہ ہے کہ نمازی خدا سے ارادۂ توجہ پھیرے اور قصد دل کو اپنے شیخ یا بزرگ یا کسی فرشتے کی طرف لگا دے کیونکہ اس صورت میں اس کی نماز صرف خدا کی عبادت نہ رہے گی بلکہ اس میں ان بزرگوں کی تعظیم بھی شامل ہو جائے گی۔ مرشدانِ برحق اس قسم کے شیطانی خطروں سے مریدوں کی نماز کی اصلاح کرتے ہیں تاکہ ان کی نماز حقیقی طور پر مومن کی معراج بن جائے۔

نماز میں کسی لائق احترام شخصیت کی طرف عملاً توجہ دینا اور ہمت کو لگا دینا بالاتفاق ناجائز ہے۔ حضرت شاہ اسماعیل محدث دہلویؒ اور مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ دونوں کا اس پر اتفاق ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام مالک اس پر شرک کا اندیشہ بتلاتے ہیں امام ابو یوسف اور امام شافعی اسے حرام کے قریب بتلاتے ہیں اور فقہاء و محدثین اور اہل باطن اولیاءِ کرام سب اس پر متفق ہیں کہ نماز ابتداء سے لے کر انتہا تک سب عبادت ہے اور ایک خدا کی عبادت ہے اس میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں نہ کوئی فرشتہ نہ پیغمبر نماز میں کسی انسان سے خطاب کرنا جائز نہیں۔ پوری نماز خدا کی بندگی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا حق اطاعت ہے عبادت نہیں۔ عبادت صرف خدا کی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں نہ نماز میں بندے اور خدا کے درمیان کوئی برزخ ہے۔ بندہ براہِ راست خدا کے سامنے حاضر ہے اور آدابِ بندگی بجالا رہا ہے نماز میں قرب الہی جتنا زیادہ ہو مل جائے اتنی توجہ دوسری چیزوں کی طرف کم ہوتی جائے گی حضرت امام ربانی سیدنا محمد دالغانیؒ فرماتے ہیں :-

وفي الخبر اقرب ما يكون العبد من الرب في الصلوة وقال الله تعالى واسجدوا لقرب ولا شك ان كل وقت يكون القرب الالهى فيه ازيد يكون مجال الغير فيه اشد انتفاء ففهم من

هَذَا الْحَدِيثُ وَهَذِهِ الْآيَةُ الْيُضَانِ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ - ۱۷

ترجمہ : حدیث میں ہے کہ بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے اور قرآن کریم میں ہے تو سجدہ کر اور قرب الہی میں بڑھتا چلا جا اور اس میں شک نہیں کہ نماز میں قرب الہی جتنا زیادہ ہوگا کسی اور کے نماز میں سامنے کی اتنی ہی سختی سے نفی ہوتی جائے گی۔

اس حدیث اور اس آیت سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ مقام قرب نماز میں ملتا ہے۔

### ایک شبہ کا جواب

حضرت عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ نماز میں انہیں شکر کی ترتیب بتلا دی جاتی تھی۔ اس قسم کی روایات کی وجہ سے بعض لوگ نماز میں اپنے بعض اموار کا عمل تلاش کرنے لگتے ہیں اور خود بھی اپنی توجہ ان اموار کی طرف لے جاتے ہیں اس دوسرے کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو اپنے جیسا نہ سمجھو آپؓ قرب الہی کے اس اونچے مقام میں تھے کہ اس قسم کی اسلامی مہمات کی تیاری ان کی نماز میں اثر انداز نہ ہوتی تھی اور ان اسلامی امور میں ان کا خلوص انتہائی درجے میں پہنچ چکا تھا کہ یہ اخلاص خود اللہ تعالیٰ سے وابستگی کا ایک کامل نشان تھا۔ لیجئے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ ہی کہتے ہیں :

جو کچھ حضرت عمرؓ نے منقول ہے کہ نماز میں سامان شکر کی تدبیر کیا کرتے تھے تو اس قصہ سے مغرور ہو کر اپنی نماز کو تباہ نہ کرنا چاہیئے۔

۱۷ کار پاکل راقیاس از خود گیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر (مولانا روم)  
ترجمہ : بلند پاک ہستیوں کو اپنے جیسا نہ سمجھو اگرچہ کہنے میں شیر (جانور) اور

شیر (دودھ) ایک پیلیہ دکھائی دیتے ہیں لیکن حقیقت دونوں کی مختلف ہے حضرت خضر علیہ السلام کے لیے تو کشتی توڑنے اور بے گناہ بچے کو مار ڈالنے میں بڑا ثواب تھا (کیونکہ وہ نمونین الہی کی تعمیل کر رہے تھے) اور دوسروں کے لیے (ایسا کام) نہایت درجہ کا گناہ ہے۔ جناب فاروق اعظم کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری نماز میں خلل انداز نہ ہوتی تھی۔ بلکہ وہ بھی نماز کے کامل کرنیوالے امور میں سے تھے۔ اس لیے کہ وہ تدبیر اللہ جل شانہ کے الہامات میں سے آپ کے دل میں ڈالی جاتی تھی اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو غواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی بالکل اس کے برخلاف ہے اور جس شخص پر یہ مقام کمل جاتا ہے وہ جانتا ہے۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی یہ عبارت بھی شہادت دے رہی ہے کہ آپ خیال کئے اور خیال لانے میں فرق کر رہے ہیں وہ خیال آنے کو بڑا نہیں کہہ رہے اسے ایک انعام شمار کرتے ہیں پہلی عبارت میں وہ اسے غفلت فاجرہ کہہ آئے ہیں جو حضور حق میں مستغرق با اخلاص لوگوں کو عطا ہوتا ہے ہاں ارادۂ خیال لانے اور توجہ جمانے پر آپ تنقید کر رہے ہیں اور نماز میں مشائخ اور بزرگوں کی طرف جس دھیان جمانے کو انہوں نے گھر کی معمولی چیزوں سے بدتر کہا ہے وہ ان کا صرف خیال لانا بھی نہیں ان پر ارادہ عبادت سے پوری توجہ جمانا ہے اور صرف توجہ جمانا بھی نہیں اسے خدا تعالیٰ سے ہٹا کر بزرگوں پر لانا ہے اور یہ خیال سے کہیں آگے چوتھے درجے کی منزل ہے وہ اس عظیم خطرے سے سالکین کو جگا رہے ہیں ان کی حرج صرف ہمت پر ہے اور وہ ایک نہایت اونچے مقام میں اس موصوع پر بحث کر رہے ہیں اولیاء اللہ اس مقام پر جو بات کہیں اُسے سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے ان پر اعتراض کرنے لگنا سعادت مندی نہیں۔



## مولانا اسماعیل شہیدؒ خیال باندھنے کی خلاف

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ اصولی طور پر خیال باندھنے کے خلاف ہیں ان کے نزدیک خیال باندھنے کا یہ عمل جب اپنی قیود و شرائط سے اختیار کیا جائے تو اس میں شرک پیدا ہو جاتا ہے۔ مولانا جہاں کہیں اس قسم کے عمل کی تردید کرتے ہیں خیال کا لفظ استعمال نہیں کرتے خیال باندھنے کی تصریح کرتے ہیں ایک عبارت میں دودھ خیر بات کہنی ہو تو دونوں جگہ آپ خیال باندھنے کی تصریح کریں گے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اس بحث میں خیال آنے کے الفاظ سے احتراز فرما رہے ہیں اور اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ خیال آنے اور خیال باندھنے میں واقعی بڑا فرق ہے۔

صراطِ مستقیم تو حضرت سید احمد بریلویؒ کے ارشادات کا مجموعہ ہے اور اس کی عبارت زیر بحث بھی مولانا اسماعیل شہیدؒ کی تحریر کردہ نہیں مولانا عبدالحی کی تحریر کردہ ہے لیکن تقویت الایمان تو مولانا اسماعیل شہیدؒ کی ہی تالیف ہے اس میں خیال باندھنے کی شرکیہ صورت اس طرح مرقوم ہے۔

”اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یاد دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہتی اور مجھ پر جو احوال گزرتے ہیں جیسے بیماری اور تندرستی و کشائش و تنگی و مرنا و جینا و غم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے شرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں۔ اس کو اشرک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا علم ثابت کرنا۔“

لہ تقویت الایمان ص ۹

مولانا اسماعیل شہیدؒ نے خیال باندھنے کے ساتھ جو شرائط و قیود یہاں ذکر فرمائی ہیں ان شرائط و قیود کے ساتھ کسی کی صورت یا قبر کا خیال باندھنا اور اپنی پوری توجہ اس پر جمادینا اگر شرک نہیں تو کون سا اسلام ہے اور کسی مخلوق کی طرف خیال باندھنے کا عمل اگر نماز میں کیا جائے تو یہ اعتقاد اسلام کے عقیدہ توحید کو بالکل پامال کیوں نہ کر دے گا۔

اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلا کہ خیال باندھنا مولانا اسماعیل شہیدؒ کے ہاں ایک خاص اصطلاح ہے وہ یہاں کہیں بھی خیال باندھنے کے عمل پر تنقید کریں زندہ تمام شروط و قیود اس میں ملحوظ ہوں گی جو مولانا مرحوم نے یہاں ذکر فرمائی ہیں۔ خیال باندھنے کے اس عمل میں اور خیال آبانے میں کوئی ربط نہیں خیال آبانے کو وہ بعض صورتوں میں انعام الہی شمار کرتے ہیں لیکن ان شروط و قیود سے خیال باندھنے کی وہ کہیں اجازت نہیں دیتے۔

مرشدان باصفا اور مشائخ طریقت اپنے مریدوں کی تدریجاً اصلاح کرتے ہیں پہلے انہیں بڑے خطرے سے نکال کر چھوٹے خطرے میں لے جاتے ہیں اور پھر اس چھوٹے خطرے کے ازالہ کی بھی تدبیر فرماتے ہیں حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ ایک مقام پر لکھتے ہیں زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی کی محامضت کا خیال بہتر ہے۔ (ملفوظات اردو ص ۹۷)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے نماز میں بیوی کے خیال کو جائز بتایا ہے۔ نہیں۔ آپ یہ سمجھا رہے ہیں کہ زنا کے وسوسہ میں نماز سے بے پروا ہی برتنے کے علاوہ ایک معصیت کی غفلت بھی شامل ہے اور دوسری صورت میں ایک دنیوی مباح بات کا خیال نماز کو حرج کر رہا ہے یہ ایک دنیوی بات کا تصور تو ہے لیکن گناہ کا تصور نہیں زنا کے خیال میں گناہ کا تصور بھی راہ پار ہا ہے بڑے خطرے سے نکال کر چھوٹے خطرہ میں لے آنا مشائخ کا ایک اصلاحی عمل ہے جو شخص گناہ کبیرہ سے بچنے کے لیے محنت کرے اللہ تعالیٰ پھر

اسے صغیر و گناہوں سے بچنے کی بھی توفیق دے دیتے ہیں۔

اسی طرح حضرت سید احمد بریلویؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں اپنے شیخ یا اس لائق کے دوسرے بزرگوں کی طرف صرف ہمت کرنا یعنی دل کو ارادۂ خدا تعالیٰ سے پھیر کر ان بزرگوں پر لگا دینا خواہ وہ مقرب فرشتے روح الامیں ہی کیوں نہ ہو اپنے گاؤ فر (دنیا کے مال) کے خیال میں مستغرق ہونے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت سید صاحب نماز میں گاؤ فر کے خیال آنے کو بُرا نہیں سمجھتے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نماز میں دنیا کے خیالات سے نانا سے بے پروائی اور طبیعت کی آوارگی کا اظہار ہے اس میں شرک کا اندیشہ نہیں، آوارہ خیالات میں کسی کی تعظیم لٹی ہوئی نہیں یہ آوارگی ہے۔ اور بہت بُری ہے لیکن شرک نہیں۔ اور دوسری صورت میں شیخ کی طرف توجہ جب صرف ہمت کے درجہ میں ہوگی اور نمازی نماز میں خدا تعالیٰ کی طرف سے توجہ پھیر کر اپنے شیخ کی طرف متوجہ ہوگا تو شرک کی دلدل میں جاگے گا۔ اور ظاہر ہے کہ شرک میں ہنسنا ہونا گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوبنے سے کئی درجہ بدتر ہے۔ اور یہ ایسا گناہ ہے جس کی کہیں بخشش نہیں۔

یہاں جس چیز کو بدتر کہا گیا ہے وہ شرک کا اندیشہ ہے شیخ نے بزرگوں اور فرشتوں کی شخصیات کو یہ کہہ کر برا نہیں کہا نہ ان کا گاؤ فر سے مقابلہ کیا گیا ہے لیکن خدا ضد اور تعصب کا ستیاناس کر کے کئی لوگ اس عبارت کو ان دو مقامات کے موازنہ کے طور پر نہیں اسے شیخ و مرشد اور گدھے بیل کے موازنہ کے طور پر پیش کرتے ہیں اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے شیخ و مرشد کا مقام گدھے بیل سے بھی کم کر دیا حالانکہ حضرت سید احمد شہیدؒ نے یا حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے خیال آنے پر یہاں جرح نہیں کی۔ خیال لانے پر کی ہے آپ نماز میں بزرگوں کے تعقد برزخی پر جرح کر رہے ہیں، کہ خدا تعالیٰ سے ارادۂ توجہ پھیر کر اسے ارادہ عبادت کی انتہائی حالت کے ساتھ بزرگوں پر جہاد کیا جلتے یہ

خدا تعالیٰ کی عبادت میں اور دل کو شریک نہ کرنا ہے اور شرک واقعی دنیا کی چیزوں کے خیال میں ڈوبنے سے بدرجہا بدتر ہے نماز میں صرف ہمت کسی طرح جائز نہیں۔

صرف کے معنی پھیرنے کے ہیں علم صرف میں لفظ مختلف صیغوں میں پھرتا ہے اس لیے اسے صرف کہتے ہیں۔ صرف دولت دولت کے مختلف ہاتھوں میں گردش کرنے کو کہتے ہیں۔ ہمت قصد دل کا نام ہے نماز میں ہمت ارادہ عبادت کی انتہائی حالت کا نام ہے۔ یہ انتہائی حالت جب خدا سے متعلق ہو تو اسے اس سے پھیر کر اپنے شیخ و مرشد یا کسی ولی و پیغمبر پر لگا دینا صرف ہمت کہلاتا ہے ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی مسلمان ارادۃً اس عمل شرک کے لیے تیار ہوگا۔ پیاسے کو پیاس کے وقت صرف پانی کی ہی طلب ہوتی ہے۔ عابد کو عبادت کے وقت صرف معبود کی ہی طلب ہوتی چلیے۔ اس کی ”ہمت“ یہی ہو کہ دل خدا پر جماد ہے وہاں سے اسے کسی طرف نہ پھیرے اور صرف ہمت نہ کرے، حضرت شاہ ولی اللہ کہتے ہیں :-

الهمة عبادة عن اجتماع الخاطر وتأكد العزيمة بصورة  
التمني والطلب بحيث لا يخطر في القلب سوى هذا المرد  
كطلب العطشان الماء

حضرت عمرؓ کے ترجمہ لشکر کا مطلب | شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ  
نہایت ہیں :

حضرت عمرؓ کے قول انی لا جہز جیشی فی الصلوٰۃ (میں نماز میں اپنے لشکروں کو

لے دیکھتے منتخب اللغات ص ۳۴ لے غیاث اللغات ص ۴۵ مکتبی الادب

جلد ۱ ص ۱۲ لے منازل السائرین و مدارج السالکین جلد ۳ ص ۱۲ ، لکھ

المعول البیل ص ۹۵ اس کا ترجمہ اس کتاب کے ص ۱۲ پر پہلے آچکا ہے

ترتیب دیتا ہوں) کا یہ مطلب نہیں تھا کہ تجھیز جیش کی صورتوں کو میں کھینچ کھینچ کر اپنی طرف لاتا ہوں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان چیزوں کا القاء و الہام ہوتا ہے حضرت عمرؓ کے دل پر اس قسم کی واردات اور القاء و الہام کے واقعات بکثرت مشہور ہیں۔ چنانچہ پاسادیتہ الجبل کا واقعہ آج تک زبان زدِ خاص و عام چلا آتا ہے حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ فاروقِ اعظم کو نماز میں جو مومن کی معراج ہے ان باتوں کا الہام ہوتا تھا۔ اس کی برکت ہے کہ ان کے زمانے میں فتوحات بکثرت ہوئیں۔ کیونکہ جب خود اللہ تعالیٰ عظیم و خیر اپنے مخصوص بندہ کو ایسے خاص وقت میں (نماز میں) جہادِ امیرِ القاء فرمائے اور عسکری انتظامات سمجھائے تو اس کی کامیابی یقینی اور فتح و نصرت لازمی ہے۔

حضرت عمرؓ کا اللہ تعالیٰ سے خلوص اس انتہائی درجے میں پہنچ چکا تھا کہ ان اسلامی مہمات کی تیاری میں ان کا ذات باری میں دھیان اور جذب ذرا بھی متاثر نہ ہوتا تھا جس پر کوئی تدبیرِ ملامہ اعلیٰ سے اترے اور جو شخص خود کسی تدبیر کے درپے ہو دونوں کے مقامات میں فرق ہے حضرت عمرؓ عرفان کے اس اونچے مقام پر تھے کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو آپؐ یقیناً نبی ہوتے۔

یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح اور بچتہ ہے کہ نماز میں اپنی طرف سے کچھ خیالات پکڑنے یا اپنے شیخ و مرشد کے ذہنی نقشے جملانے بہ امور نماز میں ہرگز درست نہیں۔ خود کوئی خیال گزرے یا کوئی صورت سامنے آجائے تو انسان اس میں مکلف خود اس میں دھیان لگانا اور توجہ جمانا ضرور نماز کی آفت ہے۔ مولانا اسلمیل شہیدؒ تو نماز کے باہر بھی کسی حاجت اور ضرورت کے وقت اس خیال باندھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

## ایک دلچسپ سوال

اس اصول پر جب سب متفق ہیں کہ نماز میں محترم اور نافرمان تعظیم شخصیتوں کی طرف توجہ باندھنا عام آدمیوں کی رعایت کرنے کی نسبت سے زیادہ مضرب ہے کیونکہ اس میں شرک کا اندیشہ ہے جو دوسری صورت میں نہیں اور اس اصول پر اکابر ائمہ کرام کے ساتھ حضرت شاہ اسماعیل محدث دہلویؒ اور مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ دونوں متفق ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ثانی الذکر نے حضرت شاہ صاحبؒ کے اس بیان پر سخت تنقید کی ہے؟ جب ان کا اپنا عقیدہ بھی یہی ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ تو اب شاہ صاحبؒ پر اعتراض کرنے کی کیا وجہ تھی؟

جواب۔ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی عبارت بہت علمی اور اصطلاحات پر مشتمل ہے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو صرف ہمت کے معنی معلوم نہ تھے۔ وہ نہ سمجھ سکے کہ یہ صوفیا کرام کی ایک اصطلاح ہے اور اس سے مراد ارادہ عبادت کی انتہائی حالت ہے انہوں نے اپنے

خیال سے اس کا ترجمہ خیال کیا۔ جو یقیناً غلط تھا۔ جب کوئی شخص ایسے موضوع پر بات کر جو اس کا فن نہیں تو اس سے عجائب و غرائب صادر ہوتے ہیں۔ پھر جب اس میں کچھ سیاسی تقاضے بھی لپٹے ہوں تو انسان بے نیکی ہانکنے سے نہیں جھکتا۔ نیک گمان یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو صرف ہمت کے اصطلاحی معنی معلوم نہ ہوں گے ورنہ وہ اتنی کمزور بات نہ کہتے الکو کتبۃ الشہابؒ میں الکو کتبہ کی حقت الشہابؒ یہ مولوی صاحب کی علمی سطح کا پتہ دیتی ہے۔ معلوم نہیں شہاب میں صفتی معنی انہوں نے کہا سے دیکھ لیں۔

مولانا احمد رضا خاں حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کے بارے میں ہمیشہ شک اور

تردد میں رہے۔ ستر سے زائد وجوہ سے اعتراض کے باوجود آخر میں کہہ دیتے رہے  
 ہو سکتا ہے مولانا اسماعیل کی مراد کچھ اور ہو لزوم والتزام میں فرق ہے اس سے گمان ہوتا  
 ہے کہ مولانا احمد رضا خاں ان عبارات کو اچھی طرح نہ سمجھ پائے تھے پس اقلب یہی  
 ہے کہ انہیں صرف ہمت کے معنی معلوم نہ ہوں اور انہوں نے بے خبری میں حضرت  
 شاہ صاحبؒ کی عبارت معنی مراد کے خلاف سمجھ لی ہو۔ اور اس پر یونہی اعتراض کر دیا ہو  
 ہمارے اس خیال کی تائید ایک اور بات سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی

تذریعہ عبارت سے پہلے ایک اور نصیحت گزر چکی ہے کہ زنا کے دوسرے اپنی بیوی  
 کی جماعت کا خیال بہتر ہے اس میں شاہ صاحبؒ ایک بڑے خطرے سے نکال کر چھوٹے  
 خطرے میں لا رہے تھے۔ اور ان دو صورتوں کو آپ نے ایک دوسرے کے بالمقابل ذکر  
 کیا تھا کہ کون سا خطرہ بڑا ہے اور کون سا چھوٹا۔ اسی طرح آگے جا کر شاہ صاحبؒ نے پھر  
 دو صورتیں تحریر کی ہیں نماز میں اپنے پیرومرشد کی طرف صرف ہمت کرنا یا نماز میں گھر  
 کی عام چیزوں کا خیال آجانا اور ان دو کے بالمقابل ذکر کیا ہے کہ کون سا خطرہ بڑا ہے اور کون  
 سا چھوٹا۔ پہلے کی دو متقابل صورتیں اپنی جگہ ہیں اور یہ دو متقابل صورتیں اپنی جگہ اس دوسری  
 بحث میں زنا وغیرہ کے الفاظ کیسے مذکور نہ تھے۔ انہیں خواہ مخواہ اس میں بڑھا دیا گیا ہے۔

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں یہاں بھی عبارات کو سمجھ نہ سکے اور دونوں بحثوں کو آپس  
 میں گڈ مڈ کر دیا۔ آپ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ پر اعتراض کرتے ہوئے اپنی مشہور کتاب الکوثر الشہداء  
 میں لکھتے ہیں :-

مسلمانو! خدا را ان ناپاک شیطان کا موں پر غور کرو  
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نماز میں  
 خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے کسی فاحشہ

رہنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی بُرا ہے۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے صرف ہمت کے الفاظ کو خیال کے لفظ سے نقل کرنا کوئی کم زیادتی نہ تھی پھر اسے ایک پھلی بحث سے بے ٹمک جوڑ کر اس عبارت کو اس اشتعال انگیز اور گستاخانہ پیرایہ میں بیان کرنا ظلم بالائے ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ مولانا احمد رضاؒ یہاں بھی فرق نہیں کر سکے کہ شیخ کے کلام میں یہ دو باتیں اپنی اپنی جگہ تھیں اور صرف ہمت والی بحث میں زنا وغیرہ کا کوئی ذکر نہ تھا مولانا کے انداز فہم سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جلد بازی سے کام لیتے تھے اور وہ حقیقتاً حضرت شیخؒ کی عبارت کو سمجھ نہیں پاتے تھے۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی عبارت میں نمازیں بزرگوں اور فرشتوں کی طرف صرف ہمت کرنے (اداء عبادت کی انتہائی حالت کے ساتھ توجہ جانے) پر جرح کی گئی تھی محض خیال آجانے پر جرح و قدح ہرگز نہ تھی خیال آجانا ایک قدرتی بات ہے اس پر اعتراض نہ تھا جب نماز میں انبیاء کرام اور ملکتہ کے تذکرے آتے ہیں اور قرآن پڑھا جاتا جاتا ہے تو دوران نماز خیال ان کی طرف چلا جانا ایک فطری امر ہے جو نہ زیر بحث ہے نہ اس کا کسی نے انکار کیا ہے شاہ صاحب صرف ہمت پر بحث کر رہے تھے اور جاہل صوفیوں کے تصور برزخی کی تردید کر رہے تھے مولانا احمد رضا خاں نے صرف ہمت کا ترجمہ خیال کر کے اور اس اہل اللہ کی اصطلاح کو نظر انداز کر کے حضرت شاہ صاحب کے ذمے وہ بات لگائی ہے جو شاہ صاحب مرحوم نے ہرگز نہ کہی تھی، اور نہ اس کی کسی مسلمان سے توقع کی جاسکتی ہے۔



## نماز میں حضورؐ کا خیال آنے کے بارے میں علمائے دیوبند کا فتوہ

حضرت مولانا اسماعیل شہید کی علمی تراش اور فکر حریت کے وارث علماء دیوبند  
تھے دارالعلوم میں سوال آیا کہ نماز میں حضورؐ کا خیال آجائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے؟  
دارالعلوم کی طرف سے حضرت مفتی عزیر الرحمن صاحبؒ نے لکھا:

”جب نماز میں خود التحیات میں اور درود شریف میں آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کا ذکر ہے تو خیال آنا تو ضرور ہوا۔ باقی نماز خالص عبادت  
اللہ کے لیے ہے۔ غیر اللہ کا خیال علی سبیل التعظیم والعبادہ نہ آنا چاہیے  
اور نماز ہر حال میں صحیح ہے۔ کیونکہ خیال پر یا زبردست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ

اعلم۔ کتبہ عزیر الرحمن عفی عنہ۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۱ ص ۲۲۴

یہ صحیح نہیں کہ علماء دیوبند نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلق خیال  
کو نماز کے مقام توحید کے خلاف سمجھتے ہیں۔ جو بات نماز کے مقام توحید کے خلاف  
ہے وہ صرف سمیت ہے کہ نمازی ہر طرف سے توجہ ہٹا کر اسے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم پر مجاہدے مطلق خیال آنا یا بایں نیت خیال لانا کہ توجہ خدا تعالیٰ  
سے نہ ہٹے۔ اور اس نیت سے سلام عرض کرنا کہ اللہ کے فرشتے اسے حضور پر پیش کر  
دیں گے ہرگز نماز کی آفت نہیں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

وفي التوجيه وشرحه واحضر في قلبك النبي صلى الله عليه وسلم وشخصه  
الكریم وقل السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته وليصدق املاك في الله  
والسلام وما بعده (بلفظ) صلى الله عليه وسلم في برزخه كما ورد في ذلك في  
الصحيحه) وانه صلى الله عليه وسلم يرد عليك ما هو اوفى منه (وذلك بواسطة

ملفكتہ وكلت للتبليغ) قلت وهذا مثل ما تستعمل صيغ الخطاب  
للبعيد الغائب في المكاتيب التي ترسل اليه  
فنحن نقدر وقت الكتابة حضوره ومواجهته  
حتى نقنن بوصول المكاتب اليه مع انه ليس بمحاضر

### في الحال

فتح الميم جلد ۲ ص ۲۲

ترجمہ:- احیاء علوم دین میں ہے اے مخاطب توحیدی صلی اللہ علیہ وسلم  
اور آپ کی شخصیت کریمہ کو دل میں حاضر کر اور کہہ اے نبی آپ پر سلام  
ہو۔ اللہ کی رحمت اور اس کی برکت ہو اور تیری امید پوری ہو کہ  
تیرا سلام و درود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ میں پہنچے  
جیسا کہ اخبار صحیحہ میں آیا ہے اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیرے  
سلام کا پورا پورا جواب دیتے ہیں اور یہ ان فرشتوں کی معرفت عمل  
میں آتا ہے جو یہ پہنچانے پر مقرر کئے گئے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ اسی  
طرح ہے جیسا کہ ہم خطوط میں غائب بعید کے لیے حاضر کے صیغہ استعمال  
کرتے ہیں اور لکھتے وقت اسے حاضر تصور کر لیتے ہیں اور یہ کہ ہم  
اس کے سامنے ہیں یہ یقین رکھتے ہوئے کہ خط اس تک پہنچ جائے گا  
حالانکہ وہ اس وقت حاضر نہیں ہوتا۔

اس تصریح سے پتہ چلتا ہے کہ علماء دیوبند نماز میں حضور کے مطلق خیال  
کو قطعاً لائق اعتراض نہیں کہتے نہ حضور کی طرف توجہ کرنا ان کے ہاں کوئی تعیب  
ہے بشرطیکہ اس میں صرف ہمت نہ ہو جس میں کہ توجہ خدا سے بھی ہٹ جاتی  
ہے اور انسان شرک کی تاریک دہلی میں جا گرتا ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ انسان  
آپ کو بالفعل حاضر نہ سمجھے۔ اپنے ذہن میں حاضر کرے احضار یہی ہے۔ الحمد للہ

جو لوگ حضور کو حاضر و ناظر کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی انکار یہ عقیدہ قطعی نہیں محض غلطی ہے۔ قرآن مہد علی الہدیٰ کہتے ہیں۔

”قلم نہیں ہے کہ آپ ہر ایک مہمل میں بلاشبہ رونق افروز ہوتے ہیں بلکہ ہر مہمل میں رونق افروز ہونا

معلوم ہے“ رسول الکلام، ص ۱۲۹۔ تالیف ۱۳۰۰ھ مطبوعہ مطبعہ کریبی لاہور۔

و لفظ حاضر و ناظر سے اگر حضور و انوار بالذات مثل حضور و انوار باری تعالیٰ ہر وقت و ہر لحظہ مراد ہے تو یہ عقیدہ

محض غلط و مضیٰ الی الشک ہے۔ اہل اسلام میں یہ عقیدہ کسی جاہل و اہل کا بھی نہ ہو گا۔“ رسول الکلام ص ۱۲۹

سو آپ کو ہر جگہ حاضر و ناظر بلکہ بغیر یاسین اعتقاد کہ میرے اسلام آپ کی خدمت میں پیش ہو جائے گا اسے

میرے خطاب سے پیش کرنا ہرگز ممنوع نہیں علماء حق جس چیز سے منع کرتے ہیں وہ صرف بہت ہے محض خیال

انسانیں ابدہ بھی صرف نماز میں۔ کیونکہ نماز ازل سے آخر تک اللہ کی عبادت ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں البتہ

کہ نماز کا معنی توحید آپ یا گئے رحمت ربانی کا فوارہ مولانا شبید کی زبان سے آپ

نے اچھٹا دکھا لیکن ایک سوال ابھی باقی ہے وہ یہ کہ کیا اس سے بھی اور کوئی روح

کی لذت باقی ہے؟ ہاں یہ وہ لذت ہے جو شبید کو تلوار کے سائے میں ملتی ہے۔

اور شبید اس وقت قرب الہی کی وہ لذت پاتا ہے جس کے آگے جنت کی مختلف

لذتیں دوسرے درجے میں آجاتی ہیں۔

شبید عشق ہی واقف ہے اسرارِ محبت سے

و گرنہ کس کو آتا ہے سلیقہ سرکشانے کا

حضرت سید احمد شبید اور شاہ اسماعیل شبید ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جو نماز کی لذت بھی

پا گئے اور شہادت کی لذت بھی انہیں نصیب ہوئی۔ توحید الہی کا نور زندگی بھر ان کے

سینوں میں موجزنہ اور شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے یہ دھند دار

اپنے پروردگار سے جا ملے۔

ہاں گروہ کہ از ساغر وفا مستند

سلام حابر سانید ہر گجا ہستند

## جہاد کا آغاز دہلی سے کیوں نہ کیا

مرکز جہاد وہی جگہ ہو سکتی ہے جو ایک آزاد خطہ اسلام ہو یا جسے آزادی سے آزاد کرایا جاسکے اس خود مختار علاقے کی طلب میں پہلے یہ حضرات امیر خاں والئی ٹونک کے پاس بٹھڑے اور اس کی فوج میں شامل ہوئے لیکن جب نواب مجبور ہو کر انگریزوں سے مل گیا تو یہ دہلی واپس آ گئے اور پھر ایسے خطے کی تلاش میں رہے جہاں ایک آزاد اسلامی سلطنت کا قیام عمل میں لایا جاسکے۔ یہ وہ وجہ تھیں جن کے باعث آپ نے ہندوستان کی شمال مغربی سرحد کا رخ کیا۔

پہلے آپ نے تبلیغی سفر کئے۔ حضرت مولانا عبدالحی بھی ساتھ ہوتے تھے اور ان سفروں میں ہندوؤں کی خاصی تعداد مسلمان ہوتی گئی۔ مسلمانوں میں جہاد کا جذبہ ابھرتا رہا اور چلتے چلتے مجاہدین کا لشکر بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ پھر وہ وقت آ گیا جب ان حضرات نے ہندوستان کی شمال مغربی سرحد میں مانسہرہ کے قریب ایک چھوٹی سی آزاد مسلم ریاست قائم کر لی اور وہاں سے جہاد کا آغاز کیا۔

یہ صحیح ہے کہ اس وقت حضرات ظاہری کامیابی سے ہمکنار نہ ہوئے لیکن ان کا اخلاص اور جذبہ اتنا اونچا تھا کہ یہ اس ملک میں اٹھنے والی آزادی کی ہر تحریک میں اپنے خون کا رنگ بھر گئے اور اپنی محنت اور قربانی سے آزادی کی ایک ایسی شمع روشن کر گئے جس کی روشنی ساہا با سال تک آزادی کے آئندہ قاتلوں کو روشنی بخشتی رہی۔

خدا کو یہی منظور تھا کہ ہندوستان کے جو علاقے آئندہ کبھی وقت ایک اسلامی سلطنت میں تبدیل ہونے والے ہیں وہیں سے اس جہاد کا علم اٹھے۔ آغاز ان شہدائے بالاکوٹ سے ہوا اور جب یہ محنت کنارے لگی تو انہی بزرگوں کے ایک فرزند جیل نے یہاں ایک آزاد اسلامی سلطنت کا جھنڈا اہرایا۔ یہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تھے۔